خطباتِ جلالی
جلد دوم
مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771-2 0315/0321-9407699

نام کتاب	خُطباتِ جلالی (جلد دوم)
افادات	مولانا مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی
مرتب	مولانا محمد عبدالکریم جلالی (فاضل جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور)
باہتمام	شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی
ایڈیشن	پہلا نومبر 2015ء ‏ دوسرا اکتوبر 2016ء
تعداد	1100
صفحات	400
ہدیہ	300 روپے

ملنے کے پتے

مرکز صراط مستقیم تاج باغ نمبر 111 جلالی سٹریٹ 0302-4303623
جلالیہ صراط مستقیم گجرات 0300-6216496
مکتبہ صراط مستقیم دریا خاں بکھر 0333-5482748
مکتبہ صراط مستقیم اینڈ ریسرچ سنٹر سیالکوٹ 0332-8608888
مکتبہ صراط مستقیم پتوکی 0312-4580877
سل سبیل کتاب گھر جی ٹی روڈ دینہ 0321-5427918
مکتبہ غوثیہ کراچی 0300-2196801

مکتبہ ضیاء السنہ ملتان 0306-6521197
مکتبہ المجاہد بھیرہ 0300-4115088
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی 0300-5412583
مکتبہ برکات المدینہ (کراچی) 0321-3531922

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ... پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
042-37115771
0321-9407699

والدہ ماجدہ علیہا رحمۃ اللہ

مرحومہ کے نام جن کی بے پایاں شفقت نے

مجھے منزل مراد کی طرف رواں دواں رکھا

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے

آمین

محمد اشرف آصف جلالی

﴾فہرست﴿

مضمون — صفحہ نمبر

﴿باب نمبر 8﴾ 274

فکر آخرت 276

باب نمبر 9

☆☆☆☆☆☆

قولوا قولاً سدیداً

بات وہی جو سیدھی بھی ہو سچی بھی ہو، تحقیقی ہو، اچھی ہو، دل میں اُترتی ہو، اثر رکھتی ہو، من کو بھاتی ہو، روح کو گرماتی ہو، بات وہی جسے سن کر حُسنِ عمل کا جذبہ بیدار ہو، فکر کا آئینہ چمک اُٹھے، شعور کے دریچے کھلنے لگیں، سوچوں پر نکھار آئے اور فہم وادراک کے پھول کھلنے لگیں۔

بات وہ نہیں جو سننے والے کی سماعت سے ٹکرا کر ہوا میں تحلیل ہو جائے بلکہ بات تو وہی بات ہے جو سننے والے کی سماعت سے گزر کر اس کے لبوں پر آ جائے اور اس طرح اس کی بات بن جائے۔ بات وہ نہیں جو مخاطب کی طبیعت پر گرانی لائے بلکہ بات تو وہی بات ہے جو سامع کی تسکین کا سامان کرے۔ اُسے لذت کلام بخشے اس کا سوز دروں جگا دے، اُسے حق گوئی کا خوگر بنا دے۔

اور جب بات ہی اس کی بات سے شروع ہو جس کی بات کو حق تعالیٰ (وما ینطق عن الھویٰ ان ھوا الا وحی یو حیٰ) کہہ کر اپنی بات کہے تو پھر ایسی بات کی کیا بات؟ اور پھر بات مکمل بھی اس کی بات پر ہو، جس کی باتوں کی ربِ اعلیٰ "و قیلہٖ یارب" کہہ کر قسمیں یاد فرماتا ہو، تو پھر ایسی باتوں کا کیا کہنا؟

بقول سیدی اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ عنہ

میٹھی باتیں تری دینِ عرب ایمانِ عجم
نمکین حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

زیر مطالعہ کتاب "خطبات جلالی" انہیں میٹھی باتوں کی مٹھاس سے مالا مال ایسا جام شیریں ہے جو بدعقیدگی کی تلخیاں مٹا کر عشق نبی ﷺ کی شیرینی عطا کرتا ہے۔

''خطبات جلالی'' محقق و مفکر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زید مجدہ کے خطابات و بیانات کا وہ حسین مجموعہ ہے جس میں آپ نے انہیں باتوں کا التزام رکھا جن باتوں کے بارے ابھی ہم نے کچھ باتیں کہیں۔

''خطبات جلالی'' کنز العلماء کے کنزِ علم کے ان موتیوں سے پروئی ہوئی اس لڑی کا نام ہے جن میں روشنی ہے تو ''اللہ نور السمٰوٰت والارض'' کی باتوں یعنی قرآن کی آیتوں کی، جن میں جگمگی ہے تو ''مہبط وحی الٰہی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وابنہ الکریم'' کی چمکتی باتوں کی، جن کو سراہتے ہوئے برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا علیہما الرحمۃ یوں پکار اُٹھے:

قل کھہ کر اپنی بات بھی لب سے تری سُنی
اللہ کو ھے اتنی تری گفتگو پسند

''خطبات جلالی'' خطیب العصر، جمال البیان حضرت جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حُسنِ تقریر اور فنِ خطابت میں آپ کے فضل و کمال کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں یقیناً فیض جلوہ فرما ہے۔ مخزنِ معانی کا بیان، شانِ کلام، شوکتِ وضاحت، بحرِ بلاغت، سلسبیلِ سلاست، جلالتِ خطابت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی ان دلکش باتوں کا کہ تحدیث نعمت کے طور پر جن کی تحسین کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

''خطبات جلالی'' میدان تقریر کے راہروؤں کیلئے یقیناً مشعل راہ اور گلستان خطابت کے گلچینوں کیلئے ایک سجا سجایا گلدستہ ہے۔

''خطبات جلالی'' کا سلیس انداز، پُر تاثیر بیان، فکری اصابت سے بھرپور طرزِ استدلال دل کو موہ لیتا ہے۔

''خطبات جلالی'' تقریری لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہے۔

''خطبات جلالی'' قلم وقرطاس اورزبان و بیان سے وابستہ باذوق احباب کیلئے کسی تحفہ سے کم نہیں۔

فقیر رضوی کا ارادہ تو یہ تھا کہ ''خطبات جلالی'' کا ایک مختصر جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں لیکن ''تحریک رہائی غازی ممتاز قادری'' کی تنظیمی مصروفیات کے سبب ایسا نہ ہوسکا۔ البتہ آج بعد نماز جمعۃ المبارک کچھ حروف نوک قلم سے جھڑ کر سینۂ قرطاس پر بکھر گئے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل مجدہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ''صاحب خطباتِ جلالی'' حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کو عمر خضری اور صحت و عافیت عطا فرمائے اور آپ یونہی روز و شب خدمت دینی میں شاغل اور وصف نبی کے واصف رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین علیہ التحیۃ والتسلیم

فقط

سید محمد خرم ریاض رضوی

خادم مرکزی بزم مشتاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب نمبر

1

خیر کی چابیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لا یَعْلَمُوْنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت، حاملینِ عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

خیر کی چابیاں

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خیر اور نیکی کے کاموں میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے۔

خیر اور چابیوں سے مراد

خیر سے مراد دین اسلام ہے اور خیر کی چابیوں سے مراد دین اسلام کے علماء ہیں قرآن مجید برہان رشید میں رزق حلال کو بھی خیر کہا گیا ہے لیکن اس کا غالب استعمال نبی کریم ﷺ کے فرامین میں بھی علم دین پر کیا گیا ہے۔ دین اسلام کی تمام تر برکتوں، سعادتوں، تعلیمات، عقائد اور افکار پر لفظ خیر کا اطلاق ہوتا ہے۔

سید عالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِلْخَيْرِ۔

[سنن ابن ماجہ باب من کان مفتاحا للخیر رقم الحدیث: 234]

بے شک یہ خیر خزانے ہیں اور پھر ان خزانوں کی کچھ چابیاں ہیں تو خوشخبری ہو اس بندے کو جس کو اللہ نے خیر کی چابی بنایا ہے اور شر کیلئے تالا بنایا اور ہلاکت ہے اس بندے کے لئے جس کو اللہ نے شر کی چابی بنایا اور خیر کے لئے تالا بنایا ہے۔

صحابہ میں رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں صحابہ کرام کو جو تقویٰ و پرہیز گاری، تزکیۂ نفس، باطن کی صفائی، شریعت پر عمل، اللہ تعالیٰ کا قرب اور دین کی برکتیں حاصل ہیں رسول اکرم ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ" اس خیر کے کئی خزانے ہیں جو کچھ مجھ پر وحی اترتی ہے اور جو کچھ میں تمھیں سناتا ہوں اور میرے صحابہ جو کچھ میں تمہیں تبلیغ کرتا ہوں یہ کوئی تھوڑی سی چیز نہیں یہ خزانہ ہے اور پھر ایک خزانہ نہیں کئی خزانے ہیں۔ میں ہدایت تقسیم کرتا ہوں اور تمھاری جو رہنمائی کرتا ہوں میرے صحابہ یہ میرے پاس بانٹنے کے لیے معمولی سا تحفہ نہیں بلکہ یہ بہت زیادہ خزانے ہیں۔

﴿علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتیں﴾

جس طرح کہ رسول اکرم ﷺ نے دیگر مقام پر فرمایا جو کہ بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے:

مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ

[صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من علم و علم رقم الحدیث :77]

مجھے میرے خدا نے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال موسلا دھار بارش کی طرح ہے۔

یعنی وہ بارش جسکی بوندیں بہت زیادہ ہوں اور وہ موسلا دھار ہو۔ اس سے آپ نے کثرت کا مفہوم واضح کیا کہ میرا علم، میری ہدایت مختصر سی نہیں بلکہ بہت زیادہ وسیع ہے۔

ایسے ہی اس مقام پر فرمایا اے میرے صحابہ! یہ خیر جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو اور جس کا حصہ تمھیں مل چکا ہے اور مل رہا ہے اور ملتا رہے گا یہ خیر تھوڑی سی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خیر کے کئی خزانے عطا کئے ہیں

علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھپا خزانہ ہے

رسول اکرم ﷺ نے خزائن کا لفظ استعمال کر کے اس بات کو واضح کیا میرا دین، میرے علوم اور میری امانت چھپی ہوئی چیز ہے اور پردے میں قیمتی چیز ہے یہ عام سر راہ ملنے والی نہیں اس کو خزانہ بنایا گیا ہے اور خزانے کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا نام سننے سے دل میں شوق پیدا ہوتا ہے خزانہ ہر ایک کی دسترس سے دور ہوتا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس کی چابی کی ضرورت ہے۔

علماء خزانے کی چابیاں

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ اس خیر کو خزانہ بنا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا۔

چونکہ خزانہ مقفل ہوتا ہے، تالوں میں بند ہوتا ہے اور پھر تالے کو توڑنے کی بجائے کھولنا پڑتا ہے اور اس کو کھولنے کے لئے چابی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا۔

خیر کی چابیاں علماء کو مبارکباد

پھر رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

فَطُوبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِلشَّرِّ

میں اس بندے کو مبارکباد دیتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے خیر کے خزانے

کی چابی اور شر کا تالا بنایا۔

وہ بندہ کتنا عظیم ہے یہ خیر کا خزانہ میرا ہے اور میں نے اپنے خزانے اس میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ میرے معارف اس میں محفوظ ہیں، میری تعلیمات اس میں محفوظ ہیں، میرے گراں قدر افکار، خیالات، میرے عظیم نظریات، میری واضح تعلیمات اور ارشادات وہاں پر محفوظ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ایسی صلاحیت عطا فرمائے گا کہ وہ میرے خزانے کی چابی کا کام دیں گے۔

﴿خیر کے علماء کی دو صلاحیتیں﴾

ان بندوں میں دو طرح کی صلاحیت ہوگی۔ خیر کے خزانوں کی چابی ہوں گے اور شر کے لئے تالا ہوں گے۔ خیر کو کھولیں گے اور شر کو بند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے گا۔ میں آج ان کے لئے دعا مانگ رہا ہوں وہ خوش رہیں، وہ آباد رہیں اللہ تعالیٰ انھیں میری خلافت عطا فرمائے گا اور میری نیابت عطا فرمائے گا۔ وہ میرے دین کو آگے پھیلائیں گے۔ یہ میرا خزانہ علوم و معارف کا خزانہ ہے اس کے لئے انھیں چابی بنا دیا جائے گا اور وہ اس انداز میں ماحول اور معاشرے میں موجود رہیں گے جس کو بھی خیر کی ضرورت ہوگی وہ میری خیر اور میرے خزانے کا حصہ اسے عطا فرما دیں گے۔ اور شر کے دروازوں کے لئے تالے بن جائیں گے اور شر کے دروازوں کو وہ بند کر دیں گے۔

اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی امت کے کچھ سینوں کو یہ صلاحیت بخشی ہے اور قیامت تک یہ صلاحیت عطا کرتا رہے گا۔ جو رسول اکرم ﷺ کے اسی قیمتی خزانے کا قیمتی سرمایہ لوگوں میں عام کرتے رہیں گے۔ اور خیر کا

رنگ غالب کرنے کے لئے دن رات جدو جہد کرتے رہیں گے۔ اور شر کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ان کے وجود مسعود سے قیامت تک رسول اکرم ﷺ کے مقدس دین کی خوشبو آتی رہے گی اور اس دین کی رونق برقرار رہے گی۔

﴿عالم اور جاہل میں فرق﴾

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

[سورة الزمر رقم الآية :9]

کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

میرے محبوب ﷺ ان سے پوچھو کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں یا وہ لوگ جو نہیں جانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال دے کر ارشاد فرمایا کہ کیا اندھیرا اور روشنی برابر ہے؟ کیا سایہ اور دھوپ برابر ہے؟ کیا اندھا اور بینا برابر ہے؟ تو جس طرح یہ برابر نہیں اسی طرح جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا علم عطا فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی امانت کا امین بنا دیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے علم کا حصہ جس کو عطا فرمایا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ کی تقسیم ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ازلی ابدی انعامات میں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ازلی انتخاب کا حصہ ہے۔

﴿علم دین حاصل کرنے کا حکم﴾

سید عالم ﷺ نے اس سلسلے میں ایک جامع خطاب فرمایا جس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ...... تم علم حاصل کرو۔

میری امت تم علم حاصل کرنا۔ اس حدیث میں العلم پر جو الف لام ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے یعنی "تَعَلَّمُوا عِلْمَ دِيْنِيْ" تم میرے دین کا علم حاصل کرو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ کام ایک ہے لیکن اس کے نام بہت زیادہ ہیں جتنی بھی نیکیاں ہوسکتی ہیں اور جتنی بھی عبادات ہوسکتی ہیں جتنے بھی اعمال صالحہ ہوسکتے ہیں اور جتنے بھی خصائل حسنہ ہوسکتے ہیں اور جتنے بھی اخلاق حمیدہ ہوسکتے ہیں سب کا نچوڑ اور عطر اس ایک کام میں بند ہو جائے گا۔

خیر کے خزانے کی وسعتیں

جب یہ خیر کی چابی ہے تو خیر میں عقیدہ بھی ہے، خیر میں عمل بھی ہے، خیر میں عبادت بھی ہے، خیر میں ریاضت بھی ہے، خیر میں تقویٰ بھی ہے، خیر میں پرہیزگاری بھی ہے، خیر میں سیرت بھی ہے، خیر میں خلق بھی ہے، خیر میں جہاد بھی ہے، خیر میں زکوۃ بھی ہے، خیر میں نماز بھی ہے، خیر میں روزہ بھی ہے، خیر میں حج بھی ہے، اور خیر میں دنیا کا نظام زندگی بھی ہے اور عقبیٰ کا نظام بندگی بھی ہے، یہ سب کچھ خیر ہے۔

اس ساری خیر کے لئے ایک چابی ہے اور وہ رسول اکرم ﷺ کے علم کی چابی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ......

[تفسیر الکبیر للامام الرازی: پارہ نمبر:1 ،رقم السورۃ 2 ،رقم الآیۃ: 31]

علم حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو علم سکھاؤ۔

میرے صحابہ تم تابعین کو بتانا اور تابعین کو کہنا کہ تبع تابعین کو بتادیں اور قیامت تک میری امت یہ پیغام عام کردینا کہ میرے علم کو حاصل کرو تو اس کا فائدہ کیا ہوگا۔

علم دین سے خشیت الٰہی کا حصول

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ فَإِنَّ تَعْلِيمَهُ لِلّٰهِ خَشْيَةٌ۔

جو اس کو خلوص سے، اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھے گا اس کو خشیت ایزدی نصیب ہوگی تو یہ علم اللہ کے لئے حاصل کرنا خشیت ایزدی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [سورة فاطر رقم الآية :28]

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اس سے پتہ چلا جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور اس کی معرفت رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اللہ کی ذات سے ڈر سکتا ہے۔

جتنا علم زیادہ اتنا اللہ کا ڈر زیادہ

جس کو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت ہوگی وہ اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا۔ اور جس کو اتنا پتہ نہیں کہ میرا خدا میری اس حرکت پہ کتنا ناراض ہوتا ہے یا فلاں حرکت پر کتنا ناراض ہوگا اسے اس کی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کم ہونے کی وجہ اس پر خشیت طاری نہیں ہوگی۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے۔ اس کو ساری الجھنوں سے واقفیت ہے، وہ سارے خطرناک راستوں کو جانتا ہے، سارے کانٹے دار جھاڑیوں کو جانتا ہے، راہ زندگی کے ہر نشیب و فراز کو اسلام کی روشنی میں جانتا ہے۔ اس کی ایک ایک سانس مشکل ہو جاتی ہے اور اس کو پہرا دینا پڑتا ہے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ادا

کرنا چاہتا ہو تو وہ یہ حق تب ادا کر سکے گا جب پہلے میرے دین کو پڑھے گا اور جب میرے دین کا علم اِس کے سینے میں موجود ہوگا۔

ورنہ عموی طور پر یہ تاثر ہے عوام میں بہت سے لوگ ڈرتے ہیں اور علماء میں بہت سے ڈرتے ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے جس وقت علم کسی کے باطن پر اثر کر جائے اور علم صرف ظاہر تک محدود نہ رہے تو پھر علم ہی حقیقت میں کسی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرا سکتا ہے

زیادتی علم سے معرفت کا حصول کیسے؟

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جس وقت ایک بچہ آپ کے پاس بیٹھا ہے اور اس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ آگ جلاتی ہے اس کو آگ میں ہاتھ ڈالنے سے کوئی درد محسوس نہیں ہو گا۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ چالیس سال کے آدمی سے اس بچے کی حیرت زیادہ ہے کہ وہ ہاتھ آگ میں ڈال رہا ہے اور اس کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں کہ آگ جلاتی ہے۔ ابھی وہ چند ماہ کا، چند سال کا ہے اسے پتہ نہیں کہ آگ جلاتی ہے لہذا لاعلم ہونے کی وجہ سے وہ آگ سے ڈرتا نہیں اور آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ اور جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو بار بار اس کا تجربہ ہو جاتا ہے کہ آگ جلاتی ہے تو اس کا علم اس کو روکتا ہے کہ یہ آگ ہے اور اس آگ میں ہاتھ مت ڈالو۔

ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے جہنم کی آگ سے ڈرنا علم کی بنیاد پر بہترین طریقہ کار ہوسکتا ہے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

فَإِنَّ تَعْلِيمَهُ لِلّٰهِ خَشْيَةٌ،

علم کو اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ علم ہی خشیت ایزدی بن جائے گا۔

علم دین کا حصول عبادت

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَطَلَبُهٗ عِبَادَةٌ

اور اس کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت ہے۔ یعنی جو میرے دین کو وقت دیتا ہے اور اس کے حصول کے لئے راہِ علم کی مشقتوں کو برداشت کرتا ہے اور آنے والی الجھنوں کو نظر انداز کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو عبادت و بندگی کا ثواب عطا فر دیتا ہے۔

علم دین میں تدبر جہاد

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

والبَحْثُ عَنْهُ جِهَادٌ

اس علم کو پڑھنے میں جو ریسرچ کی جائے گی، غور و فکر کیا جائے گا، تدبر و تفکر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو جہاد کا ثواب عطا فرماتا ہے جو بظاہر ایک کمرے میں بیٹھا ہے اور میدان جہاد میں موجود نہیں جس کی نظر کتابوں پہ لگی ہوئی ہے، دن رات غور و فکر کر رہا ہے، وہ استدلال کرنا چاہتا ہے وہ غور و فکر سے مسائل کو حل کرنا چاہتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام تو طلب علم کا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نام جہاد ہے۔

علم دین کا مذاکرہ تسبیح

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَمُذَاكَرَتُهٗ تَسْبِيحٌ ، اس علم کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ علم پڑھا جائے گا اس کا ذکر ہوگا، اس کو پڑھا جائے گا تو اس وقت جو مسئلہ بیان ہو رہا ہوگا اس میں بظاہر اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر

نہیں ہوگا۔ وہاں مسئلہ یہ ہے کہ فلاں شخص نے اس طرح بیع کی ہے تو کیا اس کی بیع درست ہے یا کہ نہیں۔ پھر یہ ہے فلاں شخص نے اس طریقے سے طلاق دی ہے تو کیا اس طریقے سے طلاق واقع ہوئی یا کہ نہیں اور فلاں نے نکاح کیا تو وہ نکاح ہوا یا کہ نہیں، فلاں مسئلہ میں یہ کام حلال ہے یا حرام ہے۔ اس میں بظاہر کوئی ورد نہیں کوئی وظیفہ نہیں ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو یہ ذکر کر رہا ہے، پڑھ رہا ہے جو مسائل کو بیان کر رہا ہے میرے ہاں اس کے لئے ایک ایک لفظ پر تسبیح کا ثواب ہے۔

﴿تعلیم دین بہت بڑا صدقہ﴾

اور پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَتَعْلِيمُهُ لِمَنْ لَا يَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ ......

[تفسير الكبير للامام الرازى: پارہ نمبر: 1 ،رقم السورة 2 ،رقم الآية: 31]

اور دین کا علم ایسے شخص کو پڑھانا جس کو کسی چیز کا علم نہیں ہے اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے شخص کو پڑھا دے جو ابھی تک دین کی مسائل سے ناواقف ہے اور ابھی تک شریعت مطہرہ سے نابلد ہے تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو صدقے کا اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿اپنے اہل کو دین سکھانا عبادت﴾

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وَبَذْلُهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ

اس علم کو اپنے اہل کے لئے خرچ کرنا قربت و عبادت ہے۔

اگر کوئی شخص کسی اہل کو پڑھا دے، اہل پر جب علم خرچ کیا جائے جو جاننے

والے ہیں اور جو جاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کو سمجھ سکتے ہیں ان کو اگر علم کی بات سمجھا دی جائے تو رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے والا اللہ کے ہاں قربت کا مقام رکھتا ہے۔

طلب علم ایک کام ہے اس کی بحث جہاد بھی ہے، اس کا مذاکرہ تسبیح بھی ہے، اس کا پڑھنا صدقہ بھی ہے اس کا پڑھنا اللہ تعالی کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہے کہ اللہ تعالی نے اس کو اپنی قربت قرار دیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے خزانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے علماء کو ان خزانوں کی چابیاں بنا دیا تا کہ کوئی زمانہ کبھی بھی میری خیر سے محروم نہ رہے اور ہر زمانے میں میرا علم تقسیم ہوتا رہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کا فیض ہے ویسے تو خزانوں والے ڈر جاتے ہیں کہ کسی کو چابی کی خبر نہ ہو اور کوئی دوسرا چابی بنا نہ سکے اور اس کی چابی عام نہ ہو کیوں کہ خزانہ بالآخر تقسیم ہوتے ہوتے ختم ہو جائے گا۔ لہذا اس کی چابی پر کسی کو اطلاع نہیں ہونی چاہئے لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ وہ خزانہ ہے جو قیامت تک حکم دے رہا ہے کہ ہر دور میں اس کی چابیاں بنتی رہیں تا کہ یہ خزانہ بٹتا رہے۔ کیوں کہ اس خزانے کے ختم ہونے کی کوئی فکر نہیں ہے اور نہ ہی یہ خزانہ ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی کبھی ختم ہو گا۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جو میرے خیر کے خزانے کی چابی بنے گا میں آج اس کو دعا دے رہا ہوں کہ اللہ تعالی اسے ہمیشہ غموں سے آزاد رکھے۔

رسول اکرم ﷺ اس کے بعد فرمانے لگے کہ علم کے اتنے انعام، علم کے اتنے ثواب ہیں کہ اتنی ریاضتیں علم سے ہیچ ہیں اور اتنے جہاد علم سے پیچھے ہیں۔

علماء حق جنت کے راستوں کا چراغ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

وَمَنَارُ سُبُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

یہ علم والے اہل جنت کے راستوں کے چراغ ہیں۔

یہ مرتبہ ان لوگوں کا بیان کیا جو علم والے ہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کے راستے کا چراغ ہیں۔ جنت والے جس راستے پر سے گزر جائیں گے، وہ راستہ جن کے علم سے روشن ہوگا وہ میرے دین کی چابیاں ہیں، وہ میرے دین کے وارث ہیں، اور میرے دین کا علم پڑھنے والے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے اس نیک عمل کو ہزاروں نام دے رہا ہے اور اس پر ہزاروں ثواب دے رہا ہے۔ اس لئے جو بھی خیر کا کام ممکن ہو سکے گا، جو بھی صراط مستقیم پہ چل سکے گا، جو بھی راہ جنت کا راہی بن سکے گا اس کا قدم تب اٹھے گا جب ان کے علم کی روشنی موجود ہوگی ورنہ اندھیرا چھا جائے گا کسی کو صراط مستقیم کی خبر نہ ہوگی اور کسی کو جنت کے راستے کا پتہ نہیں چل سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری امت کے ان لوگوں کو جنت کا مینار بنا دیا ہے اور یہ مینارہ نور بن جائیں گے تو اللہ تعالی ان کو ایک عمل پر ہزاروں اجر عطا فرمائے گا۔

علم دین کے دنیا میں فوائد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو علم کی کار ثواب کے لحاظ سے مختلف قسمیں ہیں اور دوسرا اس کے فوائد دنیا میں بھی بڑے ہیں۔

وهو الأنيسُ فِي الوَحْشَةِ ، والصَّاحِبُ فِي الغُرْبَةِ ، وَالمُحَدِّثُ فِي الخَلْوَةِ ، والدَّلِيلُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ ، وَالسِّلَاحُ عَلَى الأَعْدَاءِ

[تفسیر الكبير للامام الرازی: پارہ نمبر: 1 ، رقم السورة 2 ، رقم الآية: 31]

یہ علم وحشت میں ساتھی ہے اور تنہائی میں دوست ہے اور خلوت میں اس سے بات کرنے والا ہے اور دکھ، سکھ کی دلیل ہے اور دشمن کے مقابلے میں اسلحہ کا کام دیتا ہے۔

ہر انسان کو خلوت میں اجنبیت محسوس ہوتی ہے اور تنہائی میں اسے محسوس ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی بات کرنے والا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے پاس میرا علم ہوگا زندگی بھر کبھی تنہا نہیں ہوگا جہاں بیٹھا ہے وہ جنگل ہے، وہ صحراء ہے وہ کسی غار میں ہے، کسی تنہائی میں ہے جہاں بھی ہوگا جب میرا علم اس کے ساتھ ہوگا تو ہر وقت میرا علم اس کے ساتھ باتیں کرے گا۔ کبھی اسکے ساتھ قرآن کی آیت گفتگو کرے گی، کبھی میری حدیث بولی گی اس کی سوچ کبھی آیات کے معنی میں لگی ہوگی اور کبھی آیات کے مفہوم میں لگی ہوگی اسی حال میں اسے کئی سال گزر جائیں اور کوئی انسان نظر نہ بھی آئے پھر بھی وہ تنہا نہیں ہوگا۔

علم دین تنہائی میں دوست

اللہ تعالی نے میرے علم کو اس کا رفیق بنا دیا ہے۔

وهو الأنيسُ فِي الوَحْشَةِ

اور فرمایا جس کے پاس میرے دین کا علم آئے گا وہ کبھی وحشت محسوس نہیں کرے گا اس کو کبھی وحشت نہیں ہوگی اور کسی ماحول میں اس کو اجنبیت محسوس نہیں ہوگی۔

علم دین سفر کا ساتھی

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

والصَّاحِبُ فِي الغُرْبَةِ

اجنبیت اور پردیس کے حالات میں میرا علم اس کا رفیق بن جائے گا میرے

دین کا علم اس کی وحشت کو دور کر دیگا وہ دنیا میں کہیں بھی چلا جائے اس کے ذہن میں میرے دین کا جو علم موجود ہوگا اس کو نہ تنہائی محسوس ہونے دے گا اور نہ ہی اجنبیت محسوس ہونے دے گا اور نہ پردیسی ماحول محسوس ہونے دے گا اس کی وحشت کو دور کرتا رہے گا۔ یہ علم ایسی چیز ہے اس کی وجہ سے دوسروں کو روشنی ملتی ہے جس سینے میں موجود ہو اس سینے کیلئے یہ دوست بھی ہے، رفیق بھی ہے، شریک سفر بھی ہے، زادراہ بھی ہے، اس کے ساتھ گفتگو کرنے والا بھی ہے، اس کا بہترین رفیق بھی ہے لہذا یہ جس سینے میں موجود رہے گا وہ کبھی اکیلا نہیں ہوگا بلکہ میرا دین اسلام اس کا رفیق بن جائے گا۔ جبکہ دنیا کے لوگ ترستے رہیں گے کہ ہمارے ساتھ کوئی چلنے والا ہو جس کے ساتھ سفر طے کیا جا سکے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ ایسا عظیم ذریعہ ہے جس سینے میں یہ آجائے اسے اگر ہزاروں میل کا سفر پیدل طے کرنا ہو ایک آیت کے متعلق سوچتے سوچتے سارا سفر مکمل ہو جائے گا۔

﴿علم دین سے قوموں کا عروج﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَيَرْفَعُ اللّٰهُ بِهِ أَقْوَاماً

اللہ تعالی اس علم کی وجہ ایک قوم کو بلندی عطا فرماتا ہے۔

میرا علم پستی دینے والا نہیں میرا علم بلندی دینے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دین کے علم کی وجہ سے اللہ تعالی کئی قوموں کو اونچا کرے گا، کئی لوگوں کو بلند کرے گا، کئی لوگوں کو اونچا مقام عطا فرمائے گا۔

عالم دین لوگوں کا امام

فَيَجْعَلُهُمْ فِي الْخَيْرِ قَادَةً هُدَاةً يُهْتَدٰى بِهِمْ

پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خیر میں قائد بنا دیتا ہے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اوروں کو ہدایت دیتا ہے۔

میرے علم والوں کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا امام بنا دے گا جب علم نہیں تھا تو اس کو کوئی پوچھتا نہیں تھا، کوئی انہیں دیکھتا نہیں تھا، کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا، اس کی طرف کوئی نگاہ نہیں اٹھاتا تھا، وہ کسی جھونپڑی میں موجود تھا لیکن جب میرا علم اس کے پاس آیا تو لوگوں نے اسے اپنا امام بنا لیا پہلے تو اس کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا اب لوگوں نے اس کو اپنا امام بنا لیا ہے۔

علماء کی اقتداء میں نجات

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اس کو یہ شان کیسے ملی؟

وَأَئِمَّةً فِي الْخَيْرِ يُقْتَفٰى بِآثَارِهِمْ وَيُقْتَدٰى بِأَفْعَالِهِمْ

اور وہ خیر میں ایسے امام بنے کہ لوگ ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہیں اور ان کے افعال کی اقتدا کرتے ہیں۔

وہ میرے علم کے وارث ایسے ہوں گے لوگ ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈیں گے وہ جہاں بھی چلے گئے ان کے نشان کی اقتداء کی جائے گی ان کے نشان ڈھونڈے جائیں گے ان کے آثار پر لوگ اپنی زندگی بسر کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ میرا علم اتنی بلندیاں عطا کرنے والا ہے وہ کٹیا میں رہنے والا انسان جس کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا پھر میرے علم کی وجہ سے شرق و غرب کی دنیا

اس کی طرف متوجہ ہو جائے گی اور اسے اپنا امام بنالیا جائے گا یہ سب کچھ میرے علم کا فیض ہے

وَيُقْتَدٰى بِأَفْعَالِهِمْ

وہ لوگ ان کے افعال کی اقتداء کریں گے۔ان کی اقتداء کی جائے گی اوران کی امامت کو تسلیم کرلیا جائے گا۔

وَيُنْتَهٰى إِلٰى آرَائِهِمْ......

[تفسير الكبير للامام الرازى: پاره نمبر:1 ،رقم السورة:2 ،رقم الآية: 31]

اوردنیا کے سارے مسائل ان کی رائے پر آ کر ختم ہو جائیں گے۔

میرے بھائیو! دیکھو یہ کس خیر کی چابیاں ہیں اس کی چابیاں بھی بہت ہیں اور اس کے خزانے بھی بہت ہیں۔اس کے خزانوں کی بھی کئی قسمیں ہیں اور اس کی چابیوں کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

خیر کے خزانے اور چابیوں کی متعدد اقسام

صحابہ کرام سے لیکر تابعین تک کچھ شعبہ جات بنائے گئے۔وہاں پر کوئی خزانہ علم تفسیر کا ہے تو کوئی علم تفسیر کی چابی ہے کوئی خزانہ علم حدیث کا ہے تو کوئی علم حدیث کی چابی ہے کوئی خزانہ علم فقہ کا ہے تو کوئی چابی علم فقہ کے خزانے کی ہے،کوئی خزانہ علم لغت کا ہے تو کوئی علم لغت کے خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ علم صرف کا ہے تو کوئی علم صرف کے خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ علم تجوید وقرات کا ہے تو کوئی اس خزانے کی چابی ہے،کوئی خزانہ تصوف کی تعلیمات کا ہے تو کوئی چابی اس خزانے کے لئے بنادی گئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ایک خزانہ نہیں بلکہ میرے کروڑوں خزانے ہیں اور اللہ تعالی نے میری امت میں کروڑوں چابیاں پیدا فرمادی ہیں۔

بعض علما تو ہر خزانے کی چابی

کچھ چابیاں ہر تالے کو لگتی ہیں اور ہر خزانہ اس سے کھلتا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ جیسی چابیاں علم حدیث میں بھی ہیں، علم کلام میں بھی ہیں، علم فقہ میں بھی ہیں، علم تفسیر میں بھی ہیں، علم بلاغت میں بھی ہیں، علم تصوف میں بھی ہیں وہ ظاہر میں بھی ہیں اور باطن میں بھی ہیں۔

فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے استاذ گرامی کے پاس بیٹھے ہیں اور ان کے پاس حدیث کا سبق پڑھتے ہیں، ایک مرتبہ امام اعمش کے پاس پڑھتے ہوئے سو دن مکمل ہو گئے آپ سے حدیث پڑھتے ہیں فورا یاد کر لیتے ہیں۔ استاذ نے سمجھا کہ یہ طالب علم صرف سنتا ہے لکھتا کچھ نہیں شاید یہ زیادہ توجہ نہیں کر رہا ایسے میں سو دن کے بعد ایک مسئلہ پیش آتا ہے امام اعمش جب اس مسئلے میں متحیر ہوتے ہیں اور اس کا جواب نہ دے سکے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے طلباء میں کوئی شخص اس بارے کچھ بتا سکتا ہے۔ تو اس موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جو ابھی طالب علم تھے کہنے لگے اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس مسئلے کا حل پیش کر سکتا ہوں۔ جب آپ نے اس مسئلہ کا جواب دیا تو امام اعمش کہنے لگے اے ابوحنیفہ یہ تم نے کہاں سے سیکھا ہے تم پڑھتے تو میرے پاس ہو اور مجھے تو اس کا پتہ نہیں چلا لیکن یہ تم کہاں سے سیکھ کر آئے ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عرض کرنے لگے میں نے سینکڑوں اساتذہ سے پڑھا ہے اور میں نے سینکڑوں مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا لیکن اے میرے استاذ محترم میں نے یہ مسئلہ ان احادیث سے اخذ کیا ہے جو میں نے آپ سے

پڑھی ہیں تو حضرت امام اعمش فرمانے لگے مجھ سے پڑھا ہے تو آپ نے عرض کیا جی ہاں! آپ سے پڑھی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حدیث کی عبارت پڑھی اور پھر اس سے مسئلہ بیان کر دیا اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمایا پھر ایک گھنٹے کے اندر ساری احادیث جو سو دنوں میں پڑھائی گئیں تھیں آپ نے وہ ساری زبانی بیان کر دیں۔ اس پر آپ کے استاذ کہنے لگے!

اے ابوحنیفہ اب خاموش ہو جایئے میں سمجھتا تھا کہ آپ صرف سنتے ہیں مجھے یہ خبر نہیں تھی کہ آپ نے تو الفاظ بھی یاد کر رکھے ہیں اور معانی میں بھی آشیاں بنا رکھا ہے۔

محدثین کہتے تھے کہ

يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءَ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةِ ......

[تفسیر حقی زیر آیت وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ]

اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم پنساری ہیں۔

یعنی اے فقیہ لوگو! تم ماہر سرجن ہو ہم تو صرف ڈسپینسر ہیں۔

ہمیں کیا خبر کہ حدیث میں کیا کچھ ہے۔ تمہیں اللہ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ حدیث کی باریکیاں دیکھ لیتے ہو۔

اے ابوحنیفہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ڈسپینسر بھی بنایا ہے اور سٹور بھی دیا ہے اور ماہر سرجن بھی بنایا ہے۔ تم ہر خزانے کی چابی ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں روایت کا علم بھی عطا فرمایا ہے اور درایت کا علم بھی عطا فرمایا ہے۔

﴿فرشتوں کو بھی علماء کی دوستی کی تڑپ﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ علم آگے بڑھتا رہے گا، یہ علم پڑھا

جائے گا اور پڑھایا جائے گا اور میرے ان خزانوں کے لئے چابیاں بنتی رہیں گی۔اور میرا خزانہ تقسیم ہوتا رہے گا جوں جوں بڑھتا جائے گا توں توں اس کو آگے تقسیم کیا جائے گا تو یہ بھی ساتھ ساتھ بڑھتا جائے گا اس میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے خزانے کی چابی بنتا ہے یا بننے کیلئے آجاتا ہے وہ معمولی انسان نہیں ہے۔

وَتَرْغَبُ الْمَلَائِكَةُ فِي خُلَّتِهِمْ

اللہ کے فرشتوں کو ان کی دوستی کی بڑی تڑپ رہتی ہے کہ ان کے ساتھ ہماری دوستی قائم ہو جائے ان کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہو جائے۔ان کی دوستی کیلئے اللہ کے فرشتے رغبت رکھتے ہیں۔

وَبِأَجْنِحَتِهَا تَمْسَحُهُمْ ، وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمْ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ

[تفسیر الکبیر للامام الرازی:پارہ نمبر :1،رقم السورۃ 2 ،رقم الآیۃ: 31]

اور وہ فرشتے اپنے پروں سے ان کے قدم صاف کرتے ہیں۔اور ان کے پروں کے نیچے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔اور اللہ تعالی نے اس قدر اعزاز پر فرشتوں کو بھی اطلاع فرمادی ہے کہ جہاں جہاں چابیاں بنتی ہیں اور جہاں جہاں بنائی جاتی ہیں اور جہاں جہاں خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔اللہ کے فرشتے ان کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

علم دین لوگوں کو عمل کا امام دے گا

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا یہ علم لوگوں کو امام دے گا کہ لوگ ان کی اقتداء کریں گے اس بارے رسول اللہ ﷺ کو پتہ تھا کہ علم صالح کیلئے ضروری ہے کہ جہاں وہ موجود ہو وہاں کسی قسم کا غبار نہ ہو، وہاں کسی ریا کا یا کسی دنیاوی غرض کا دخل نہ ہو

۔جہاں ایسا علم جلوہ گر ہو جائے گا وہاں رسول اکرم ﷺ خود اس کی اقتداء کا حکم فرمارہے ہیں اور اس کی تقلید کا حکم فرمارہے ہیں

لوگ ان کے معمولات کو دیکھ کر اپنی زندگی بسر کریں گے کہ یہ اہل مدینہ کا عمل ہے، اور یہ اہل مکہ کا عمل ہے، یہ اہل بغداد کا عمل ہے، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے یہ حضرت داتا علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے علم کی وجہ سے ان کا مرتبہ اونچا ہو جائے گا۔لوگ ان کی رائے کو حتمی فیصلہ سمجھ لیں گے، ان کی اقتداء کی جائے گی اور ان کی باتوں پر فیصلے کیے جائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْعِلْمُ اِمَامُ الْعَمَلِ ......

[تفسیر حقی زیر آیت لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ]

علم اس لئے اچھا ہے کہ یہ عمل کا امام ہے اس میں علم امام ہے اور عمل مقتدی ہے۔

وَالْعَمَلُ تَابِعُہ

عمل اس کا تابع ہے علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔خزانہ میرا علم کھولے گا اگر چابی نہ ہو تو کسی کو کیسے پتہ چلے گا کہ نماز کیا ہوتی ہے، روزہ کیا ہوتا ہے، حج کیا چیز ہے، زکوٰۃ کیا چیز ہے، جہاد کیا چیز ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اس علم کو امام بنا دیا گیا اور عمل کو اس کے تابع بنا دیا گیا۔اب عمل کی وجہ سے جتنی برکات ملیں گی، اور جتنے مرتبے ملیں گے ان سب کا امام علم ہے اور امام آگے ہوتا ہے مقتدی پیچھے ہوتا ہے۔جتنی عظمتیں عمل کی قرآن وسنت میں موجود ہیں عمل جتنی عظمت پر بھی پہنچے گا پھر اس کے آگے اس کا امام علم نظر آئے گا۔

﴿عالم ربانی کی موت سے کمی کا احساس﴾

اسی لئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ:

إذا مَاتَ العَالِمُ......

[قوت القلوب کتاب العلم و تفضیله باب ذکر الفرق بین علماء الدنیاو علماء الآخرة]

جب بھی کوئی عالم ربانی فوت ہو جاتا ہے تو اسلام کی دیواروں میں شگاف پڑ جاتا ہے۔اور یہ جو عالم ربانی کی فوت ہونے سے شگاف پڑا ہے یہ اور کسی طریقے سے بند نہیں ہوتا اور یہ جو شگاف اسلام کے قلعے میں پڑ گیا ایک عالم ربانی کے فوت ہونے سے وہ کبھی کسی طریقے سے بند نہیں ہوتا اس کو بند کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اس کا کوئی جانشین پیدا ہو جائے یہ بڑی باریک بات ہے۔ہمارے اسلاف دنیا سے رخصت ہوئے تو شگاف پڑتے گئے اور کچھ جانشین بھی پیدا ہوتے گئے لیکن آج انحطاط ہے اور زوال ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ جس پائے کے وہ علماء دنیا سے رخصت ہوئے اس پائے کے بعد میں جانشین نہ آسکے اور ان کی جگہ بیٹھنے والے اس مرتبے کے نہ ہو سکے۔

وہ ایسا شگاف ہے جو کسی اور عمل سے بند نہیں ہوگا۔اگر امت کہے کہ ہم دن رات نوافل پڑھتے جائیں تاکہ تو وہ شگاف پورا ہو جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔اگر ساری امت روزانہ روزہ رکھنا شروع کر دے پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔اگر سب جہاد پہ چلے جائیں تو پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا۔اگر سب زکوۃ کے کم پر کار بند ہو جائیں تو پھر بھی وہ شگاف پورا نہیں ہوگا

اسلام کی کوئی عبادت اور کوئی عمل ایسا نہیں جس سے وہ شگاف پورا ہو جائے اور وہ دیوار پھر مضبوط ہو جائے اور وہ سوراخ بند ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں وہ سوراخ تب بند ہو گا جب امت کا ایک نونہال وقت کا رازی بن جائے گا۔ ضروری نہیں کہ اسی گھر کا یا اسی خاندان کا ہو جس خاندان سے وہ عالم فوت ہوا۔ اگر اسی خاندان کا ہو تو بہت اچھا ہے لیکن معاشرے میں کوئی تو اس کی جگہ آ جائے، کوئی نہ کوئی تو اس سوراخ کو پورا کرے، کوئی نہ کوئی وہاں موجود ہو جائے اب جس وقت وہاں کوئی ایسا جانشین نہیں آئے گا تو پھر شگاف بڑھتے جائیں گے اور کوئی ان کو بھرنے والا نہیں ہو گا۔

ذرا تاریخ کے اوراق میں دیکھو تو سہی کہ کس قدر علم و حکمت کے سمندر دنیا سے اٹھے ہیں اور بعد میں زوال آتا گیا اور زوال و انحطاط آتا جا رہا ہے اس سطح زمین پر ہمارے وہ بھی اسلاف تھے جنہوں نے سو سو جلدیں قرآن مجید کی تفسیر کی لکھیں۔ اور جنہوں نے پانچ پانچ سو جلدوں پر ہمارے لئے کتابیں لکھیں جنہوں نے ساری رات جاگ کر زندگی گزار کے ہمارے لئے سوغات تیار کی ہم میں آج تک ان کا جانشین تو کیا ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو پڑھنے کی صلاحیت ہی پیدا نہیں ہو رہی۔

﴿علماء و فقہاء سے بے رغبتی﴾

ہائے افسوس وہ قوم جس کا سرمایہ اسلاف کی ہزاروں محنتوں کا نچوڑ، آج لائبریریوں کی زینت ہے۔ اس کو دیمک چاٹ رہا ہے ان کتابوں کو سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری ترجیحات بدل گئیں ہیں، سوچ بدل گئی ہے اور یہ کام فضول سمجھا جانے لگا جس کی وجہ سے انحطاط آ رہا ہے۔ جب کوئی برائی بیان کرنے والا

نہیں ہوگا کہ یہ بات بری ہے تو اس برائی کی نفرت دل میں کیسے پیدا ہوگی؟ اور جب دل میں برائی کی نفرت ہی نہیں ہوگی تو پھر برائی سے اجتناب کیسے ہوگا؟ آج پورا ماحول ہی اس نحوست کی زد میں ہے اس کو دور کرنے کے لئے سرفہرست اس کام کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خزانہ جو بند ہوتا جا رہا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ چابیاں تیار کی جائیں۔ وہ کتنا عظیم والد ہے جو اپنے بچے کو علم دین کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے خزانے کے لئے وقف کر رہا ہے۔

﴿علم دین قبر کی روشنی﴾

والد کہے جاؤ میرے بیٹے! تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اگر تو میرے محبوب علیہ السلام کے علم کو حاصل نہیں کرتا۔ روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرو، جنگلوں اور صحراؤں میں جانا پڑے تو چلے جاؤ، پندرہ سال تک محنت کرو ایک وقت آئے گا کہ تو میرے محبوب علیہ السلام کے علم کی چابی بن جائے گا تو یہ وہ چابی ہے جس سے دنیا بھی روشن ہو جائے گی اور قبر بھی منور ہو جائے گی اسلاف کے چلے جانے کے بعد شگاف پڑتے گئے، پڑتے گئے یہاں تک کہ آج امت کا یہ حال ہے کہ شگاف پورا کرنے کی فکر بھی ختم ہوگئی ہے۔ ہائے افسوس

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس ضیاں جاتا رہا

یہ تو ہمیں فکر ہے کہ فلاں ضرورت ہے ہماری زندگی کے لیے اس کا کوئی مستری ہونا چاہیے، اس کے لیے کوئی ماہرین ہونے چاہییں، اس کو صحیح کرنے کے لیے ہمارے پاس ماہرین کا ہونا ضروری ہے مگر جو اصل ہماری اپنی دیوار تھی اس کے جو

سوراخ اور جو شگاف ہیں ان کو بند کرنے کے لیے کوئی سوچ ہی نہیں رہا۔

تازہ ہوا کے اس شوق میں اے سا کنان شہر
اتنے نہ در بناؤ کہ دیوار گر پڑے

یہ تازہ ہوا کا شوق اس کے لیے تو ٹھیک ہے کہ جس کی دیوار میں دو، چار روشن دان ہوں لیکن اگر ساری دیوار ہی روشن دانوں کی بنا دی جائے تو وہ دیوار زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے دین کا علم پڑھنے والے کتنے ہیں ہم ان پر پابندی نہیں چاہتے لیکن وہ روشن دان تو چاہیئے کہ جس سے رسول اللہ ﷺ کے ماحول کی ہوا آجائے قرآن تو وہ روشن دان ہے، حدیث تو وہ روشن دان ہے جس سے عہد نبی ﷺ کی فضا آسکتی ہے۔ ڈائریکٹ وہی ماحول، وہی کیفیت، وہی برکت آسکتی ہے۔ لہذا ہمیں اس بارے میں سوچنا چاہیے۔

دور صحابہ میں علم دین کا مقام

مجھے بار بار وہ حدیث یاد آرہی ہے طبرانی شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

إِنَّكُمْ أَصْبَحْتُمْ فِيْ زَمَانٍ كَثِيْرٌ فُقَهَاؤُهُ، قَلِيْلٌ خُطَبَاؤُهُ، وَقَلِيْلٌ مَنْ يَسْأَلُ وَكَثِيْرٌ مَنْ يُّعْطِيْ

سرکار مدینہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میرے صحابہ تم اس زمانے میں ہو جس میں فقہاء زیادہ ہیں اور خطباء تھوڑے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی فقاہت بہت زیادہ ہے اور فقاہت کے بغیر پڑھنے والے بہت کم ہیں اور اس زمانے میں فرمایا

کہ مانگنے والے تھوڑے ہیں اور دینے والے زیادہ ہیں۔

دور صحابہ میں علم عمل سے بہتر

پھر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْعَمَلُ فِیْهِ خَیْرٌ مِّنَ الْعِلْمِ

میرے صحابہ اس وقت عمل علم سے بہتر ہے۔

بعد والوں کے ہاں علم دین کی اہمیت

لیکن میری امت پر ایک وقت اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ

وَسَیَأْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ کَثِیْرٌ خُطَبَاؤُه، قَلِیْلٌ فُقَهَاؤُه، کَثِیْرٌ مَنْ یَّسْأَلُ قَلِیْلٌ مَنْ یُّعْطِیْ

فرمایا فقیہ لوگ تھوڑے ہو جائیں گے خطیب زیادہ ہو جائے گے۔

فقہاء تھوڑے ہو جائے گے یہاں تک کہ فقیہ کو چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے نکلو تو دور دور شہروں تک تمہیں شاید ایک بھی نہ ملے اور خطیب عام ہو جائیں گے۔ اس سے اگلا مرتبہ نعت خواں کا ہے وہ عام مل جائیں گے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ آج فقہاء کی کثرت ہے خطباء اور قراء تھوڑے ہیں ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ جب فقہاء معدوم ہو جائیں گے، تھوڑے ہو جائیں گے، خطباء زیادہ ہو جائیں گے، سائلین زیادہ ہو جائیں گے اور جواب دینے والے کم ہو جائیں گے۔

علم عمل سے بہتر

اَلْعِلْمُ فِیْهِ خَیْرٌ مِنَ الْعَمَلِ

[اسد الغابة فی معرفة الصحابة فی ذکر عبد الله بن خالد بن سعد][تاریخ دمشق فی ذکر حکیم بن حزام]

میرے صحابہ وہ زمانہ بھی آئے گا کہ جس میں علم پڑھنا عمل سے بہتر ہوگا ایک شخص خود نیک ہے، رات کو تہجد بھی پڑھتا ہے، نوافل پڑھتا ہے، دن رات وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے اور اس کے دائیں بھی برائی ہو رہی ہے اور اس کے بائیں بھی برائی ہو رہی ہے، آگے بھی برائی ہو رہی ہے اور اس کے پیچھے بھی برائی ہو رہی ہے۔ اس کا کیا فائدہ کہ خود تو اسے نجات مل جائے گی مگر جو پورا ماحول جھلس رہا ہے اس کو کون بچائے گا۔

عالم و عابد میں ستر درجوں کا فرق

اس واسطے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

بَيْنَ الْعَالِمِ وَالْعَابِدِ سَبْعُوْنَ دَرَجَةً

عالم دین اور عابد کے درمیان ستر درجے ہیں اور ہر درجہ سو درجے میں ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان ستر سال تیز رفتار گھوڑے کے چلنے کی مسافت ہے۔ اتنی دوری اور اتنے درمیان میں درجے کی بلندی رکھی گئی ہے۔ اس واسطے فرمایا یہ ایسی صورت میں اکیلا بچے گا لیکن اگر اسکو خدا نے توفیق دی تو لاکھوں کو بچائے گا، زبان کی تاثیر بھی اس کے لیے ضروری ہے لیکن ایک اس کا وقت ہے وہ صبح اٹھے ایک سبق پڑھائے پھر دوسرا سبق پڑھائے پھر تیسرا پھر چوتھا سبق تو اس طرح وہ نوافل کس ٹائم پڑھے وہ پچھلے ٹائم کے وظائف اور اسباق کا مطالعہ کرتے کرتے طلوع صبح ہو جائے وہ نماز پڑھتا ہے اور باقی اس کے لیے اوقات نہیں بچتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہی ہے اس کا ایک ایک سانس روزے اور قیام کے برابر ہے۔

﴿علم دین کے تفکر پہ روزے کا ثواب﴾

محبوب علیہ السلام کے کیا خوب الفاظ ہیں۔

وَالتَّفَكُّرُ فِيْهِ يَعْدِلُ بِالصِّيَامِ

میرے علم میں جو سوچے گا روزے کا ثواب پائے گا۔

وَمَدَارَسَتُهُ بِالْقِيَامِ بِهٖ يُطَاعُ اللّٰهُ وَيُعْبَدُ وَبِهٖ يُمَجَّدُ وَيُوَحَّدُ وَبِهٖ تُوْصَلُ الْاَرْحَامِ وَبِهٖ يُعْرَفُ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ

[تفسیر الرازی زیر آیت و علم آدم الاسماء کلها]

میرے علم کو جو پڑھائے گا، مدرس بن جائے گا، میرا علم جو پڑھائے گا اس کی تدریس پڑھانے کا جو عمل ہے اس کو اس پر قیام اللیل کا ثواب ملے گا جیسے وہ رات بھر جاگتا رہا ہے اس واسطے وہ خیر جو کہ اب جس کو خزانہ بنایا گیا ہے اس کے مقام کے پیش نظر اس کو گلیوں میں پھینک نہیں دیا گیا اس کو خزانہ بنایا گیا ہے اور اس کی چابیاں رکھی گئی ہیں تا کہ چور لٹیرے اس دین کو لوٹ کر ضائع نہ کر سکے اس کو محفوظ خزانہ بنا دیا گیا پھر جن پر اعتماد تھا ان کو چابیاں بنا دیا گیا جن میں علم نافع رکھا جہاں سے علم چلتا ہے تقسیم ہوتا ہے اس مرکز کا ادب بھی ہر وقت اس کے سینے میں موجود رہے۔

﴿چابیوں کے مختلف انداز﴾

کہیں یہ چابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روپ میں موجود ہے، کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے روپ میں موجود ہے، کہیں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے روپ میں موجود

ہے، کہیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام مسلم رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام رازی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں امام غزالی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے، کہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالی کے روپ میں موجود ہے۔ یہ وہ چابیاں ہیں جو اس فیض کو دنیا میں عام کرنے والی ہیں۔

﴿ایک آدمی کی اصلاح دنیا و مافیھا سے بہتر﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالی یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تھا تو فرمایا تھا:

لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" ......

[احياء العلوم الدين الباب الاول فی فضيلة التعليم]

اے معاذ میں تمہیں یمن بھیج رہا ہوں تمھارے دل میں جو میرے پاس بیٹھنے کا شوق ہے مجھے پتہ ہے کہ وہ شوق کتنا ہے اور ہر وقت میری باتیں سننے کی جو محبت ہے مجھے معلوم ہے تجھے کتنی محبت ہے۔ تم نے سب کچھ چھوڑ کے میری محفل کو پسند کیا تھا اور آج میں تمھیں دور بھیج رہا ہوں۔ اے معاذ یاد رکھو!

اگر تمھاری تبلیغ سے ایک بندہ بھی راہ راست پر آ گیا۔

خَيْرٌ لَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا [احياء العلوم الدين الباب الاول فی فضيلة التعليم]

پوری دنیا سے وہ عمل بھاری ہو جائے گا اور و مافیھا سے بھی وہ عمل بھاری ہو جائے گا۔

اگر تمھاری تبلیغ پر اللہ نے ایک آدمی کو بھی راہ راست پر چلا دیا تو یہ تمہارے لئے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے ان سب سے بہتر ہے۔

علما زمین پہ یوں جیسے آسماں میں ستارے

اس کے بعد نبی کریم ﷺ فرمانے لگے:

إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ يُهْتَدٰى بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ......[مسند امام احمد فی مسند انس بن مالک 12189]

میری امت کے علماء زمین والوں کے لیے یوں ہیں جیسے آسماں والوں کے لیے ستارے ہیں جیسے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں ایسے زمین والوں کے لیے یہ ستارے چمکتے ہیں اور آسماں کے ستاروں کو دیکھ کر اندھیرں میں راستے معین کیے جاتے ہیں اور پھر منزل معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا ایسے ہی زمین پر جس کو علم نافع مل گیا جس کو علم صحیح مل گیا وہ ایسا ستارہ بنا دیا گیا کہ انہیں دیکھ کر صراط مستقیم کا تعین کریں گے اور جتنے لوگ بھی منزل پر پہنچے گے ان کی روشنی کا حصہ اس میں موجود ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے قیامت تک اپنے دین کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی امت کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اس طرح متوجہ کیا کہ جو جس طرف بھی جائے کم از کم ایک جماعت ایسی موجود ہے۔ جو صرف خطیب نہیں بلکہ فقیہ بھی ہو، جو دین کو صحیح جاننے والی ہو، دلائل سمجھنے والی ہو، اس کو قرآن وسنت کے علوم کی مہارت ہو وہ جماعت چلتی رہے اور بڑھتی رہے۔

میدان حشر میں علماء کا اعزاز

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا۔

إِذَا اجْتَمَعَ الْعَالِمُ وَالْعَابِدُ عَلَى الصِّرَاطِ ، قِيْلَ لِلْعَابِدِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ

وَتَنَعَّمْ بِعِبَادَتِكَ وَقِيْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ هُنَا وَاشْفَعْ لِمَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ لَا تَشْفَعُ لِأَحَدٍ إِلَّا شُفِّعْتَ فَقَامَ مَقَامَ الْأَنْبِيَاء [كنز العمال رقم الحديث: 28688]

پرہیزگار آدمی جو عالم نہیں ہے اس کو قرآن وسنت پر عبور نہیں ہے بڑا اچھا انسان ہے۔ جو معاشرے میں غیرت مند ہے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو ارشاد فرمائیگا تو جنت میں داخل ہو جا

﴿عالم دین کی شفاعت﴾

وَقِيْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ هُنَا وَاشْفَعْ لِمَنْ أَحْبَبْتَ

عالم سے کہا جائے گا کہ ٹھہر جا، اکیلا جنت میں نہیں بلکہ اور لوگوں کو بھی ساتھ لے جا۔ تو شفاعت کر سفارش کر لوگوں کی جس کی تو سفارش کرے گا۔ اسے بھی تیرے ساتھ بھیج دیا جائے گا اس واسطے دنیا میں لوگوں کی بہتری کے لیے جہاد کرتا تھا۔ اور فرمایا کہ تو فرمان سناتا رہا اور تبلیغ کرتا رہا آج تو اکیلا جائے گا یہ تیری شان کے لائق نہیں لہذا کھڑا ہو جا۔

جتنوں کے لیے شفارس کرے گا اتنے لوگوں کے جلوس میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

﴿دعوت فکر﴾

اس واسطے میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ تم پکا ارادہ کر لو کہ ہم ایک ایسی انقلابی سوچ کے ساتھ اپنی اولاد میں سے علماء تیار کریں اور علم صحیح ان کو دلوانے کی کوشش کریں گے۔ دیکھیے آج ہر سہولت میدان میں آگئی ہے چھوٹے چھوٹے کورس متعارف ہو گئے ہیں، دو دو سال کا، چار چار سال کا اور وہ بھی اپنی جگہ غنیمت ہے۔ اس واسطے کچھ ان کے لیے لوگ نہیں مل رہے، کہاں ہیں وہ کہ جو پندرہ سال پڑھتے یا بیس سال پڑھتے

ہمارے جو اسلاف ہیں ان کی کوششیں اور کاوشیں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آیت کے ایک لفظ کی تفسیر میں چودہ سال بسر کیے۔

مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ...... [سورة النساء رقم الآية :100]

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اس کو موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالی کہتے ہیں:

طَلَبْتُ اِسْمَ هٰذَا الرَّجُلِ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً ......

[تفسیر قرطبی ج5 ص:348 بیروت]

میں نے چودہ سال تک اس آدمی کا نام تلاش کیا وہ کون ہے؟ جو نکلا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی یہ علم کا جو سیلاب ہے کتابوں کے اندر جو موجود ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے کہ لکھی ہوئی آسمان سے آئی ہیں۔

علم دین سیکھنے سے آتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا!

إِنَّ الرَّجُلَ لَا يُوْلَدُ عَالِماً ، وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ

[مصنف ابن ابی شیبة جزء 6 رقم الحدیث :]

تابعین سے کہنے لگے کوئی غلط فہمی تمہیں نہ ہو، کوئی عالم پیدا نہیں ہوتا پڑھنے سے علم آتا ہے وہ کچھ خاص لوگ ہیں جنہیں علم لدنی عطا کیا جاتا ہے عمومی طور پر پڑھنا پڑتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ کوئی بھی عالم پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو پڑھنے سے آتا ہے۔ یہ کتابیں لکھی ہوئیں، یہ لائبریریاں بھری ہوئی پانچ پانچ

ایکڑ کی لائبریریاں کتابوں کی بھری ہوئی، یہ ایک دومنٹ میں نہیں لکھی گئی ہیں اوران میں جو کچھ مواد ہے وہ ایک دو گھنٹے کا نہیں ہے بلکہ ان کی تو اس میں زندگیاں صرف ہو گئیں، ان کے کلیجے پگھل گئے، وہ راہ علم میں سفر کرتے کرتے تھک ہار گئے لیکن پھر بھی ان کا کاروان ہمت نہیں ہارا۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی۔ شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ فقہ کے قرآن وسنت کی تعلیم کو سن لینا اس سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے یہ سب اس کی کاوش ہے بلکہ اس کے پیچھے ہمارے اسلاف کی محنتوں کے کتنے جہاں آباد ہیں اور یہ کتنا لمبا سلسلہ ہے۔ یہ شبنم جو ایک پھول پہ نظر آئی ہے یہ اچانک نہیں آئی۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہو گی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہو گی

یہ فقہ کی کتابیں، یہ تفسیر کی کتابیں، یہ حدیث کی کتابیں، یہ لاکھوں کتابیں، یہ بائی چانس نہیں محنت اور شوق سے لکھی گئی ہیں۔ ان کے لیے جگر پگھلائے گئے ہیں ان کے لیے کتنی محنت کی گئی ہے اور یہ محنتیں قیمت کے لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے کی گئی ہیں۔

ہائے افسوس وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس ضیاء جاتا رہا

﴿ہمارے اسلاف کی محنتیں اور کاوشیں﴾

ہمارے اباء واجداد کے خون کی کمائی، خون کا نچوڑ اور محنت کا صلہ ہے لیکن وہ کتابیں بند ہیں اور پڑھنے کے لیے کوئی صلاحیت موجود نہیں۔ عربی گرائمر پڑھنے کے لیے کئی سال لگانے پڑتے ہیں۔ سائنٹھ علوم میں مہارت حاصل کرنا پڑتی ہے پھر جا کر

پتہ چلتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں سہل پسندی اور پھر چھوٹے چھوٹے نصاب منتخب کیے جارہے ہیں اور وہ پڑھنے کے پیچھے بھاگتے جارہیں۔ موجودہ دور میں ہمارے طلبا کی کھیپ تباہ و برباد ہورہی ہے جو چند شعر پڑھ لیتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جیسے اس نے علم کے آسمان کو ہاتھ لگالیا ہے۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالی کا تیمور لنگ کو جواب

یہ کیسا ہمارا علم و حکمت کا سلسلہ تھا اور اس کے پیچھے کتنی محنت تھی ایک مرتبہ حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالی تیمور لنگ کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور وہ اتنی شدید ہوئی کہ جب اس شدید بارش کا سیلاب آیا تو علامہ تفتازانی اٹھے اور کہنے لگے کہ میں گھر جاتا ہوں۔ حاکم وقت تیمور لنگ نے پوچھا کہ تم کیوں اٹھ کھڑے ہو تو آپ کہنے لگے اس واسطے اٹھ کھڑا ہوا ہوں کہ یہ بڑا سیلاب ہے کہیں تیرے دربار کی دیواریں گر نہ پڑیں تو میں مر جاؤں گا۔ تو اس واسطے میں اٹھ بیٹھا ہوں تو اس نے کہا کہ تم ایک مولوی ہو اور میں ملک کا حکمران ہوں میرے مرنے میں زیادہ نقصان ہے تمھارے مرنے میں نہیں۔ ایسے کئی لوگ ہیں تمھیں اتنا خطرہ کیوں لاحق ہو ا۔ قربان جاؤں حضرت امام تفتازانی کے جواب پر فرمانے لگے !اے تیمور لنگ تو مرے گا تو کیا نقصان ہو گا تیری جگہ بیٹھنے کے لیے ہزاروں گدھے موجود ہیں اور فورا تیری جگہ کوئی نہ کوئی بیٹھ جائے گا اور میری جگہ وہ بیٹھے گا جو تیس سال تک جنگلوں اور صحراؤں میں خاک چھانے گا۔ پھر امام تفتازانی بنے گا پھر آکے میری مسند پر بیٹھے گا اور پھر پڑھا سکے گا کوئی بائی چانس نہیں بن سکے گا، ایک دو سال میں نہیں بن سکے گا، تیس سال تک دن رات جگر پگلائے گا پھر تفتازانی بنے گا۔ اس واسطے تیرے مرنے سے کوئی نقصان نہیں ہو گا اور تیری سیٹ کو فورا پُر کرلیا جائے گا۔ اور جو میرے والی سیٹ ہے ہوسکتا ہے کہ صدیوں تک کوئی پُر نہ کر سکے۔

﴿اصل میراث علم دین ہے﴾

ہمیں اپنی اصل میراث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے یہ سارے جدید علوم بڑے ضروری ہیں مگر وہ تابع ہے اصل میں علم علم دین ہے۔ یہ علم دین سارے علوم کا امام ہے، یہ پیشوا ہے اور یہ قائد ہے۔ یہ کیسی بات ہے لوگوں نے قائد کو چھوڑ کے جو پیچھے مقتدی ہیں ان کو اپنا امام بنالیا ہے۔ ان کو اپنے لیے امام بنالیا، ان کو اپنے لیے پیشوا بنالیا یہ رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا تحفہ ہے اور آپ کی دی ہوئی سوغات ہے اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ہر حال میں اس آدمی کے شامل حال ہیں جو اس دین متین کو پڑھنے والا ہے۔

﴿نبی علیہ السلام نے طالب علم کو خوش آمدید کہا﴾

حضرت سوان بن اسال کہتے ہیں میں مسجد نبوی میں گیا تو سرکار ﷺ تشریف فرما تھے میں نے جا کے ان کو عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ إِنِّي جِئْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ،

میں آیا ہوں آپ سے پڑھنے کے لیے الفاظ دیکھیے میں آپ سے پڑھنے آیا ہوں۔

فَقَالَ": مَرْحَبًا بطالبِ الْعِلْمِ

[العجم الكبير للطبراني: رقم الحديث 7196]

تو رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا! اے طالب علم میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیسا مرتبہ ہے، کیسا مقام ہے، کتنا اونچا مرتبہ ہے۔

مَرْحَبًا بطالبِ الْعِلْمِ ...... یہ الفاظ بولے فرمایا تو پڑھنے آیا ہے تو میں پڑھانے آیا ہوں تجھے مرحبا کہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا! میرے صحابہ لوگ دور دراز سے اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا کے پہنچے گے مدینہ شریف میں جس وقت وہ تمھارے پاس آجائے۔

﴿طلباء کو خوش آمدید کہیں﴾

إِنَّهُ سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ مِنْ بَعْدِي يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَرَحِّبُوا بِهِمْ وَحَيُّوهُمْ وَعَلِّمُوهُمْ ......[سنن ابن ماجه باب الوصاة بطلبة العلم رقم الحديث:244]

یہ تم پر لازم ہے کہ جو آئے تم نے اس کو جھڑکی نہیں دینی بلکہ خوش آمدید کہنا ہے ان کو رَحِّبُوا کہو ان کو مرحبا کہو خوش آمدید کہو اس واسطے جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے وہ اس شوق میں تمہارے پاس پہنچتے رہیں گے۔

﴿آیئے اپنے اندر احساس پیدا کریں﴾

اس واسطے نبی کریم ﷺ کے دین کی حقیقی روح کے لیے ہمیں اس فن کے سپیشلسٹ تیار کرنے چاہییں۔ تمام دنیوی مصروفیات کو چھوڑ کر دس پندرہ سال کیلئے ان کی توجہ کا مرکز اور اس کے خیال کا محور صرف اور صرف قرآن وسنت اور اس کے معاون علوم ہونے چاہییں۔ تاکہ ہمارے پاس ایسی چابیاں موجود ہوں جس سے خیر کے دروازے کھلتے چلے جائیں۔ یہ کیسی ہماری بدنصیبی ہوگی کہ خزانہ تو ہو مگر چابیاں نہ ہوں۔ خزانہ یقیناً موجود ہے اور ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اب یہ ہماری ہمت پر ہے کہ چابیاں کتنی بنتی ہیں اور چابیاں کتنی اس خزانے کو تقسیم کرتی ہیں۔ خزانے والے خود ہمیں یہ حکم فرما رہے ہیں کہ میری امت جتنی بھی چابیاں بنا سکتے ہو بنا لو میرا خزانہ ختم نہیں ہو گا۔ یہ ہماری طرف سے نہایت غفلت ہوگی اگر ہم نے چابیاں بنانا چھوڑ دیں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھانا چھوڑ دیا اور ان کو آگے اس میدان میں بڑھانا چھوڑ دیا تو پھر ایک وبال ضرور آجائے گا، نحوست مزید چھا جائے گی، جہالت مزید آجائے گی۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں علم وحکمت کا یہ پیغام مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
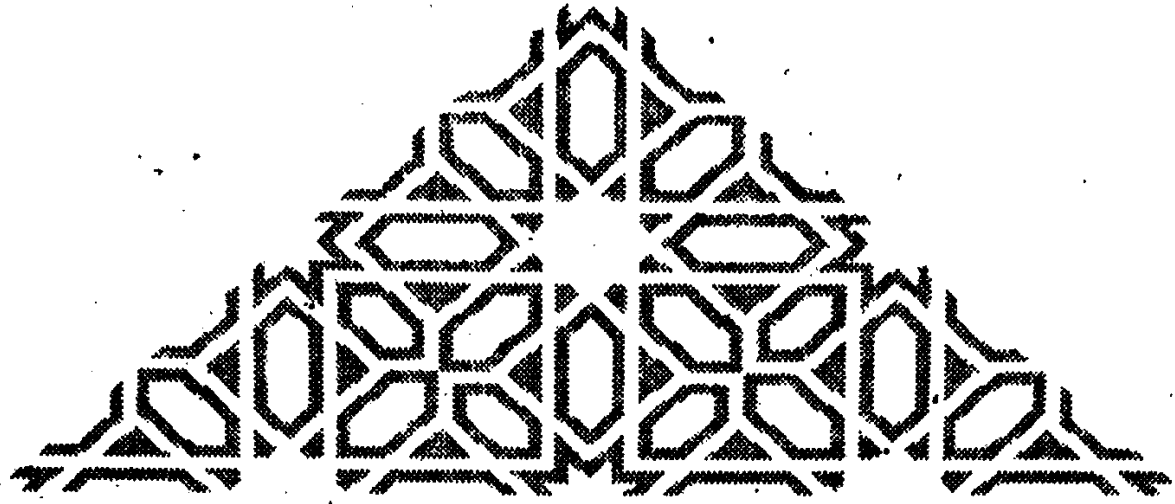
باب نمبر

2

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین
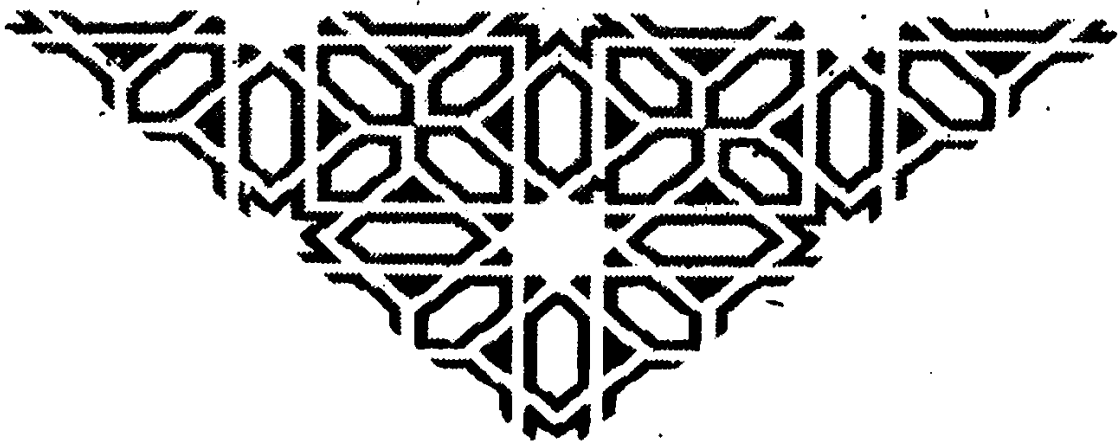
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِى جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درودوسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکرودانش، اصحابِ محبت ومودّت،

حاملینِ عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

ربِ ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین

وہ لوگ جن کو رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا، جنہوں نے رسول پاک ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا اور مقام صحابیت پر فائز ہوئے ان میں جس کو سب سے زیادہ مقام ومرتبہ ملا وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔نبی اکرم ﷺ کی صحابیت کے لیے صحابہ کرام کا انتخاب خود خالق کائنات نے کیا اور آپ ﷺ کی خلافت کیلئے روز ازل سے خالق کائنات نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا تھا۔ان تمام صحابہ کرام میں سے سید عالم ﷺ کی صحبت اور آپ کی تعلیمات کے سب سے زیادہ اثرات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ پر مرتب ہوئے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام﴾

اور آپ کی رفعت مقام پر قرآن مجید کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے متعدد فرامین آپ کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ [سورۃ الزمر آیت نمبر 33]

اس آیت کریمہ میں صدق لانے والی ذات رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے اور سچ کی تصدیق کرنے والی ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات ہے اگر چہ اس تصدیق کرنے کے مقدس فعل میں ہزاروں لاکھوں لوگ شریک ہو گئے لیکن جس نے رسول اکرم ﷺ کی تصدیق عجیب انداز میں کی وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو بھی میں نے اسلام کی دعوت دی اس کے لئے کوئی نہ کوئی رکاوٹ تھی، کوئی نہ کوئی تردد کرنے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ تھا۔ لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات وہ ہے جس وقت میں نے اللہ تعالی کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر کسی تردّد کے میری دعوت کو قبول کر لیا۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دنیا میں جنت کی خوشخبری﴾

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

[بخاری جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 203]

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کو جہنم کی آگ سے آزاد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھ لے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا لقب عتیق

ایک حدیث پاک میں آپ نے عتیق کا لفظ استعمال کیا۔ (جامع ترمذی کتاب المناقب حدیث 3612) عتیق کا معنی ہے شرافت والا، کعبہ کو بھی عتیق کہا گیا، اس کا معنی ہے پرانا گھر اور شرافت والا گھر اور عتیق کا معنی آزاد شدہ گھر بھی ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لقب کے طور پر جب لفظ عتیق کا استعمال ہوا ہے تو اس کا معنی ہے: جہنم کی آگ سے آزاد کیا گیا۔ یعنی جو یقینی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھ لے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبی شرافت

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبد اللہ ہے اور آپ کے والد کا نام ابو قحافہ ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی چار پشتوں کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ بھی صحابی ہیں اور آپ کے والدین بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں اور آپ کے پوتے بھی صحابی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق کہا جاتا ہے اس بارے میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا فیصلہ موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق کا لقب کسی شخص کی طرف سے نہیں ملا بلکہ آپ کو یہ لقب اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کی طرف

سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس لقب کو نازل فرمایا ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہنے کی وجہ﴾

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ سفر معراج سے واپس تشریف لائے اور قریش کے سامنے اس کا اعلان کیا

تو قریش نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد قریش حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، وہ انہیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتے تھے کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص رات کے تھوڑے سے حصے میں مکہ شریف سے مسجد اقصی جائے اور پھر مسجد اقصی سے ساتویں آسمان تک چلا جائے پھر عرش عظیم اور جنت کی سیر کرے اور پھر یہ کہے کہ میں رب کا دیدار کر کے آیا ہوں۔ تو کیا اتنا لمبا سفر تھوڑے سے وقت میں ایک آدمی طے کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بظاہر تو یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر انھوں نے کہا کہ جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو اور جن کی ہر بات کی تم تصدیق کرتے ہو انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ ان کافروں کی یہ بات سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے تو ابھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان کے لئے تو اس سے بڑے امر کی صبح و شام تصدیق کرتا ہوں۔

جضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ آپ کو اسی تصدیق کی وجہ سے صدیق اکبر کہا جاتا ہے۔ (روح المعانی جلد 10 صفحہ 355)

﴿واقعہ معراج کی تصدیق کا منفرد انداز﴾

اس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی جس

انداز میں تصدیق کی وہ بڑا انرالا انداز تھا۔ جس وقت آپ کے پاس ایک روایت پہنچی، روایت پہنچانے والے ابو جہل اور اس کے ہم نوا تھے اور انہوں نے ایک عجیب انداز میں یہ واقعہ پیش کیا۔ پہلے انہوں نے ایک اجنبی شخص کے بارے میں کہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اجنبی شخص کے بارے میں انکار کیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے اپنی بات کا رخ بدلا اور کہنے لگے وہ جن کا تم نے کلمہ پڑھا ہے انہوں نے یہ کہا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً کہا کہ میں اس عظیم واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں۔

امت مسلمہ کے لئے اہم اصول کا ثبوت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس انداز میں تصدیق کے طریقے سے ایک اصول ثابت ہوتا ہے۔ کسی بات کی تصدیق یا تکذیب کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کے پہنچانے والے راوی کو دیکھا جائے وہ شخص کیسا ہے؟ لیکن رسول اکرم ﷺ کی شان کے اظہار کی خاطر راوی کو نہیں دیکھا جائے گا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کردی جائے گی جس سے شانِ رسول ﷺ کا اظہار ہو رہا ہو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز دیکھیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کے ایک وصف کو بیان کرنے کی بات آئی یا اس کو ثابت کرنے کی بات آئی اگرچہ اس کا راوی پرلے درجے کا جھوٹا انسان تھا جس کو ابوجہل کہا جاتا تھا لیکن اس میں چونکہ رسول اکرم ﷺ کی شان اور عظمت کی بات تھی ایسے موقع پر آپ نے راوی کی طرف توجہ نہیں کی، راوی کی بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے آپ نے رسول اکرم ﷺ کے اس منصب کی تصدیق کردی۔

ابو جہل سے کمزور اور کذّاب راوی اور کون ہو سکتا ہے یہ اور اس کے ہمنوا جن کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں تھا جو زمانے کے کذّاب لوگوں میں سر فہرست تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی تصدیق تب کروں گا جب یہ روایت مجھے قوت کے ساتھ پہنچے گی یا جب اس روایت میں کوئی شک نہیں ہوگا بلکہ آپ کے ہاں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف اور آپ ﷺ کے کمالات کا اظہار روایت کا مرہون منت نہیں تھا۔ اس واسطے بظاہر اس روایت کو پہنچانے والا ایک جھوٹا انسان تھا لیکن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی زبان کو نہیں دیکھا بلکہ نبی پاک ﷺ کی شانِ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی اس عظمت اور شان کی تصدیق کر دی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سنہرا انتخاب

رسول اکرم ﷺ نے جو آپ کا یہ وصف ارشاد فرمایا کہ ”میں نے جس پر بھی اسلام کو پیش کیا اس نے کچھ تردّد کیا، کچھ سوچ و بچار کی اور مجھ سے معجزات کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ انسان ہیں کہ ایک لمحے ان پر میں نے دعوت پیش کی اور دوسرے لمحے انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا۔“ حقیقت میں خالق کائنات کی طرف سے یہ ایک سنہری انتخاب تھا کہ جس کا تذکرہ پہلی کتابوں میں بھی آ چکا تھا اس واسطے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف میں اپنی رسالت کا اور خالق کائنات کی توحید کا اعلان کیا اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں موجود نہیں تھے۔

یمنی شیخ سے ملاقات

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت یمن کے سفر پر تھے۔ یمن میں آپ تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے وہاں آپ کی ملاقات ”ازد“ کے

ایک شیخ سے ہوئی جو کہ آسمانی کتابوں کا ماہر تھا اور پورے شہر یمن کے اندر اس کے علم کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔

یمنی شیخ کے چار سوالات

سیدنا صدیق اکبر جب ان سے ملے تو اس شیخ نے آپ کو دیکھتے ہی پوچھا:

أَحْسَبُكَ حَرَمِيًّا مجھے لگتا ہے کہ تم حرم شریف سے آئے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا:

نَعَم...... ہاں! میں حرم سے آیا ہوں میں مکہ سے آیا ہوں۔

دوسرے نمبر پر انہوں نے سوال کیا

أَحْسَبُكَ قُرَشِيًّا؟...... مجھے لگتا ہے کہ تم مکہ شریف کے خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہا: ہاں میرا تعلق خاندان قریش سے ہے۔

تو وہ شیخ کہنے لگے کہ

أَحْسَبُكَ تَيْمِيًّا؟ ...... میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ تم قریش کی جو شاخ بنی تیم ہے اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔

تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا:

نَعَمْ اَنَا مِنْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ...... میرا تعلق بنی تیم بن مرہ کے ساتھ ہے۔

یہ تین سوال انہوں نے کیے، اپنی فراست کے مطابق جو انہوں نے سمجھا تھا اس میں وہ صداقت کو پہنچے۔ شیخ جو آسمانی کتابوں کے ماہر تھے اور بہت سا علم رکھتے تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متعارف نہیں تھے پہلی ملاقات میں دیکھتے ہی تین

سوال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو انہوں نے کیے، جوابات سے ان کے دل کا فیصلہ درست ثابت ہوا۔

انہوں نے اس کے بعد چوتھا سوال کیا:

بَقِيَتْ لِيْ فِيْكَ وَاحِدَةٌ قُلْتُ مَا هِيَ؟ قَالَ اكْشِفْ لِيْ عَنْ بَطْنِكَ۔

ایک نشانی باقی ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ شیخ کہنے لگے: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں میں ایک نشانی دیکھنا چاہتا ہوں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت تک پیٹ سے کپڑا نہیں اٹھاؤں گا جب تک آپ مجھے یہ بیان نہیں کرتے کہ میرے بارے میں کس چیز کی تحقیق کر رہے ہو اور مجھ سے سوال کر کے تم کونسی اپنی جستجو کو پورا کرنا چاہتے ہو میری شخصیت میں تمہیں کس چیز کی تلاش ہے؟ آپ یہ پہلے بیان فرمائیں کہ آپ کس چیز کو ڈھونڈ رہے ہیں پھر میں اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاؤں گا۔

﴿سابقہ کتابوں میں تذکرہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ﴾

تو شیخ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے:

لَقَدْ اَجِدُ فِيْ عِلْمِ الصَّحِيْحِ اَنَّ نَبِيًّا يُبْعَثُ فِي الْحَرَمِ۔

میں نے علم صحیح میں پڑھا ہے کہ حرم شریف میں ایک نبی مبعوث ہونگے مکہ شریف میں ایک نبی آئیں گے نبوت کا وہ اعلان کریں گے۔

يُعَاوِنُ عَلٰى اَمْرِهٖ فَتًى وَّكَهْلٌ

جس وقت اعلان نبوت کریں گے ان کے کاروان میں فوراً دو شخص شریک ہو جائیں ایک نوجوان ہوگا اور ایک ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ وہ ان کا فوراً جھنڈا اٹھالیں گے اس کارواں کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی کوششیں صرف کردیں گے ان میں سے جو ادھیڑ

عمر کا ہے اس کا رنگ سفید ہوگا وہ نحیف بدن والا ہوگا

فَوْقَ سُرَّتِهٖ شَامَةٌ وَعَلٰی فَخِذِهِ الْيُسْرٰى عَلَامَةٌ

اس کی ناف کے اوپر تل کا ایک نشان ہوگا اوران کی بائیں ران پر ایک علامت ہوگی۔ران والی علامت تو میں نہیں دیکھ سکتا لیکن جو ناف کے اوپر والی علامت ہے وہ میں دیکھ سکتا ہوں میں نے پہلے آسمانی کتابوں میں اس عظیم پیغمبر کے کارواں میں شامل ہونے سے پہلے ادھیڑ عمر انسان کی جو علامات پڑھی تھیں باقی ساری میں نے پا لی ہیں۔

بَقِيَتْ فِيْكَ وَاحِدَةٌ۔ صرف ایک علامت باقی رہ گئی ہے اس کے پا لینے کے بعد میں فیصلہ کر سکوں گا کہ واقعی میں نے اس عظیم شخص کو تلاش کر لیا ہے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس وقت اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو شیخ کہنے لگے:هُوَ اَنْتَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ مجھے رب کعبہ کی قسم ہے وہ تم ہی ہو جس کا ذکر خالق کائنات نے پہلی کتابوں میں کیا ہے۔حرم میں نبی مبعوث ہوں گے ان کے کارواں میں وہ ادھیڑ عمر شریک ہو جائیں گے،ان کا جھنڈا لے کر دنیا کے کونے کونے میں لہرانے کے لیے اور ان کے پیغام کو پہچانے کے لیے اپنی پوری ہمت لگا دیں گے،خلافت کے منصب پر وہ فائز ہو جائیں گے،میرے پاس آنے والی ساری علامتیں میں نے تجھ میں پالی ہیں۔

یہ علامت دیکھنے کے بعد انہوں نے مبارک دی کہ تمھیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں قائد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے پسند فرمایا ہے،ان کے پیغام کو عام کرنے کیلئے ان کی نیابت اور خلافت کے لیے،ان کا مشکل اوقات میں ساتھ دینے کے لیے خدا نے تمھیں پسند کیا ہے۔لہذا میں تم کو مبارک دیتا ہوں اور یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی اس راستے کو نہ چھوڑنا۔

یمنی شیخ کی نعتیہ شاعری

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان سے ملنے کے بعد میں کئی دن یمن میں رہا کئی اور شیوخ سے بھی ملاقات ہوئی واپس آنے لگا تو پھر میں ان سے ملا میں نے کہا کہ اب واپس جا رہا ہوں۔ وہ شیخ کہنے لگا :

أَحَامِلٌ أَنْتَ مِنِّيْ اَبْيَاتًا قُلْتُهَا فِيْ ذَالِكَ النَّبِيِّ ﷺ -

[تاریخ دمشق فی ذکر عبد الله و یقال عتیق بن عثمان بن قحافه]

اگر تم واپس جا رہے ہو تو وہ نبی اکرم ﷺ جو حرم میں آئیں گے میں نے ان کی شان میں ایک نعت لکھی ہے اگر تم یہ کر سکو تو میرے شعر ان کی خدمت میں پہنچا دینا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے لیے سعادت ہے میں آپ کے لکھے ہوئے شعر ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔

نبی کریم ﷺ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے آپ کی علامات تو آپ کی علامات رہیں خالق کائنات نے آپ کے دوستوں کے نشانات بھی لوگوں کو بتا رکھے تھے ان کو آسمانی کتابوں کا موضوع بنا دیا تھا ابھی آپ نے اعلان بھی نہیں کیا مگر جو اہل حق ہیں دور دور تک اس کو پہچاننے والے ہیں، مکہ شریف سے وہ سورج طلوع ہونے والا ہے جو اللہ کے نور سے ساری کائنات کو منور کر دیں گے پوری کائنات ان کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

واپسی پر مکہ کے حالات

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں واپس مکہ شریف آیا تو دیکھا کہ ماحول بدلا ہوا تھا جب گیا تھا تو اس وقت حالات اور تھے واپس آیا تو

حالات اور ہیں، مجھے مکہ شریف کے مرکزی گیٹ پر ہی کفار کا ایک وفد ملا ابوجہل وغیرہ نے کہا اے ابوبکر تمہارا دوست جن کے ساتھ تم نے بہت سے سال گزارے ہیں ان کی تم تعریفیں کرتے رہتے ہو۔

يَتِيْمُ اَبِىْ طَالِبٍ يَدَّعِىْ اَنَّه' نَبِىٌّ۔...... ابوطالب کے یتیم بھتیجے وہ یہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اے ابوبکر صرف تمھارا ہی انتظار تھا ہم نے پہلے کوئی جواب نہیں دیا ہم چاہتے تھے کہ آپ آجائیں اور خود اس بات کا جواب دیں۔ اَنْتَ النِّهَايَةُ وَ اَنْتَ الْكِفَايَةُ۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت

آپ اس بات کا جواب دیں ہم نے یہ مسئلہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ قیادت دے کر آپ سے انکار کروانا چاہتے تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قیادت دیتے ہوئے اور ساتھ اس انداز میں اس مسئلے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ سے پہلے ہم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا، اب آپ آگئے ہیں لہٰذا جو فیصلہ کرو گے وہ ہم مان جائیں گے اگر کوئی پیغمبر ہوتا تو کسی اور گھرانے میں ہوتا یتیم بچہ نبی کیسے ہوسکتا ہے ساتھ ہی اپنے تاثرات بھی دے رہے ہیں اور آپ کو فیصلے کا حق بھی دے رہے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی علیہ السلام سے ملاقات

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جواب دیتا ہوں مجھے ایک مرتبہ ان سے ملاقات کر لینے دو میں مل لوں اس کے بعد میں جواب دوں گا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گیا نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ الکبری کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ مین دروازے پر پہنچا اور اپنے آنے کی اطلاع دی نبی

کریم ﷺ جب باہر تشریف لائے تو آپ نے مجھے ملتے ہوئے کہا!

یَا اَبَا بَکْرٍ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ وَاِلَی النَّاسِ جَمِیْعًا۔

اے ابوبکر خدا نے مجھے تیرا بھی رسول بنایا ہے اور سارے لوگوں کا رسول بھی بنایا ہے۔

﴿علم غیب نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل﴾

نبی کریم ﷺ نے جب یہ پیغام دیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

مَاَ دَلِیْلُكَ ؟ اس کی دلیل کیا ہے؟

یہ صدیق اکبر جن کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جسے بھی اسلام کا پیغام دیا اس نے کچھ نہ کچھ رکاوٹ محسوس کی، صدیق نہیں رکے انہوں نے فورا میری دعوت کو قبول کر لیا ہے سیدنا صدیق اکبر مائل بحق اتنے تھے کہ سب کچھ تو یمن سے ہی قبول کر آئے تھے مگر ان کو جو لوگ فصیلِ شہر سے ملے ہیں ان کو جواب دینے کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اے میرے پیارے حبیب یہ آپ جو فرما رہے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے:

اَلشَّیْخُ الَّذِیْ لَقِیْتَ بِالْیَمَنِ ۔ میرے رسول ہونے کی دلیل وہ شیخ ہے جو تجھے یمن میں ملا ہے۔ کہاں مکہ شریف اور کہاں یمن اور کہاں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملاقات۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے گئے تھے اعلان نبوت نہیں ہوا تھا بعد میں ہوا ہے واپس پلٹے ہیں تو دلیل پوچھی تو سرکار نے فرمایا ہے: **اَلشَّیْخُ الَّذِیْ لَقِیْتَ بِالْیَمَنِ** ۔

میری نبوت کی دلیل وہ شیخ ہے جس سے یمن میں ملے ہو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی واصل باللہ اور بات کو پا لینے والے تھے مگر ان لوگوں کو جواب دینے کے لیے جو آپ پر فیصلہ رکھے ہوئے تھے اس واسطے پوچھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال کیا!

كَمْ مِنْ شَيْخٍ لَقِيْتُهٗ بِالْيَمَنِ۔ یمن میں میں کسی ایک شیخ سے تو نہیں ملا بہت سے شیوخ سے ملا ہوں، یمن میں میری ملاقات بہت سے شیوخ سے ہوئی ہے کس کو آپ اپنی رسالت کی دلیل بتا رہے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

اَلَّذِیْ اَفَادَكَ الْاَبْیَاتَ۔ میں اس شیخ کی بات کر رہا ہوں جس نے تجھے میری نعت دے کے بھیجا ہے، یہ دوسری خبر تھی تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعُكَ۔

محبوب اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

فَانْصَرَفْتُ وَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَشَدُّ سُرُوْرًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِاِسْلَامِیْ [تاریخ دمشق فی ذکر عبد اللہ و یقال عتیق بن عثمان بن قحافه]

میں واپس لوٹ رہا تھا کہ اس وقت مکہ کی وادی میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو میرے اسلام لانے پر خوشی نہیں تھی۔

نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتیں

نبی کریم ﷺ کی نگاہ نبوت کی وسعت دیکھیے اور سرکار ﷺ کا علمی فیضان دیکھیے کہ خالق کائنات نے آپ کو کتنا نوازا ہے آپ بیٹھے تو مکہ شریف میں تھے مگر یمن کے حالات سے بھی مطلع تھے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب پوچھا

آپ نے فوراً دو غیب کی خبریں دے کرامت کو بتا دیا کہ اس امت کے پہلے فرد جس وقت دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو معجزہ علم غیب کو دیکھ کر ہو رہے تھے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مشرکین کو جا کر کہا بات یہ ہے کہ تم نے فیصلہ مجھ پر چھوڑا ہے میں تمھیں بتا تا ہوں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہتے ہیں زمین پر بیٹھ کر عرش بریں کی جو خبر دے رہے ہیں یہ سچی خبر ہے میں نے یمن میں کچھ باتیں سنی تھیں وہاں جب میں لوگوں سے مل رہا تھا تو وہاں کوئی پیغام رساں ادارہ نہیں تھا اور ملاقات میں جو کچھ بات چیت ہوئی ہے کوئی اس کی رپورٹ پہنچانے والا نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں جب لوگوں سے ملا ہوں سارے کے سارے لوگ اور جو کچھ باتیں ہوئی ہیں ہو بہو سرکار ﷺ نے مجھے بتا دی ہیں لہٰذا میرے دل نے تصدیق کر دی ہے کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا ہے سچ نکلتا ہے کیونکہ جو خدا کا پیغمبر ہو بس وہی ایسی غیب کی خبریں دے سکتا ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال کی حکمتیں﴾

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ دو سوال کیے، آپ کا دل تو پہلے ہی مائل تھا لیکن آپ نے مشرکینِ مکہ کا جواب دینے کے لیے سوال کیے تھے۔ اس سے مزید مسلکِ حق کی وضاحت بھی ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ وہ عظمت والے رسول ہیں کہ دنیا کو جب پہلا سبق پڑھا رہے تھے اس کے اندر سرکار ﷺ اپنے علم کی جھلک پیش کر رہے تھے۔ میں وہ نہیں ہوں کہ جس کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ میں وہ ہوں کہ مکہ شریف میں بیٹھ کر یمن کے حالات کو جانتا ہوں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیغام امت تک پہنچا دیا۔ اسد الغابہ جو بہت سی جلدوں پر مشتمل کتاب

ہے اس کے اندر یہ بات سند کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہیں کہ جن کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود تھا اور پھر انتخاب اس انداز میں ہو چکا تھا اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ کو خوشخبریاں مل رہی تھیں۔

﴿صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اولین انتخاب﴾

خالق کائنات نے جن لوگوں کو رسول ﷺ کی صحابیت کا شرف بخشنا تھا ان کا انتخاب روز ازل سے تھا چونکہ سیدِ عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَ لِيْ أَصْحَابِيْ۔

[المعجم الکبیر للطبرانی باب الالف من اسمہ احمد رقم الحدیث 463]

خالق کائنات نے اپنے لیے مجھے چنا اور میرے لیے میرے صحابہ کو چنا۔

﴿حفاظت دین میں صحابہ کا کردار﴾

وہ عظیم اور برگزیدہ شخصیات جن کا بطور صحابی چناؤ رب ذوالجلال نے کیا ان سب کا زندگی بھر یہ کردار رہا کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے میں دین کی تبلیغ کے لیے اور دین کی حفاظت کے لیے کردار ادا کیا۔ حفاظت دین کی خاطر ان کو گھر چھوڑنا پڑا تو گھر چھوڑا، برادری چھوڑنا پڑی تو برادری چھوڑی، حفاظت دین کی خاطر انہوں نے مختلف معرکوں میں حصہ لیا اور حفاظت دین کی خاطر انہوں نے دور دراز کے سفر کیے۔ ہر صحابی کا پورا ایک خدمات کا سلسلہ ہے ان تمام تر خدمات میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی شخصیات کی خدمات بہت ممتاز ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر امیر المؤمنین خلیفۃ الرسول بلا فصل حضرت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حفاظت دین

ابتدائی طور پر اور سب سے اہم کام اس پوری امت میں جس شخصیت نے کیا ہے وہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد فوراً جو امت پہ بوجھ آیا اور جو نہ گفتہ بہ حالات آئے اور یکبار مختلف خطرات کا امت کے آشیانے پر نزول ہوا، وہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے بڑے حوصلے سے، صبر سے، استقامت سے اور دلیری سے ہر فتنے کا جواب دیا اور کاشانۂ ایمان کو نقب لگانے والی جتنی قوتیں تھیں ان سب کا منہ توڑ جواب دے دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تحفظ ختم نبوت

اس سلسلہ میں حفاظت دین کا سب سے اہم پہلو ختم نبوت ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اگر نہ ہو تو دین کی اساس ہی ختم ہو جاتی ہے، جس بناء پر دین کی روح قائم ہے وہ ختم نبوت ہے۔ اگر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو نبی آخر الزمان نہ مانا جائے تو اس سے ہزاروں قباحتیں لازم آئیں گی اور ہزاروں کفر لازم آئیں گے۔ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جو دین نے دیا تھا اس دین میں اضافے کے بھی خطرات ہیں کہ نیا دعویدار اس میں اضافے کرے اور پھر یہ بھی خطرات ہیں کہ جو پہلے دین موجود ہے اس میں بعض باتوں کو اپنی نئی نبوت کی آڑ میں منسوخ کر دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں

خالق کائنات جل جلالہ نے یہ حتمی فیصلہ سنا دیا کہ میرے محبوب ﷺ کے بعد کسی

نبی کی بحیثیت نبی آنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جو دین محبوب علیہ السلام نے دیا تھا وہ رجسٹرڈ (Registered) دین ہے، فائنل دین ہے، حتمی دین ہے۔ اس میں نہ اضافہ ہو سکتا ہے نہ کمی ہو سکتی ہے۔

﴿مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد﴾

جس وقت محبوب علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے تو سب سے بڑا کفر کا حملہ اسلام پر ختم نبوت کے انکار کا تھا، جس وقت مسیلمہ کذّاب نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس وقت اس نے دین اسلام کو ختم کرنے کی سازش کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ شخصیت ہے کہ جنہوں نے اس فتنے کا بھی بھرپور مقابلہ کیا اور یمامہ کے میدان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پوری فوج بھیج کر اس فتنے کی سرکوبی کی ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ چالیس ہزار اس کے حواری تھے مسیلمہ کذّاب کے چالیس ہزار پجاری تھے، ان کے مقابلے میں چند ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے ان کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت اور کمان میسر تھی، کئی دنوں تک جنگ جاری رہی اور پھر جا کر وہ فتنہ ختم ہوا اس کے حواری مارے گئے اور مسیلمہ کو تہ تیغ کر دیا گیا، بڑی بھاری قیمت دے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت پر پہرہ دیا، اس کی حفاظت کی، جس کی برکت سے آج تک دین متین اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

﴿تحفظ ختم نبوت کے لئے بے مثال قربانی﴾

سید عالم نور مجسم شفیع معظم ﷺ کے زمانہ اطہر میں ظاہری حیات میں جتنے غزوات ہوئے ہیں ان میں شہداء کی مجموعی تعداد اگر اکٹھی کی جائے تو اس مجموعی تعداد

سے یمامہ کی ایک جنگ کے شہیدوں کی تعداد بڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ختم نبوت کی جو جنگ لڑی گئی اس جنگ کے شہید عہد نبوت کے سارے شہیدوں سے زیادہ ہیں یعنی خندق، احد، حنین ساری جنگوں میں جتنے شہید ہوئے ان کی مجموی تعداد سے یمامہ کے اندر شہادتیں زیادہ ہوئی ہیں۔ یمامہ میں مسلم امہ نے ختم نبوت پہ پہرہ دینے کیلئے بھاری قیمت ادا کی ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی نبوت اور ناموس پر پہرہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم سچے نبی کے سچے غلام ہیں۔ اور محبوب علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے فوراً بعد اسلام کے لیے جو شدید ترین خطرہ تھا اس خطرے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوب علیہ السلام کے دین کو ہمیشہ کیلئے حفاظت عطا فرمائی۔ دوسری طرف دین مکمل ہو چکا تھا اب وحی کا دروازہ بند ہونے کے بعد نئے احکام نہیں آسکتے اور آئے ہوئے ختم نہیں ہو سکتے۔

منکرین زکوۃ کا محاسبہ

اس سلسلے میں کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے کی چھٹی چاہی اور ان کا یہ موقف تھا کہ محض ہم ایک چیز کی چھٹی مانگ رہے ہیں باقی سب کچھ ہم کریں گے نماز بھی پڑھیں گے، روزہ بھی رکھیں گے، حج بھی کریں گے، تبلیغ بھی کریں گے، وعظ بھی کریں گے، قرآن بھی پڑھیں گے اور پڑھائیں گے سب کچھ ہم کرتے رہیں گے جس وقت یہ لوگ سامنے آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے سامنے حفاظت دین کا ایک نیا باب تھا آپ نے اس موقع پر بھی آہنی ہاتھوں سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ جتنی قیمت دینی پڑی دی مگر دین کو محفوظ کیا آپ کو اس سلسلہ میں ابتدائی طور پر فکری مخالفت کا بھی

سامنا کرنا پڑا۔ یعنی حالات اتنے سخت ہو گئے تھے محبوب علیہ السلام کا اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نو مسلم قبائل کے اندر اس طرح کے فتنے پیدا ہو گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ

اس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر انسان یہ کہنے پر مجبور ہو چکا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ وقت تک ہمیں اپنی مسجد تک محدود ہو جانا چاہیے۔ اور یہ جو بیرونی معاملات ہیں ان میں دخل نہیں دینا چاہیئے جب ہم مضبوط ہو جائیں گے تو پھر جا کے ہم باغیوں پہ ہاتھ ڈالیں گے۔ اور منکرین زکوۃ کا مقابلہ کریں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سخت جواب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر بڑا سخت جملہ بولا اور کہنے لگے۔

أَجَبَّارٌ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ خَوَّارٌ فِيْ الْإِسْلَامِ ؟

[الدر المنثور سورة التوبة تحت رقم الآية 40 :دلائل النبوة للبيهقي باب خروج النبی ﷺ مع صاحبه ابی بکر رقم الحدیث 731 بیروت]

تم جاہلیت میں بڑے بہادر تھے اور اسلام میں بزدل ہو؟

اے عمر تم کیسی باتیں کرتے ہو جب تک تم جاہلیت میں تھے تو نڈر تھے آج ڈرپوکوں والی باتیں کر رہے ہو۔ یہ کیسا مشورہ تم نے دیا ہے کہ ہم مسجد تک محدود ہو جائیں اور بیرونی معاملات کو چھوڑ دیں؟ کہنے لگے:

قَدْ تَمَّتْ دِيْنٌ وَانْقَطَعَ الْوَحْيُ۔ دین مکمل ہو گیا، وحی بند ہو گئی، محبوب علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے ساتھ دین مکمل ہو گیا۔

اَیَنْقُصُ وَ اَنَا حَیٌّ۔ کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین کو نقصان پہنچ جائے؟ ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ منکرین زکوۃ دین کو کم کرنا چاہتے ہیں دین کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ کو معطل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ میرے نبی علیہ السلام دنیا سے چلے جائیں اور میں جی رہا ہوں، ایسے میں دین کم ہو جائے، ناقص ہو جائے، دین ادھورا ہو جائے۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا میں ان لوگوں کا مقابلہ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس بات کو بعد میں بیان کرنے والے ہیں کہتے ہیں کہ مجھ جیسا انسان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ کہتا تھا کہ ایک حدیث پاک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کہ جس بندے نے ہمارا کلمہ پڑھا اور ہماری طرح نماز پڑھی اس کا خون محفوظ ہو گیا۔

كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ۔

[صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ، رقم الحدیث 1312]

آپ کیسے لوگوں سے قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھ لیں جب انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور اپنا مال محفوظ کر لیا مگر اس کا حق اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ اسی طرح آپ نے کہا کہ

مَنِ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلَاتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ۔

[احکام القرآن للجصاص سورۃ براۃ باب اخذ الجزیۃ من اھل الکتاب، مصنف عبد الرزاق]

جس نے ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا اور اس نے ہماری نماز پڑھی ہم جیسی نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے یعنی اس کا خون محفوظ ہو گیا ہے، اسے قتل کرنا جائز نہیں، اسے مارنا حلال نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ڈٹ گیا تھا کہ میں نے حدیث سنی ہوئی ہے لہٰذا یہ منکرین زکوٰۃ کلمہ گو بھی ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی حدیث کی روشنی میں ان کا خون محفوظ ہے ان کے خلاف تلواریں چلانا جائز نہیں، ان کے خلاف جہاد کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ہماری طرح کلمہ پڑھتے ہیں اور ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے قبلے کی طرح منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر بھی یہ کہا کہ اے عمر یاد رکھو :

وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا۔

[صحیح بخاری. کتاب الزکوۃ باب وجوب الزکوۃ ،رقم الحدیث 1312]

خدا کی قسم اگر انہوں نے بکری کا بچہ روک لیا جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔

یہ لوگ ساری زکوٰۃ دے کر ایک بکری کا چھوٹا سا بچہ روک لیں تو میں پھر بھی ان کے سر اتاروں گا، ان سے لڑوں گا، ان سے جہاد کروں گا اور (عقالا) کا لفظ بھی ہے اگر بکری کی رسی نہیں دیں گے تو پھر بھی میں ان سے جہاد کروں گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حفاظت دین کا نظریہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حفاظت دین کا نظریہ اور جرأت و فراست دیکھیئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالآخر قائل ہو گئے اور بعد میں جب بھی اس دن کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے اگر میرا رب مجھے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات کے بدلے میں میری ساری زندگی کی راتیں اور ایک دن کے بدلے ساری زندگی کے دن لے لے تو میں سمجھوں گا کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں ۔پوچھا گیا کونسی رات؟ تو فرمانے لگے وہ ہجرت کی رات ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ دن کونسا ہے؟ فرمایا کہ وہ دن کہ جس دن میں یہ کہتا تھا کہ منکرینِ زکوۃ کے خلاف ایکشن نہ لیا جائے ۔میری رائے یہ تھی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف میرے خلاف تھا بالآخر میرا سینہ بھی اس وعظ کے لئے کھول دیا گیا جس کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجھ سے پہلے کھلا ہوا تھا۔ پھر مجھے سمجھ آ گئی یہ حدیث جو میں نے سنی ہے اس کی شرح نبی علیہ السلام کے خلیفہ کو آتی ہے۔ میں کہہ رہا تھا کہ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور وہ نماز پڑھتے ہیں اور قبلہ ہمارے والا ہے تو ان کا خون محفوظ ہے اور ان کا مال بھی محفوظ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے مطلب واضح ہوا کہ جس نے یہ کام کئے اور ساتھ ہی ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کیا تو پھر اس کا سر محفوظ ہے، اس کا مال محفوظ ہے، اس کا خون محفوظ ہے۔ اور ایک شخص یہ سارے کام کر کے پھر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو جائے تو اس کا کلمہ بھی غیر معتبر ہو جائے گا اس کی نماز بھی غیر معتبر ہو گی، اس کا قبلہ کی طرف توجہ کرنا بھی غیر معتبر ہو جائے گا۔ لہٰذا زکوۃ جیسے فرض کا انکار کر کے کوئی

بندہ مومن نہیں رہ سکتا۔ وہ اس وقت انکار کے ساتھ ہی کافر ہو چکا ہے، مرتد ہو چکا ہے پھر مرتدین سے زمین کو پاک کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فیصلہ جو انہوں نے فی البدیہہ کیا تھا اور فوراً کر دیا تھا اور بالآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یوں مانا اور اس انداز میں اس کی قدر و قیمت رکھی کہ ساری زندگی کے دنوں کی نیکیاں دے کے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوی والے دن کی نیکی مل جائے وہ فتوی جو انہوں نے دین کی حفاظت کیلئے دیا تھا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے خسارہ نہیں ہوا بلکہ مجھے فائدہ ہوا۔

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین کی پروٹیکشن (protection) کے اندر کردار ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

لَوْ كَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

[سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب عن مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ رقم الحدیث :3619]

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہوتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لہذا نبی نہیں آئے گا اتنی روشن سوچ والے عمر رضی اللہ تعالی عنہ جن کی تجویز پر اللہ کے قرآن کی سترہ آیات کا نزول ہو جائے، جس وقت وہ بھی اس مسئلہ میں متحیر ہو چکے تھے حفاظت دین کا فلسفہ ان کے سامنے دھندلا ہو چکا تھا اس وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُرشِدِ امت تھے جنہوں نے امت کی نگہبانی کی اور ملت کی نگرانی کی اور دین کو محفوظ کیا اور ڈٹ گئے اگر آج ان کی بات مان لیں کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں، سب کچھ کرتے

ہیں، صرف زکوۃ نہیں دیں گے۔

پھر دوسرے آجائیں گے وہ کہیں گے کہ زکوۃ دیں گے حج کریں مگر نمازیں نہیں پڑھیں گے تو پھر اس طرح ایک ایک کر کے چھٹی ہوتی چلی جائے گی پیچھے دین کا کیا بچے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کیلئے اس کی وضاحت فرما دی۔

اسی طرح آج بھی اگر کوئی شخص رب کو سجدہ کرے دن میں ہزار بار لیکن دن میں ایک بار بت کو سجدہ کرے تو اس کے ہزار سجدے کا نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے ایک سجدہ جو اس نے بت کو کیا ہے اس کے ساتھ اس کے ہزار سجدوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اس واسطے کلمہ ہو، نماز ہو ان سب کا اعتبار اس وقت ہے جب تک بندہ ضروریات دین میں سے کسی کا منکر نہیں ہے اگر ضروریات دین میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا تو اس کے لیے سارے کا سارا دین کالعدم ہو جائے گا اور اس کے دین اور ایمان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

﴿افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ﴾

اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو ایک طرح کا مناظرہ ہوتا رہا اور دین کی حفاظت کے لحاظ سے بالآخر وہ رائے غالب سمجھی گئی جس کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا تھا اور اس میں جتنے بھی فیصلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیے ان کے فیصلوں کی درستگی اور صحت یہ بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن بھی سچ فرمایا تھا جب آخری ایام تھے اور نماز کی جماعت کا وقت آ گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

[صحيح بخاری كتاب الاذان باب اهل العلم و الفضل احق بالامامة رقم الحديث:637]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث

میرے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ میرے مصلّٰی پہ جماعت کروائیں یعنی جن دو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں کل شک کسی کو گزرنا تھا کہ مستحق یہ دونوں تھے ان دونوں کو کہا کہ تم دونوں خود جا کے کہو کہ کل جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت اور خلافت کا انکار کرے تو تم خود بول کے کہو کہ ہم پاس موجود تھے اگر مصلّٰی والی امامت کے ہم مستحق ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کو ان کے پاس ہمیں بھیجنے کی ضرورت کیا تھی ہمیں فرماتے کہ تم جماعت کراؤ، اب اس موقع پر بھی یہ خلوص دیکھئے صحابہ کرام کا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بول پڑیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ۔

میرے ابا جی تو بہت رقیق القلب ہیں، بڑے نرم دل ہیں ان سے تو یہ بوجھ برداشت نہیں ہوگا وہ جب آپ کی جگہ مصلّٰی پر کھڑے ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کو نہ پا کر خود کو کنٹرول نہیں کرسکیں گے، تمہاری جدائی میں، تمہاری فرقت میں بار بار انہیں یہ خیال آئے گا کہ محبوب علیہ السلام بیمار ہیں، بار بار جب انہیں تمہارا خیال آئے گا تو نماز پڑھانا ان سے مشکل ہو جائے گا۔

اس واسطے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ وہ مصلی پر جماعت کرائیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بھی کہا اور پھر سفارش کروائی

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ رہی ہیں کہ عظیم باپ کی عظیم بیٹی تم کہو کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر دو۔ اگر خلافت کے بارے میں کوئی حرص یا لالچ ہوتی یا کوئی چپقلش ہوتی یا کوئی کھینچا تانی ہوتی تو پھر نبی علیہ السلام سے جھگڑا کرتیں کہ میرے ابا جی کو خلیفہ بناؤ میرے ابا جی کو نامزد کرو یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں میری جگہ یہ جماعت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرائیں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں محبوب میں مشورہ دیتی ہوں کہ وہ رقیق القلب بڑے ہیں آپ کی جگہ کیسے کھڑے ہو سکیں گے؟ یہ دو ازواج کی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی رائے تھی۔ نبی کریم ﷺ کے دربار میں ان کی بڑی ویلیو تھی، دونوں کے بارے میں جدا جدا مقامات پر یہ لفظ موجود ہیں جو اور ازواج کے بارے میں نہیں ہیں نبی علیہ السلام نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک فیصلہ اور ان کی تجویز سنی تو فرمایا:

اِبْنَةُ اَبِيْـهِ یہ باپ کی بیٹی کا فیصلہ ہے اِبْنَةُ اَبِيْـهِ یہ باپ کی بیٹی ہے یعنی حضرت عمر کی جو تاثیر تھی اس کا ذکر کیا اور دوسرے مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کردار بھی سامنے ہے ایک مسئلہ جس وقت وہ بیان کر رہی تھیں نبی علیہ السلام اتنا خوش ہوئے فرمایا اِبْنَةُ اَبِيْـهِ یہ باپ کی بیٹی بول رہی ہے حالانکہ جتنی ازواج تھیں ساری والدین کی تھیں سب کے والدین تھے مگر بطور فخر ان کے لیے کیا یہ عام کسی کا قول نہیں بلکہ [illegible] کی بیٹی کا قول ہے ان کے باپ بڑے ہیں اور ان کی فراست ان میں جلوہ گر ہو [illegible] ہے اب دیکھنا جس وقت یہ دونوں کہہ رہی تھیں کہ حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو کھڑا نہ کرو۔ میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ

[صحیح بخاری کتاب الاذان باب اهل العلم والفضل احق بالامامة رقم الحدیث :641]

بے شک تم صواحب یوسف علیہ السلام ہو، یعنی تمھاری بات بھی وہی ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان عورتوں کا جھگڑا تھا۔ اس بات میں تشبیہ دی ہے کہ جیسے وہ وہاں پر اپنی بات منوانا چاہتی تھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں ایسے ہی تم بھی اپنی بات مجھ سے منوانا چاہتی ہو۔ تمھیں نہیں پتا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے ازل سے کیا ہوا ہے۔ کاشانۂ نبوت میں بار بار کہا جا رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا نہ کرو چونکہ یہی بنیاد ہے جو کل خلافت کا فیصلہ بنے گی۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز پڑھانا یہ خلافت کی اکائی تھی کہ خلافت کس کو ملے گی، اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مصلی پہ کھڑے ہونے کا یہ مطلب تھا کہ کون ہو گا جو صحابہ کے آگے رہ کر صحابہ کی رب سے ملاقات کرائے گا مصلی کی امامت کوئی معمولی سا مسئلہ تو نہیں تھا بلکہ اس میں یہ فیصلہ تھا کہ بعد میں خلیفہ کس نے بننا ہے۔

خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اس لیے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا جب آپ سے کسی نے کہا کہ اے علی تمہارا تو پہلا حق تھا تم نے چوتھے نمبر کا انتظار کیوں کیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ تم مجھے ڈرپوک سمجھتے ہو اگر میرے ساتھ نبی علیہ السلام نے کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں پہلے خلیفہ کو جس کا میں کارکن بن کے رہا اگر میرے ساتھ کوئی وعدہ ہوتا تو میں چادر ڈال کے کھینچ کر منبر سے نیچے اتار دیتا اور میں خود خطبہ

پڑھتا اور میں خود جماعت کراتا مجھ سے کوئی وعدہ نہیں تھا میں اس وقت پاس موجود تھا۔ فرمانے لگے نہ میں غیر حاضر تھا نہ میں بیمار تھا میں پاس تھا میرے ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا جماعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرائیں گے کہنے لگے: اصل معاملہ تو دین کا ہے جب نبی علیہ السلام نے ان کو ہمارے دین کا راہنما بنالیا تو ہم نے سمجھ لیا کہ دنیا کے بھی یہی راہنما ہیں۔

دین کے حفاظت کے لئے اولین انتخاب

پھر بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ جو نبوت کی نگاہ دیکھتی ہے وہ دوسرے نہیں دیکھ سکتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اتنا مجھے اپنے باپ کے بارے میں علم نہیں جتنا پیغمبر ﷺ کو اپنے رفیق کے بارے میں علم ہے اب پتا چلا کہ جس وقت امت کی کشتی بھنور میں پھنسی اور اتنا تلخ معاملہ ہے کہ صحابہ کرام کیلئے ناقابلِ برداشت تھا محبوب علیہ السلام کا اچانک دنیا سے چلا جانا ہر دل دکھ سے بھرا ہوا ہے، غم ہی غم ہیں اور اس وقت مخالف حملے کرنے پہ تل گئے اور مدینہ شریف سے اسلام کو نکالنے کے لیے سازش ہونے لگیں، ایسے حالات میں واقعی حیرت والا تھا جسے سرکار ﷺ نے منتخب کیا ہے۔ جہاں سے فتنہ اٹھا ہے جہاں سے کوئی آواز اٹھی ہے جہاں سے کوئی شازس ہوئی ہے دوسرے سارے اس پائے کے نہیں تھے جو اٹھتے اور جن کے اعصاب اتنے مضبوط ہوں۔ حضرت عمر جیسے شیر دل بھی کہہ رہے تھے کہ مسجد تک محدود ہو جاؤ یہ ایک سوچ تھی اور انہوں نے حالات دیکھ کر کہا تھا مگر پھر بھی ان سب سوچوں سے جو امام بن کے آگے نکلی ہے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوچ ہے۔

پس دین کی حفاظت کے لحاظ سے جو نبی کریم ﷺ نے انتخاب کیا تھا وہ انتخاب

بعد کے واقعات اور تاریخ نے سچ کر دکھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالات کو دیکھ کر فیصلہ فرما رہے تھے کہ جو سب سے لائق ترین شاگرد تھے سب سے بہادر اور زیرک تھے ان کو اپنے مصلی پر کھڑا کیا، جیسے بھی حالات آئیں گے یہ کبھی بھی اپنے اس مؤقف میں ڈگمگائے گا نہیں، صورت حال کا جائزہ لے کر پورے حالات کو دیکھ لے گا۔ اس وقت کتنے مسائل اچانک پیدا ہوئے، مرتدین کا مسئلہ جدا ہے، منکرین کا مسئلہ جدا ہے ،مدعیان نبوت کا مسئلہ جدا ہے۔ سب اسلام کے خلاف سازشیں ہیں، مرتدین قبیلوں کے قبیلے جو نومسلم تھے مسلمانوں کے غلبہ کیوجہ سے کلمہ پڑھا ہوا تھا اور منافقت دل میں تھی یہ سارے فورا سائیڈ میں ہو گئے اور اس سوچ میں ہیں کہ ہم اسلام پر حملہ کریں۔

﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر عمل دین کی حفاظت﴾

ادھر محبوب علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں یہ فرمایا تھا:

أَنْفِذُوْا جَيْشَ أُسَامَةَ لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔

[تاریخ دمشق باب ذکر بعث النبی ﷺ اسامة قبل الموت و امره اياه]

[الطبقات الکبری لابن سعد فی ذکر اسامه بن زید]

میں نبی ہوں، جہاد والا نبی ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اپنا لشکر جہاد پر بھیج کر جاؤں، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر تیار کر دیا گیا ہے مدینہ شریف سے شام کے رستے پر لشکر چل نکلا تھا، جرف جو مدینہ شریف سے تین میل دور ہے وہاں جب لشکر پہنچا تو پیچھے سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اہلیہ کا پیغام پہنچا کہ اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کچھ دیر کے لیے ٹھہر جاؤ کہ محبوب علیہ السلام کی صحت مبارک پہلے سے کافی بدل گئی ہے، اگر کوئی ایسا حادثہ ہو گیا تو پھر ہمیشہ پچھتاتے رہو گے کہ میں آخری دیدار بھی نہیں کر سکا یہیں ٹھہر جاؤ پہلا پیغام پہنچا اس کے بعد جو دوسرا

پیغام تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا پیغام تھا اب لشکر واپس آ گیا۔

وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسئلہ خلافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پہلا فیصلہ خلافت کا تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تدفین سے پہلے خلیفہ بنایا گیا تا کہ امت کا ایک بھی کام امام کے بغیر نہ ہو۔ یہ کام بھی امام کی نگرانی میں ہونا چاہیے۔ اس واسطے نہیں کہ کسی کو خوشی تھی کہ میں جلدی خلیفہ بن جاؤں، کام یہ تھا کہ امت کی قیادت معدوم نہ ہو، محبوب علیہ السلام کے ساتھ سلسلہ جڑا ہوا ہو، تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے جانے کے بعد جو متصل معاملات ہیں وہ معاملات بھی خلیفہ راشد کی نگرانی میں سرانجام پائیں لہذا فیصلہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہو چکا تھا اور بیعت ہو چکی تھی۔

لشکر اسامہ کو بھیجنے کا مسئلہ

اب حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ امیر المؤمنین ہیں اور ہم آپ کی بات بھی ایسے ہی مانیں گے جیسے ہم نبی علیہ السلام کی بات مانتے تھے چونکہ آپ اِس سیٹ پر بالاتفاق بیٹھے ہیں میں ایک تجویز دینے آ گیا ہوں میری تجویز پسند آ جائے تو قبول کر لو ورنہ میں فورا تیار ہوں۔ کہنے لگے ! اس وقت شام جا کے مجھے لڑائی کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، شام فتح بھی کر لیں تو فائدہ کیا ہو گا اگر ہمارا دار الحکومت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ، میں شام جاؤں گا تو سارے جرنیل میرے ساتھ ہوں گے فوج میرے ساتھ ہو گی ، دار الحکومت میں تم ہو گے امیر المؤمنین اور بچے ہوں گے اور عورتیں ہوں گی اور ادھر جو مرتد قبائل ہیں وہ دار الحکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے آپ کی شہادت ہو

جائے گی، دارالحکومت مدینہ شریف ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا تو شام کو فتح کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عسکری حکمت عملی﴾

اس کے جواب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ جو جملے ارشاد فرمائے وہ جملے قیامت تک عسکری ماحول کی حکمت عملی کے لیے اور نظام کو چلانے کے لیے اور اسلام کو بچانے کے لیے ایک کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے:

وَاللّٰهِ لَاَنْ تَخْطُفَنِیَ الطَّیْرُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَبْدَاَ بِشَیْءٍ قَبْلَ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الطبقات الکبری فی ذکر اسامه بن زید)

خدا کی قسم اگر پرندے میرا گوشت نوچ کر لے جائیں تو مجھے یہ زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ملتوی کر کے اپنا کوئی حکم نافذ کردوں۔ فرمانے لگے سنو یہ حکم ہے میرے نبی کریم ﷺ کا کہ لشکر کو بھیجا جائے دوسرا حکم ہوگا میرا کہ لشکر کو روکا جائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہوتا ہے جو اپنے پیغمبر کے حکم کو روک کے اپنا حکم چلائے اور نبی کریم ﷺ کا حکم معلق ہو جائے اور میرا حکم نافذ ہو جائے؟

میں یہ نہیں کرسکتا اس کے عوض اگر چہ مجھے کتنی قیمت دینا پڑ جائے تم سارے جہاد میں چلے جاؤ، میں مدینہ شریف میں ہوں اور باغی آجائیں اور وہ مجھ سے لڑیں اور میں ان سے لڑوں پھر تنہا شہید ہو جاؤں۔ مجھے دفن کرنے کے لیے کوئی مرد موجود نہ ہو اور میرا جنازہ پڑھنے کے لیے کوئی صحابی بھی موجود نہ ہو، میرا جسم زمین کے اوپر پڑا ہوا ہو اور کوے آکر نوچنا شروع کر دیں، میری ہڈیوں سے گوشت اتار کر لے جائیں یہ تو

مجھے برداشت ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے دیے ہوئے حکم کو ملتوی نہیں کر سکتا۔ یہ سخت ترین جملے بول دیے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میری بوٹیاں پرندے نوچیں مگر نبی کریم ﷺ کے حکم کو مؤخر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

جو سرکار ﷺ نے فرمایا ہے وہ عقل کو سمجھ آئے پھر بھی ٹھیک ہے نہ آئے پھر بھی ٹھیک ہے یہ آخر سرکار ﷺ نے فرمایا ہے:

أَنْفِذُوْا جَيْشَ أُسَامَةَ۔ لشکر اسامہ کو بھیجو

اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ تم سارے چلے جاؤ پھر وہ لشکر چلا گیا اور واقعی فائدہ ہوا جو محبوب علیہ السلام کے فرمان میں تھا لشکر رک جاتا اور نہ جاتا تو شاید شام کے مقدر میں دین نہ ہوتا شاید کئی سالوں تک وہاں دین کا جھنڈا نہ لہرا سکتا کیوں کہ جب ان کو خبر پہنچی کہ محبوب علیہ السلام نے ہمارے لیے لشکر بھیجا تھا مگر لشکر رستے میں رک گیا اور خود وصال فرما گئے تو ان کو بہت غصہ تھا کہ مسلمانوں کے نبی جاتے وقت بھی ہمیں مروانے کی تیاری کر کے گئے تھے۔

اب وہ تو رہے نہیں اب ہمیں کون پوچھے گا اب ہماری طرف کون آئے گا باقاعدہ شام والوں نے جشن منانے کی تیاری شروع کر دی کہ اپنے نبی ﷺ کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی، اب معاذ اللہ کبھی نہیں اٹھ سکیں گے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ شام کی سرحدوں پر اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگی۔ جب صحابہ کرام کا لشکر شام میں داخل ہوا تو حکومت کو پتا چل گیا کہ یہ تو وہی آ گئے ہیں جن کے نبی علیہ السلام دنیا سے چلے گئے تھے ہمارا تو خیال تھا کہ یہ اب جلدی نہیں اٹھ سکیں گے اور چل نہیں سکیں گے یہ اتنے جلدی آ گئے ہیں اب ان کیلئے سنبھلنا مشکل ہو گیا وہ اپنی گرفت کھو چکے تھے لہٰذا رب ذوالجلال نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

وہ اس وجہ سے ناکام ہو گئے کہ ابتداء میں ہی کہنے لگے کہ ان کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے کہ جن کے نبی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یہ پھر بھی گھر نہیں بیٹھے ہیں اب یہ چڑھائی کر گئے ہیں جن کو پیغمبر کے وصال والا غم پیچھے نہیں ہٹا سکا، ہماری تلواریں بھی پیچھے نہیں ہٹا سکیں گی۔ یہ اس زمین کے وارث بن جائیں گے اس زمین پر قابض ہو جائیں گے لہذا یہ جو فلسفہ تھا جلدی بھیجنے کا اس کی حکمت سامنے آ گئی ہے اگر معاملہ یوں ہوتا کہ لشکر اسامہ کو دس دن گزر جاتے اور شام والے جشن منا لیتے اور پھر پاور میں آ جاتے تو معاذ اللہ پھر پتہ نہیں کتنے سالوں کے لیے وہاں دین موخر ہو جاتا، محبوب علیہ السلام کے الفاظ کی پابندی کرنے میں کتنا فلسفہ ہے۔

حفاظتِ دین اور ہماری ذمہ داری

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لحاظ سے بھی دین کو محفوظ کیا ہے ایک جانب عقل ہو دوسری جانب اللہ کا فرمان یا نبی علیہ السلام کا فرمان ہو تو حفاظت دین یہ ہے کہ عقل کو نیچے رکھو اور شریعت کو اوپر رکھو، شریعت کے سامنے عقل کو سرنگوں کر دو، شریعت کا جھنڈا لہراؤ۔ یہاں حفاظت دین کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے خلیفہ ہیں اس امت میں ایک تو انہوں نے ایک شق پر بھی کمپرومائز نہیں کیا۔ ایک ایک شق دین کی ضروری ہے۔

آج اس دین کا نصف سے زائد حصہ معطل ہے۔ سارے دین میں نصف سے زائد تو معاملات کا دین ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو رویہ ہے اور جو آپس کے تعلقات ہیں جو ان کے متعلق ہے وہ

دین تجارت، زراعت کا دین، وہ تھانے کا دین، کچہری کا دین، وہ سارے کا سارا معطل ہو چکا ہے صرف مسجد والا دین برقرار ہے کچھ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں کچھ سجدہ کر لیتے ہیں اور بہت سے غیر حاضر رہتے ہیں اور جو دوسرا دین ہے وہ سرد خانے میں ہے عملاً نافذ نہیں اور نظام مصطفےٰ ﷺ یہ دین صرف مسجد کا نہیں یہ دین میدانوں کا بھی ہے جوانوں کا بھی ہے یہ نیل کے پانیوں کا بھی ہے، جوانوں کی جوانیوں کا بھی ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر مصیبتوں کے طوفان﴾

اس انداز میں آپ نے حفاظت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کہنے لگیں:

نَزَلَ بِأَبِي مَا لَوْ نَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ لَهَاضَهَا ، ظَهَرَ الْكُفْرُ ، وَاشْرَأَبَّ النِّفَاقُ ، فَمَا اخْتَلَفُوا فِي نُقْطَةٍ إِلَّا طَارَ أَبِي بِحَظِّهَا وَسَنَائِهَا ۔

(المعجم الأوسط للطبرانی حدیث 5070)

اگر مضبوط چٹانوں پر لنگر انداز پہاڑوں پر یہ مصیبتیں اترتیں جو میرے ابا جی کے کندھوں پر پڑی ہیں تو پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیتیں، کفر ظاہر ہو گیا، منافقت منہ کھول کے آ گئی، اشرأب کا معنی ہے کہ جیسے اچانک کوئی سیلاب آ جائے، قبائل بگڑ گئے اور وہاں مسلمان محصور ہو گئے انہیں نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا گیا کہ ہمیں کوئی سجدہ نہیں کرنے دیتا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آؤ ہماری نمازوں پر پابندی لگ گئی ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حفاظت دین میں پہلا نمبر﴾

ایسی صورت حال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب بھی میرے ابا جی کو خبر پہنچی ہے یہ نہیں کہ کچھ سستی کریں اور کل یا پرسوں کا وعدہ کیا ہو، فرمایا میرے ابا جی اڑ کے پہنچے ہیں۔ فرمایا جہاں جہاں مصیبت تھی وہاں وہاں اڑ کے پہنچے ہیں اور وہاں پر دین کا جھنڈا لہرایا ہے۔

حفاظت دین میں اگر ہم ایک نسبت بنائیں تو پہلا نمبر کس کا ہے تو نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں حفاظت دین میں جس کا پہلا نمبر ہے وہ وہی ذات ہے جس کا خلافت میں پہلا نمبر ہے وہ ذات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر
3
نظریہ پاکستان
اور قومی تعلیمی پالیسی
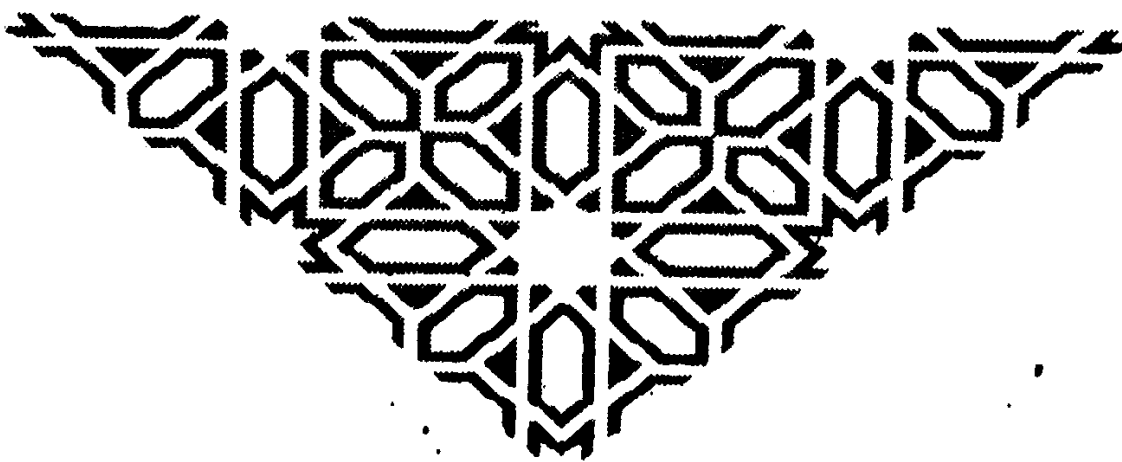
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور اسکی توفیقِ رفیق سے آج جامع مسجد رضائے مجتبیٰ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

نظریہ پاکستان اور قومی تعلیمی پالیسی

14 اگست کی مناسبت سے نظریہ پاکستان کی ترویج واشاعت کے حوالے سے یہ مضمون کرنٹ بیس کے لحاظ سے اہم ترین مضمون ہے اس کو دل کے کان کھول کے پڑھنا اور اس کی حرارت کو اور اس کی لطافت کو زمانے میں عام کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کرنا، چونکہ ہم جس فکر میں رہتے ہیں اس کی بنیاد ہی ایمان پر ہے اس کی اساس ہی کلمہ ہے اور ان کی بنیادیں ایک نظریے پر ہیں۔ اس واسطے نظریہ پاکستان پر گفتگو یہ پاکستان کی بقا کا سبب ہے۔ آج قومی تعلیمی پالیسی کے لحاظ سے ہمیں جن خطرات کا سامنا ہے نظریہ پاکستان کی روشنی میں ہم ان خطرات کو محسوس کرتے ہوئے حقیقت حال کو واضح کرتے جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ اس کے بھیانک نتائج سامنے آئیں۔ اس ذمہ داری کو نبھانے سے کل ہمارا شماران لوگوں میں ہو کہ جنھوں نے قبل از وقت خطرات سے قوم کو آگاہ کیا تھا اور اپنی ذمہ داری کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔

قرآنی تعلیمی پالیسی

جس طرح کہ ہمارے قرآن میں باقی سب چیزوں کا ذکر ہے ایسے ہی قرآن مجید میں تعلیمی پالیسی کا بھی تذکرہ ہے کہ مسلم کی تعلیمی پالیسی کیا ہونی چاہیے۔ خالق کائنات سورۃ النساء میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا

جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے۔

جب تم سنو کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں اگر چہ تم خود نہیں کرتے ان کو انکار کرتے سنو

وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا ...... اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے۔

اور تم یہ دیکھ لو اور تم سن لو کہ کچھ لوگ اللہ کی آیات کا مذاق اڑا رہے ہیں، تنقید کر رہے ہیں، تمہارا اس وقت فرض کیا ہے؟

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ...... ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

یہ وہ کلمہ ہے کس کی وجہ سے خالق کائنات نے ہمیں دیگر بہت سی برائیوں سے بچنے کا حکم دیا، جیسے تم میرے کہنے پر شراب کو حرام سمجھتے ہو زنا کو برا سمجھتے ہو قتل اور ڈاکے کو ناجائز سمجھتے ہو۔

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ

جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔

یہاں تک کہ وہ کوئی دوسری بحث شروع کر دیں۔

إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

فرمایا اگر تم نے یہ سمجھا کہ آیات کا انکار ہوتا ہے یا قرآن مجید پر تنقید ہوتی ہے یا اسلام کو معاذ اللہ ایک عجیب اور غریب صورت حال میں تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے پیش کیا جا رہا ہے تو وہ سمجھتے ہیں اس میں خود تو کچھ نہیں کر رہا، کرنے والا تو کوئی ہے میں تو صرف بیٹھا ہوا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہیں تمھارا جرم کوئی چھوٹا جرم نہیں۔

إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (سورة النساء رقم الآية 140)

ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

﴿مجرم کے پاس بیٹھنے والا بھی مجرم﴾

اگر تم بیٹھے رہے ہو اور تم نے وہ گفتگو سنی ہو پھر سمجھ لو کہ تم انہیں کی مثل ہو جس نے قرآن کا مذاق اڑایا جس نے اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا جس نے رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا، جس نے اللہ کی حدود کا مذاق اڑایا، جس نے سنت اور اسلامی شعار کا مذاق اڑایا اور تم نے بیٹھ کے سنا اور فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے چونکہ کچھ بولا نہیں تو میرا اس میں کوئی حصہ نہیں تمہارا محض بیٹھ کے سن لینا برابر کا جرم ہے تم انہی کی طرح ہو جاؤ گے۔

﴿توہین کرنے والوں کی صحبت سے بچیں﴾

دوسرے مقام پر خالق کائنات نے سورۃ انعام میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ جس وقت ایسی صورت حال ہو۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ

فرمایا جب تم ایسی قوم کو دیکھو جو طعن و تشنیع کر رہے ہیں اسلام پر تو ان کے پاس

نہ بیٹھو ان سے دور ہو جاؤ اور اگر تمھیں کہیں شیطان پھنسا کے ان کے پاس بیٹھا دے۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ (سورة الانعام رقم الآية 68)

اس کے بعد جب تمھیں قرآن نے روک دیا ہے اب تمھارے پاس کوئی گنجائش نہیں کہ تم ان کے پاس جا کے بیٹھ سکو۔

جس چیز کا قرآن میں ذکر ہے وہ یہ ہے کہ یہاں ان لوگوں کے ساتھ جسمانی طور پر ایک قرب ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدوود کا مذاق اڑاتے ہیں جو لوگ دین اسلام کو کوتاہ دین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو لوگ دین اسلام کو معاذ اللہ جھگڑالو کہتے ہیں۔ جو اسلام کو ماضی کا ایک قصہ اور پرانی داستان قرار دیتے ہیں جو قرآن مجید کے احکام کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عرب معاشرے کے ساتھ منسلک تھے وہ ہمارے لیے تو ہیں ہی نہیں۔

بدعقیدہ کے پاس بیٹھنا جرم

جس وقت ایسی صورت حال میں ایسی گفتگو ہو رہی ہو فرمایا تمہارے لیے حرام ہے کہ تم جسمانی طور پر بھی ان لوگوں کا قرب حاصل نہیں کر تمہاری جسمانی حاضری بھی ان لوگوں کے ساتھ حرام ہے خالق کائنات نے اس حکم میں قیامت تک کے لیے مسلم امہ کو پابند کر دیا کہ تمہارے لیے کسی عیسائی کا لیکچر سننا جائز نہیں، کسی یہودی کی تبلیغ سننا جائز نہیں، تمہارے لیے کسی قادیانی کا درس سننا جائز نہیں اور کسی بھی بدعقیدہ کا کوئی پیغام سننا جائز نہیں، اگر تم کہتے ہو کہ میں محض صرف سننے گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ...... ہم اسی جرم کو بتا رہے ہیں کہ تمہارا سننا ہی جرم ہے کون ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میرے افکار میرے کنٹرول میں ہیں اور جب آگ جلے گی تو

میں کسی کو نہیں پھلنے دوں گا۔

تو جب اتنا کنٹرول نہیں ہے تو پھر کیوں وہ چینل کھولے جائیں جن پر زہر گھولا جا رہا ہے اور کیوں ان لوگوں کے بکواس سنے جائیں جو ہر وقت اسلام پر تنقید کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر لوگوں کے ساتھ ڈائیلاگ کئے جائیں کہ جن میں جواب دینے کی صلاحیت موجود نہ ہو یہاں پر جو بڑے بڑے ہیں اس کی گمراہی کے چانس موجود ہیں۔

تو اس واسطے اللہ تعالیٰ نے مسلم امہ کے افراد کو، عام کو، لوگوں کو یہ پابند کر دیا کہ کبھی بھی ایسے چسکے لینے کے لیے لوگوں کی باتیں نہ سنو۔ تم پر تمہارے دین نے حرام کر دیا کہ وہ لفظ تمھارے کانوں میں داخل نہیں ہونے چاہییں۔

﴿موجودہ صورتحال پر تبصرہ﴾

اس واسطے آج جو صورت حال بنی ہوئی ہے اس میں ہر شخص الا ما شاء اللہ اپنے گھر میں مجتہد بھی، مجدد بھی ہے۔ جس کو گنتی کے تین سو لفظ آتے ہوں وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی امت کے پیچیدہ مسائل حل کر سکتا ہوں اور جس کو محلے کی پنچائیت میں کوئی بٹھاتا نہ ہو وہ بھی ٹی وی کی سکرین پر بیٹھ کے آج وہ دنیا کے انٹرنیشنل افیئرز پر گفتگو کر رہا ہے ایسی صورت حال میں ہمیں اپنا کردار کرنا چاہیئے اور میڈیا کے استعمال کے سلسلے میں جو فرض ہے وہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ

خالق کائنات نے ہمارے لیے یہ اجازت نہیں دی کہ ہم یوں خام خیال لے کر اور کچے دماغ لے کر اوروں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیں جو کچھ کرتے ہو ہم سے کرتے رہو ہرگز اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اب تک یہ بحث جاری تھی ایک جسمانی قرب کی کہ جوان کا جسمانی قرب حاصل کرتا ہے اس کی ہلاکتیں کیا ہیں۔

نصاب تعلیم کیسا ہو؟

اب ہم جس پر گفتگو کر رہے ہیں وہ ہے نصاب تعلیم جو ایک روحانی قرب ہے جب کسی کا نظریہ پڑھایا جاتا ہے اور نصاب تعلیم جب کسی کے حوالے سے مرتب کیا جاتا ہے تو یہ چیزیں بالخصوص نئی نسل کے لیے نئی جنریشن کے لیے اہم ہوتی ہیں۔ آج اگر والدین کو اپنے بچوں کے ناشتے کی فکر ہے کہ ہمارے بچوں کا ناشتہ صحت مند ناشتہ ضروری نہیں جتنا صحت مند نظریہ ضروری ہے اگر ناشتہ اس میں آلودگی آ بھی گئی تو کچھ وقت کے لیے جسم بیمار ہوگا لیکن اگر نظریہ آلودہ ہو گیا تو روح نکل جائے گی۔ آج لوگ یہ تو سوچتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے لیے فلٹرڈ پانی ہونا چاہیے لیکن ان کو یہ سوچ نہیں کہ ان کو فلٹرڈ کہانی بھی پڑھانی چاہیے۔

نصاب تعلیم کی حیثیت

آج جس وقت ہماری عوام میں یہ سوچ ابھرتی ہے کہ کپاس کو امریکن سنڈی سے بچایا جائے لیکن ان کو یہ سوچ نہیں آتی ہے کہ عوام الناس کو بھی امریکی سنڈی سے بچایا جائے ایسے حالات کے اندر وقت کے اس کربلا میں اذان دینا ازحد فرض ہے اور لازم ہے میرے اس قرآن کی یہ آیات جن میں خالق کائنات نے ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع کر دیا کہ جب وہ اس طرح کی باتیں کر رہے ہوں تو ہمارے لیے کب جائز ہے کہ ہم تھڑوں پر بیٹھ کے اسلام کو مشق ستم بنالیں۔ چھوٹے چھوٹے ذہن اور چھوٹی چھوٹی معلومات اور رائے اجتہادی دی جا رہی ہے۔ ایسی صورت حال کے اندر ایک نصاب تعلیم کی جو حیثیت ہے اس کو جس طرح قرآن مجید نے آیات میں پیش کیا ہے۔ جہاں سے طبیعت کوئی چیز دیکھتی ہے تو دوسری طبیعت سے مل جاتی ہے اور بندے کو پتہ بھی نہیں ہوتا

ہے کہ کہ طبیعت متاثر ہو جاتی ہے اور چوری کر کے آتی ہے تو جس جگہ کا قرب ہوگا ویسے اثرات طبیعت پر مرتب ہو جائیں گے پھر نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ مسمانوں کا ہوگا دماغ اس میں انگریزوں کا ہوگا، زبان مسلمان کی ہوگی بیان کافروں کا ہوگا۔

جدید نصاب تعلیم اور علامہ محمد اقبال

یہ صورت حال بنتی ہے یہی وہ سوچ تھی علامہ اقبال نے یہ کہا تھا کہ یہ سازش ہے ہمارے خلاف ایک تجدید کے نام پر اگر چہ جدت ضروری ہے مگر جدت بے لگام کو ہرگز مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔ کہنے لگے یہ ہم سے مغرب یہ چاہتا ہے یہ مسلم امہ کبھی بھی مٹنے والی نہیں جن کو کبھی کنٹرول نہیں کیا جا سکتا اور جن کا جنون اس انداز کا ہے کہ اس کو بموں سے مٹایا نہیں جا سکتا تو اس نے یہ سوچا کہ یوں کریں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

تعلیم کا جو تیزاب ہے اس کے اندر جتنی بھی سخت چیز آجائے وہ ملائم ہو جاتی ہے تو یہ نصاب تعلیم وہ تیزاب ہے جس سے ہماری خودی کو ملائم کر دے گا وہ تیزاب جو آتا ہے وہ واشنگٹن کا ہے، اسرائیل کا، اور وہ انڈیا کا ہے، ریالوں کے خوشہ چین لوگوں کا ہے، تو پھر وہ تیزاب ہماری غیرت کو ملائم کر دے گا۔ ہماری ذریت کو اور ہماری جو خودی ہے اس کو ختم کر دے گا اس واسطے ایسے نصاب تعلیم کو علامہ اقبال کی رائے میں تیزاب کہا جاتا ہے۔

جیسا نصاب تعلیم ویسے ہی اثرات

جس تیزاب میں جیسی خصوصیت ہوگی ویسے ہی اس کے اثرات مرتب ہو جائیں

گے اگر وہ تیزاب مدینے کا ہے تو پھر اسی تیزاب سے جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طبیعت جاگی ہے تو زمانے میں اسلام کے علمبردار بن جاتے ہیں۔ وہ تیزاب اس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جس سے پانچ اونٹ لائن میں کھڑے نہیں ہوتے تھے یوں بنا دیتا ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ پوری دنیا کو لائن میں کھڑا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر یہی تیزاب امریکہ کے ڈرموں کا ہوگا، اگر یہی تیزاب انڈیا کا ہوگا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا کہ وہ چیز تو ہماری تھی مگر تیزاب ان کا تھا تو نتیجہ وہ نکلے گا کہ وہ ہمارا ہو کر بھی ہم سے بیگانہ ہو جائے گا۔ وہ نصاب پڑھے گا ہمارا نہیں رہے گا ان کا ہو جائے گا۔ اگر اس سے پہلے فکر اقبال کو دیکھ لیتے تو حقیقت واضح ہو جاتی۔

مولانا روم کے ہاں نصاب تعلیم کی اہمیت

مولانا روم جو اقبال کے مرشد معنوی ہیں ان کے ہاں تعلیمی نصاب کی جو حیثیت ہے اس کے متعلق فرمانے لگے۔

ہر کہ در دوشاب جو شیدہ شود
در عقیدہ تابع جو شادہ شود

فرمایا جس چیز کو بھی انگور کے سرکے میں اُبال لیا جائے اس میں ذائقہ انگور کا پیدا ہو جاتا ہے۔ جس چیز کو بھی انگور کے سرکے میں جوش دیا جائے اس میں انگور کا ذائقہ ہی پیدا ہو جائے گا۔ اس کی مثال دینے لگے کہ گاجر کو سرکے میں جوش دو تو گاجر میں بھی انگور کا ذائقہ آجائے گا۔ اور انگور کے نچوڑ میں اگر تم بادام کو اُبال دو تو بادام کے اندر بھی تاثیر داخل ہو جائے گی تو یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وہ نچوڑ روحانیت کا ہے، اخلاص کا ہے اور روشن خیالی مدنی روشن خیالی ہے تو پھر ایک عام انسان یعنی مزدور کا

بیٹا ہو، کسان کا بیٹا ہو جب اس نچوڑ میں اس کی فکر کو ابال دیا جائے گا تو وہ بھی وقت کا غزالی بن جائے گا اور اگر وہ نچوڑ جو ہے اس کی حیثیت خراب ہو پھر جو چیز اس میں ڈالی جائے گی اس میں اگر چہ نام ان کے پہلے اور تھے اس کو تم گاجر کہتے تھے، اس کو تم بادام کہتے تھے، اس کو تم دہی کہتے تھے۔ لیکن جب اس نچوڑ میں اس کو جوش دیا گیا اب اس میں ایسی چیز آ گئی ہے جو اس نچوڑ میں تھی تو اس وجہ سے تعلیمی نصاب وہ چیز ہے کہ جس کے اندر نونہالوں کے اذہان کو جوش دیا جا رہا ہے ابالے دیے جا رہے ہیں۔

اگر یہ نصاب بالکل شستہ وشائستہ ہو گا تو پھر سمجھو کل ان کے ذہنوں سے حضرت داتا علی ہجویری کی خوشبو آئے گی اور حضرت خواجہ اجمیری کی خوشبو آئے گی اور پوری امت کے جو عظیم نام ہیں روشنی کے سبب وہاں سے نظر آئیں گے اگر ایسا نہیں تو کہیں وہ واشنگٹن کی بولی بولے گا کہیں انگریز کی بولی بولے گا اور کہیں وہ اس انداز میں ہو گا کہ آپ شرمائیں گے کہ یہ کس انداز میں گفتگو کر رہا ہے، بول رہا ہے۔

نشترِ تعلیم جدید

اس واسطے نصاب کی اہمیت کو کبھی بھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا ان تاریخی حوالوں کے لحاظ سے ہمیں یہ سوچنا ہے کہ جس وقت ہمارے اسلاف نے یہ خطرہ محسوس کیا اور علامہ اقبال یہ کہنے لگے کہ

ہے مداواءِ جنوں نشترِ تعلیم جدید
میرا سرجن رگ ملت سے لہو لیتا ہے

ہے مداوا جنون نشترِ تعلیم جدید کہ ہر مسلمان کا جو جنون ختم نہیں ہوتا تعلیم جدید سے نشتر لگا کر ان کا خون نکالو تو وہ سارا جنون ختم ہو جائے گا۔

آج وہ معاملہ جو ہم سے دور تھا وہ ہم تک آن پہنچا ہمارے گھروں تک آن پہنچا۔
آج پاکستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں دیا جارہا ہے ان کو ایسی پالیسیوں کے ساتھ امریکہ کی چھاونیاں بنایا جارہا ہے۔ یونیورسٹیوں کو بورڈ آف گورنر کے ذریعے اور کالجوں کو اور پھر یونیورسٹی آرڈی نینس کے ذریعے ان میں ایسے لبرل لوگ مسلط کیے جارہے ہیں کہ جو ہمارے نصاب کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری غیرت کو ہمارے معاملات کو اور ہماری اسلامی حمیت کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔ جو ملت کے خربوزے تھے آغا خاں بورڈ کو ان کی راکھی کے لیے بٹھادیا گیا ہے۔ ایسی صورت حال کے اندر ہم آج کے اس موضوع میں صرف یہ جائزہ نہیں لیں گے کہ فلاں کتاب میں کیا ہوا؟ فلاں کتاب میں کیا تبدیلی ہوئی ہے؟ بلکہ اس کی اساسی صورت حال جو ہمارے نصاب تعلیم کی ہونی چاہیے جو قرآن وسنت کا تقاضا ہے اور ہماری تاریخ کا جو تسلسل پیچھے آرہا ہے اس کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق ہم جائزہ لیں گے کہ کس حد تک چوری ہوچکی ہے اور کس حد تک دشمن منہ کھولے بیٹھے ہیں اور ہمیں کس انداز میں ان لوگوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے یہی ہیں جو خطرات آج جو فکری محاذ پر لڑائی ہماری ہوگئی ہے اور تہذیبی تصادم سامنے ہے۔

غیرت مسلم کو ختم کرنے کے لئے غیر مسلم کی تجاویز

سیموئیل ہنٹنگٹن (SAMUEL HUNTINGTON) جس وقت وہ ہمارے خلاف سب سے زیادہ زہر اگلنے والا ہے تو اس نے اپنی کتاب کے اندر "ہم کون ہیں" (How are we) میں مسلم امہ پر کنٹرول پانے کیلئے جو تجاویز دیں ہیں۔ ان میں ایک تجویز یہ ہے کہ (تجدید) کے نام پر مسلم امہ کے اقدار کو

بدل دیا جائے۔ داتا صاحب، خواجہ صاحب، محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی کے کردار کو خراج تحسین پیش کرنے والوں اور انہیں ہیرو قرار دینے والوں کا ذھنی معیار بدل دیا جائے (معاذ اللہ) تجدید کے نام پر ان کو یہ کہہ دیا جائے کہ وہ زمانہ اور تھا اس وقت حالات اور تھے اس وقت کے تقاضے اور تھے اب تقاضے اور ہیں اس وقت سر اٹھانے کا دور تھا اب سر جھکانے کا دور ہے ہمارے دشمنوں کی کوشش ہے کہ تجدید کے نام پر مسلم امہ کے اندر سے تبدیلی لائی جائے اگر ہم حملہ کریں گے تو اتنا اثر نہیں ہوگا جتنا ان کے اندر سے گماشتے بولیں گے تو نقصان ہو سکے گا۔

اسلام کا پاور ہاؤس مدارس دینیہ

اس پر بحث کرتے کرتے بالآخر اس نے فیصلہ کیا۔ کہتا ہے کہ {{ہمارے نزدیک اسلام کی پاور کا جو سب سے بڑا پاور ہاؤس ہے وہ مدارس دینیہ ہیں اور وہ اسلامی نصاب ہے۔ جب تک مدارس دینیہ کو بند نہ کر دیا جائے اور ان کے اثرات کو ختم نہیں کیا جا سکتا اس وقت تک ہم کبھی بھی مسلم امہ کنٹرول نہیں پا سکیں گے}}۔ مدارس دینیہ اگرچہ ڈائرکٹ ایک الگ شعبہ ہے لیکن یہ سکولوں کے اندر جو دین کی ابھی رمق ہے وہ انہی مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے انہی کی وجہ سے ہے سکولوں میں اگر آج تک حمیت موجود ہے اگرچہ وہ ایک ذیلی شعبہ ہے مدارس دینیہ کی غیرت کا کہ وہاں کی غیرت یہاں تک پہنچی ہے۔

مدارس کے خلاف غیر مسلموں کی سازش

اس نے کہا کہ ان کا ہم دو چیزوں سے خاتمہ کر سکتے ہیں یا ویسے ہی مدارس کو دہشت گردی کے الزام میں بند کرا دیا جائے۔ خود حکمرانوں سے جو مسلم امہ میں موجود

ہیں یا پھر کہنے لگا کہ ان کے نصاب کو جدت کے نام پر مغرب زدہ بنادیا جائے۔تا کہ ”نہ رہے بانس نہ بجے بانسری،، یہ سوچیں جو ان کی تھیں انہوں نے سوچا۔اور اقبال تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور آج انہوں نے ایسا کرنے کا عزم کیا ہے اور اس کے نتائج ہمیں پاکستان میں نظر آرہے ہیں۔

﴿ایک عیسائی کا بیان﴾

پھر ایک طرف عراق میں T V پر عیسائی بھونکتا ہے وہ کہتا ہے کہ اے عراقیو! عراقیوں کو کس لفظ سے اور کس زبان سے ان کو بلاتا ہے ہمارے کلدانی ،آشیری بھائیو! ہم تجدید عراق میں تمہیں حصہ دار بنانا چاہتے ہیں تو عراق والوں کو اس نے کلدانی کہا اس نے آشوری کہا جو وہاں کی پرانی تہذیب تھی اسلام سے پہلے اس کا نام لیکر اس نے ہماری چھاتی میں چھرا گھونپا۔کہ وہ عراق جو کہ اسلام کا عراق ہے اس کو آشوریوں کا عراق کہا اس کو کلدانیوں کا عراق کہا اس کو پرانی نام نہاد تہذیبوں کے نام سے پکارا ایک طرف اس عیسائی کی بات ہے۔

﴿وزیر تعلیم کا بیان﴾

اور دوسری طرف ہمارے وزیر تعلیم قاضی جاوید اشرف کا بیان ہے جو کہتا ہے کہ ہماری تہذیب محمد بن قاسم کے زمانے سے نہیں ہماری تہذیب آشوکہ سے ہے ہماری تہذیب موہنجوداڑو سے ہے اور ہماری تہذیب گندھارا سے ہے۔

اب دیکھو کتنی مناسبت ہے ادھر وہ عیسائی بولتا ہے ادھر وہ بوڑھا بابا جو جرنیل رہا اور پھر ریٹائرڈ ہو گیا اتنا ہوش سلامت نہیں۔ان کی بولی بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔محمد بن قاسم مدنی اور مکی تہذیب اور کلچر کے خلاف بولتے ہوئے کہا کہ ہماری تہذیب

توہڑپہ والی ہے اور یہ ملاں ہیں انہوں نے لوگوں کی خوشیاں کو لوٹ رکھا ہے ہمیں مل کر بیٹھنے نہیں دیتے کہنے لگا ہمارا ہندو مسلم کلچر میں کوئی فرق نہیں ہے! ہمارا کلچر تو ایک کلچر ہے اب جس ملک کے وزیر تعلیم کا یہ حال ہو اس میں تعلیم کیسی ہوگی؟ اگر ہمارا اور انڈیا کا کلچر ایک ہے تو پھر ان قبروں والوں کو جا کے بتاؤ جن لاکھوں نے خون دے کر پاکستان بنایا تھا کہ تم نے غلطی کی کہ اگر ایک کلچر ہے تو علیحدہ ملک کی ضرورت کیا تھی؟ پھر تمام سے وہ سجدہ سہو نکلواؤں جنہوں نے جانیں دے کر یہ ملک بنایا ہے ہرگز ایسی صورت حال نہیں کلچر اور تہذیب کسے کہا جاتا ہے؟ کلچر میں سرفہرست دین ہوتا ہے۔

﴿ہندو، مسلم تہذیب میں فرق﴾

دین کے پیرو ہوتے ہیں، اپنی تاریخ کے لوگ ہوتے ہیں اور طریقہ عبادت ہوتا ہے اور رہن سہن کے انداز ہوتے ہیں یہ کلچر ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی اگر تم کہتے ہو کہ ہمارا کلچر گندھارا سے ہے تو اب گندھارا سے ہم اپنا نظام چلائیں گے تو وہ تو بت تھا اس کے ساتھ اپنا نظام چلانا چاہتے ہو تو پھر یہ لنگوٹے پہنو، تمہاری تہذیب اگر بت سے ملتی ہے اور تمہارا کلچر ہندو کلچر سے ملتا ہے تو ان کی کتاب تو گیتا ہے پھر اس کو سامنے لے آؤ۔

ان کے رہبر اور ہیں جبکہ تمہارے رہبر تو رسول عربی ﷺ ہیں تو کلچر ایک کیسے ہوا۔ وہ گائے کو پوجتے ہیں تم گائے کو کھاتے ہو۔ وہ گائے کے گوبر اس تھڑے پہ لگاتے ہیں جہاں پہ بیٹھ کر وہ ناشتہ کرتے ہیں، تم گائے کے گوبر سے نفرت کرتے ہو تو پھر کلچر ایک جیسا کیسے ہوگا۔

﴿اسلامی کلچر کا مدار﴾

نہیں نہیں یہ غلطی ہے یہ جرم ہے، یہ خطا ہے یہ امت کے خلاف بہت بڑا

ایکشن ہے۔ ہمارا کلچر ہڑپہ سے نہیں مکہ سے آیا ہے، یہ ٹیکسلا سے نہیں مدینہ شریف سے آیا ہے۔ ہمارا کلچر تو وہ ہے جو رسول اکرم نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے دیا ہے یہ جو رہن سہن کا کلچر ہے یہ تو خود ہی ایک منٹ میں بدل جاتا ہے گرمیوں میں وہ مری والوں کا کلچر اور ہے اور ہمارا کلچر اور ہے، پشاور والوں کا کلچر اور ہے پنجاب والوں کا کلچر اور ہے۔ یہ نہیں ہم روحانی کلچر کے وارث ہیں جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہ مراکش والے بھی پڑھتے ہیں جو کلمہ ہم پڑھتے ہیں وہی فلسطین والے بھی پڑھتے ہیں ہمارے کلچر کا مدار کلمے پر ہے چونکہ پوری دنیا میں ہمارا کلمہ ایک ہے تو ہمارا کلچر بھی ایک ہے۔

اب دیکھئے ایسی صورتحال کے اندر جس وقت کلچر اور ثقافت کی بات ہوتی ہے ان لوگوں نے واضح کہہ دیا کہ مسلمانوں اور ھندووں کا کلچر ایک ہے ہماری ثقافت ایک ہے ہم ایک جیسے ہیں تو یہ سب سے بڑا اس ملک کی نظریاتی جڑ پر کلہاڑا چلانا ہے جس وقت اس چیز کا انکار کر دیا جائے جس کی وجہ سے یہ ملک بنا تھا اور یہ ملک اس کی وجہ سے باقی رہ سکتا ہے

﴿ایسے میں غیرت اسلامی کا تقاضا﴾

اب دیکھئے ہم جس وقت ادھر ان کے خرافات دیکھتے ہیں اور ادھر ان کی حماقتیں دیکھتے ہیں تو ہم چپ کیسے رہ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا دین ہے، یہ ہمارا کلمہ ہے، یہ ہماری غیرت ہے۔ اسکا ہم سودا نہیں ہونے دیں گے جب تک ان شاءاللہ جان میں جان رہے گی چوروں کے خلاف بولیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ہمارے خلاف ایکشن ہو جائے گا۔ اگر چھوٹا ایکشن ان کا ہو گیا تو وہ معمولی ہے اللہ کے فضل سے بڑے ایکشن سے بچ جائیں گے۔

﴿ بگڑتے ہیں انداز کیسے کیسے؟ ﴾

اب دیکھئے وہ اس ملک کے صوبہ پنجاب کا گورنر ہے جب تک گورنر نہیں بنا تھا اس وقت تک اور طرح کا تھا۔ اتفاق یہ ہے کہ جب وہ گورنر بنا تھا تو سب سے پہلے عوامی جلسہ میں میری اور اس کی تقریر اکٹھی ہوئی اور وہ صفہ یونیورسٹی کا افتتاح تھا۔ امام برحق امام الشاہ احمد نورانی صاحب کی صدارت تھی تو اس دن بول رہا تھا تو ہر لفظ سے روحانیت کا حوالہ دے رہا تھا کہ داتا صاحب، یہ خواجہ صاحب اور یہ تصوف اور یہ روحانیت اور یہ طریقت ہے۔ اب کہتا ہے کہ ہم پنجاب یونیورسٹی میں بورڈ کے اندر میوزک استعمال کرنا چاہتے ہیں اور میوزک کی کلاسیں لگانا چاہتے ہیں، میوزک کی کلاسیں پنجاب یونیورسٹی میں ہم کھولنا چاہتے ہیں۔

﴿ فکر اقبال کے خلاف سازشیں ﴾

اب دیکھئے ایک طرف ہمارے لیے جس وقت یہ صورت حال سامنے آئی ہے آج (آر۔آئی۔ڈی) کے نام پر ایسا ادارہ بنا دیا گیا جس کو 50 کروڑ روپیہ صرف مسلمانوں کی غیرت کو لوٹنے کیلئے دیا گیا ہے، اسکا صدر امریکہ سے منگوایا گیا ہے۔ اس کا اجلاس لاہور میں تین دن کروایا گیا اور اس کے بکواسات کیا تھے۔ فکر اقبال پہ وہ ڈاکہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اقبال جسکی شاعری میں 60 فیصد مغرب کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے یہ علامہ اقبال کی جو پوری شاعری ہے اس میں 60 فیصد حصہ مغرب کے خلاف ہے 30 فیصد حصہ انڈیا کے خلاف ہے ہندو تہذیب کے خلاف ہے ۔اب ''اقبال انٹرنیشنل انسٹیوٹ فار ریسرچ ایجوکیشن اینڈ ڈائیلاگ'' یہ ادارہ بنایا گیا ہے اور اسکو یہ کام سونپا گیا ہے کہ تم نے فکر اقبال کا جو نظریہ ہے جس کی وجہ سے ایک

عام طبقے کے اندر بھی حرارت پیدا ہوتی ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کے لئے لوگوں کو کتنے اپنے آثار میں پیش کرتے ہیں۔تم اس کو بدلو اور ان کو یہ کام دیا گیا۔ افتتاحی اجلاس میں اس کے صدر ڈاکٹر فتح عثمان کی تقریر کیا تھی، کہنے لگا اب وہ وقت آگیا کہ مغربی اور ہماری تہذیب ایک ہوگئی ہے وہ اقبال جو کہہ رہے تھے کہ شاخ پر بیٹھ کر اس کو کاٹنے کے حوالے دیتے تھے اور مغرب کی تہذیب پر تابڑ توڑ حملے کرتے تھے اور جو کہتے تھے کہ لڑا دے ممولے کو شہباز سے۔

اس اقبال سے یہ کچھ ایسا حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ملت کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں۔اس کا یہ جملہ سنو کہنے لگا ''اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے بچے بھی وہ سینما کی جو تہذیب ہے اسکو اپنائیں گے وہ ہمارے بچے (وی۔سی۔آر) کے کلچر میں رہے گے ہمارے بچے جس وقت ڈانس کریں گے تو ان کی خوشیاں لوٹ آئیں گی۔یہ ملاں نے جو پہرے لگا رکھے تھے یہ ختم ہو جائیں گے'' میں اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ اے امریکہ کے پالتو گماشتے! ہم فکر اقبال پر بھی پہرہ دیں گے اور ان شاء اللہ جو اسے توڑنے کی کوشش کرے گا اس چور کے ہاتھوں کو بھی قلم کر دیا جائیگا۔

اساتذہ کی تربیت کا زہریلا کورس

اب دیکھئے اساتذہ کی تربیت کا کورس مرتب ہوا کس ادارے کے تحت تیار کی گئی اور وہ کتاب ایک ڈاکٹر نے لکھی ہے اس نے کتاب کا نام ''ماڈرن ٹیچنگ اینڈ اسلامک ٹریڈیشن'' اس کتاب میں اس نے طریقے بتائے ہیں کہ کس طرح اساتذہ کی برین واشنگ کی جائے جو کالجوں اور یونیوسیٹوں میں پڑھائیں گے اور پہلی کھیپ میں 150

اساتذہ کی تربیت کی گئی ہے 150 جب گندے ہو جائیں گے تو وہ 40، 50لاکھ کو خراب کریں گے۔ یہ قوم کہ جس کے پاس رات کھانے کو کچھ بھی نہیں ان کا پچاس کروڑ ان ڈاکوؤں کو کیوں دیا گیا کہ جو ان لوگوں کا ایمان لوٹے اور ہمارے لیے نصاب بنائیں۔ عجیب خیال ہے ان لوگوں کا جب بھی طعنہ ملتا ہے تو یہ ملتا ہے کہ تم روشن خیال بن جاؤ۔

کیا ہمارے سوا کسی کو روشن خیالی کی ضرورت نہیں ہے جب بھی طعنہ ملتا ہے تو ہمیں، کیا بربریت برسانے والے اس خونخوار یہودی کو روشن خیالی کی ضرورت نہیں،

کیا انڈیا کے گماشوں کو روشن خیالی کی ضروت نہیں،

ہمیں روشن خیال بنانے والو! ہمارے رب نے ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا پہلے کوئی امت ایسی نہیں تھی کہ جس کی ذہانت اتنی ہو کہ آگے نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے تو وہ امت آگے نور پھیلاتی رہے۔ اس امت کی شان ہے کہ رب نے فرمایا کہ اب جو فیض نبی علیہ السلام سے لیں گے قیامت تک روشنی کرتے رہے گے۔ ہمیں سمجھانے کیلئے کورس کروائے جا رہے ہیں، ہمارے لیے کتابیں لکھی جا رہی ہیں 1500 افغانی اساتذہ اور 500 طلبا کو انڈیا بھیجا گیا ہے اس نام نہاد کرزائی نے بھیجا ہے۔ وہاں جا کے جو ثقافت پڑھ کے آئیں اور وہاں سے برین واش کرا کے آئیں۔

اسلام آباد کے 500 اساتذہ کو امریکہ بھیجا گیا ان کی وہاں تربیت ہو رہی ہے یہ ہماری یونیوسٹیوں کو، ہماری درس گاہوں کو، ہمارے اداروں کو معاذ اللہ ایک امریکی موزچہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس انداز میں قوم کے جو نونہالوں کے دماغوں کے ساتھ کھیلنا چاہتے ہیں۔ اس واسطے ہرگز ہم ایسی تبدیلی کو ہضم نہیں کر سکتے، نہ ہم سے برداشت ہو سکتا ہے۔

نصاب تعلیم کا تعلق گندھارا سے نہیں قرآن سے ہے

اب جس وقت نصاب پڑھنے سے پہلے کی بات تھی تو یہ کہا جا رہا تھا کہ گندھارا سے لیں گے، آریا سے لیں گے اور یہ کریں گے، وہ کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ کتنے پاگل ہو تم ہڑپہ کی ٹھیکریوں سے تو پڑھنا چاہتے ہو مگر ماہ مدینہ کا تم قرآن نہیں پڑھنا چاہتے۔ ہڑپہ کی سلوں کو چاٹنے والو! سنت میں سب کچھ موجود ہے کہ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے، زمانہ کیسے چلتا ہے، نظام کیسے بدلتا ہے لہذا ہم کیوں جا کے ہڑپہ کے چکر لگائے اور وہاں کی ٹھیکریوں، سلوں اور برتنوں سے تہذیب حاصل کرے۔ ہمارے رب نے ہمیں سب کچھ قرآن میں عطا فرمایا ہے۔

جدید نصاب تعلیم میں خرابی

ایسی صورت حال کے اندر اب دیکھ لیجئے نتیجہ یہ نکلا کہ کسی وزیر تجہیل کا بیان آیا جب کہ وزیر تعلیم تو ایسا ہو نہیں سکتا وہ کوئی وزیر تجہیل ہو سکتا ہے اور لگتا ہے کہ وہ اگنورینس کا وزیر ہے ایجوکیشن کا وزیر نہیں ہے۔ جس نے کہا ہے کہ نئے نصاب کے اندر انڈیا پر تنقید نہیں کی گئی ہے ہندوؤں پر تنقید نہیں کی گئی ہے یہ شان ہے ہمارے نصاب کی تو اس کو سوچنا چاہئیے تو پھر قرآن کریم کا کیا کرو گے جس کے مجموعی طور پر پانچ حصے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الفوز الکبیر میں پورے قرآن کے پانچ حصے بنائے ہیں ان میں سے ایک حصہ وہ باطل پرستوں کے ساتھ لڑنے کا ہے۔ چار پارٹیاں تھیں جن سے قرآن لڑا ہے، ایک تھے مشرکین مکہ، دوسرے تھے منافقین، تیسرے تھے یہودی، چوتھے تھے نصارٰی قرآن مجید کا پورا پانچواں حصہ تو ان سے لڑنے میں اترا ہے تو کیا ہم قرآن مجید کو بھی بدل دیں کہ جس میں یہودیت پر تنقید نہ

ہو جس میں عیسائیت پر تنقید نہ ہو، جس میں ہندوؤں پر تنقید نہ ہو۔ نہیں نہیں ہمارے دین کا ایک حصہ پورا پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سارے قرآن کا اس بارے میں موجود ہے۔ اس واسطے ہم کسی اور سے کچھ نہیں لیں گے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا قرآن کافی ہے جس کو ہمارے اسلاف نے سمجھا ہے اور جس انداز میں ہم تک پہنچا ہے اسی انداز میں اس کے ہر حکم کو آگے بڑھاتے چلے جائیں گے۔

نصاب عظمت اسلام کا مظہر ہو:

﴿نصاب تعلیم کی خوبیاں﴾

پہلی خوبی:

نصاب کی سب سے پہلی خوبی یہ ہونی چاہے کہ مسلم امہ کا جو نصاب ہے اس میں اسلام کو معاذ اللہ ادنی درجہ کا دین بنا کے پیش نہ کیا جائے۔

آج کے نصاب میں کوشش یہ ہو رہی ہے کہ ہر برتری غیروں کی بیان کرو، ہر خوبی غیروں کی بیان کرو، فضیلت ان کی بیان کرو تو ظالمو! جب بچے کہیں گے کہ فضیلتیں ان میں ہیں تو پھر ہمیں اپنے دین کی ضرورت کیا ہے؟ تو پھر کیا بنے گا۔ یہ ٹھیک ہے کسی میدان میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہم سے اتنا آگے گزر گیا لیکن ساتھ بتاؤ کہ ہم نے اور بھی بڑے کام کیے ہیں۔ ہم نے اور میدانوں میں کتنی ترقیاں کی ہیں۔ یہ دل اور دماغ اس کو طہارت دینے میں ہم نے کتنا شیطان کا مقابلہ کیا ہے اور ہم نے اپنے آپ کو باطل کے خلاف اور شہوات کے خلاف جہاد کے انداز میں پیش کیا ہے۔ اصل ہمارا شعبہ موجود ہے یہ ایک جزوی بات ہے کہ فلاں نے اتنی ترقی کی اور وہ بھی ہمارے اسلاف کے افکار سے ادھار مانگ کے۔ ہم بھی اس میں ترقی

کریں گے۔ اپنے آپ کو اس انداز میں پیش کرو کہ ان کے سامنے اسلام کی طرف کسی خامی کی نسبت نہ ہو بلکہ خوبی ہو۔ ٹھیک ہے کہ ہم نے دس میدان اور سر کر لیے ہیں، یہ دنیا ادھوری سی ہے یہ بھی پوری ہو جائے گی۔ اس انداز میں ہمارے نصاب کی یہ شان ہونی چاہیے کہ کبھی بھی کسی شعبے میں ضمناً، کنایۃً اور صراحۃً اسلام پہ تنقید نہیں ہونی چاہیئے بلکہ یوں ہو کہ جو حقیقت ہے اس کے مطابق اسلام کی ساری حکمتوں اور عظمتوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔

دوسری خوبی:

نصاب تعلیم کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں غیروں پر غالب آنے کا جذبہ موجود ہو۔

دوسرے نمبر پر کہ جو باطل کے خلاف عزم ہے جہاد کا اس کو پوری طرح بچوں کے اندر اس کی پروموشن ہونی چاہیئے ان میں جذبہ ہونا چاہیئے ، حریت ہونی چاہیئے ،حرارت ہونی چاہیئے۔ وہ ایسے نہ ہوں کہ جیسے فارمی چوزے ہوتے ہیں بلکہ ان کے اندر اتنی طاقت ہو کہ ان کو آگ میں بھی ڈالا جائے پھر بھی حرارت برداشت کر کے اپنے دین کی بلندیوں کے نعرے لگاتے رہیں۔ ان کے سامنے مغرب کا کلچر اور مغرب کی تہذیب جو ہے اس کو یوں نہ بیان کیا جائے کہ ان کی بھی رال ٹپکنے لگے کہ ہم ویسے بن جاتے بلکہ ایسا نصاب ہو، ایسا دین ہو جس کو پڑھ کے کافر دیکھے تو سمجھے کہ ایک مسلمان کا بچہ جا رہا ہے۔

ایک مقام پر مدارس کے حوالے سے بیان ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ہم عصری علوم کے خلاف نہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کیوں ضروری ہے کہ جس بندے کو

ماڈرن علوم آتے ہوں وہ کلین شیو ہو اور بابو نظر آئے جبکہ اس کے چہرے پر داڑھی تو ہونی چاہیے اور اس کے سر پر عمامہ بھی ہونا چاہیے ان چیزوں میں اصل کمانڈ اس پر دین کی نظر آئے کہ جس صورت کو دیکھ کر امریکہ گھبرا جائے۔ اگر ہم نے ان کی سی صورت بنالی تو وہ سمجھے گا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں اور اگر ہماری یہ صورت ان کے سامنے رہے تو وہ ایک ایک بندہ جو سنت کے سائے میں ان کو نظر آئیگا تو دشمن ہم سے زیادہ خطرہ محسوس کرے گا تو ہم ان دشمنوں کے حوصلے بڑھانا نہیں چاہتے بلکہ گھٹانا چاہتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کوئی انگلش بولے مگر انگریز نظر نہ آئے۔یہ ایسے گماشتے بھی ہمارے لیے بڑے خطرناک ہیں جنہوں نے ملی، دینی علوم کے اندر ایسے ایسے علوم کو شامل کر کے لوگوں کو دین کی درس گاہوں سے نکالا۔ پتہ نہیں چلتا کہ یہ دین والے ہیں یا دنیا والے ہم ماڈرن علوم کے داعی ہیں مگر ماڈرن تہذیب کو زہر قاتل سمجھتے ہیں۔سب کچھ پڑھ کے بھی بندے کو یوں ہونا چاہیئے کہ یہ وہ ہے جو حجاز کے میخوانہ سے پی کے آرہا ہے۔اس واسطے یہ صورتحال ہے۔

تیسری خوبی:

نصاب تعلیم کی تیسری خوبی یہ ہے کہ نصاب مایوس کن نہ ہو۔

تیسرے نمبر پر ہمارے نصاب تعلیم میں مایوسی نہیں ہونی چاہیئے جو آج پھیلائی جا رہی ہے بالکل یوں بنا دیا کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ کہ تماری زندگی کی کوئی ضرورت نہیں مسلمانوں تمہیں مر جانا چاہیئے یہ تمہیں نصاب پڑھایا جارہا ہے۔

کسی آنے والے طوفان کو ڈراوا دے کر
ناخدا نے مجھے ساحل پہ ڈبونا چاہا

چونکہ آگے طوفان آجائیں گے تو یہیں ڈوب جاؤ یہ تمہیں حوصلے دیئے جارہے ہیں ڈوب جانے کے۔نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیئے اگر سو فیصد بھی سامنے ناکامیاں نظر آرہی ہوں۔معاشرے کے افراد میں پھر بھی ایسی غیرت اور حریت ہونی چاہیئے کہ اقبال کہتے ہیں۔

نکل کر صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

حوصلے بلند ہونے چاہیئے اور نصاب ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے شوق ہو، ذوق ہو، بلندی ہو۔حالات سب کے سامنے ہوتے ہیں لیکن جس حالات کو سنبھالنا ہے وہی ہائے ہائے کرنا شروع کردے تو بیچارے پچھلوں کا کیا ہوگا۔پھر وہ کہیں گے کہ وہ مار دیں گے، رسوا کر دیں گے ہمیں کھانے کو نہیں دیں گے، نہیں نہیں نصاب ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے فقرِ غیور کی ترجمانی ہوتی ہو کہ جو کچھ ہوجائے دنیا تو دنیا ہے ہم تو دنیا والے نہیں ہم تو دین کا سایہ رکھنے والے ہیں۔

﴿نصاب تعلیم بناتے وقت علامہ اقبال کا مشورہ﴾

جس وقت امان اللہ خان نے افغانستان میں نصاب تربیت دینے کے لئے ایک صدی قبل علامہ اقبال کو دعوت دی۔اور نصاب کمیٹی کا اجلاس ہورہا تھا کہ نصاب کیا ہونا چاہیئے جو اسلامی ادب ہے اور جاہلیت کا ادب ہے ان میں فرق کیا ہے اس صورتحال میں بحث ہورہی تھی تو علامہ اقبال نے بڑی عجیب بات کہی۔

﴿امرءالقیس اور عنترہ کی شاعری میں فرق﴾

کہنے لگے کہ میں صرف اس بات کو جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے امرأ

القیس کا ذکر کیا گیا جو جاہلیت کا بہت بڑا شاعر تھا جس کے قصیدے کعبہ میں لٹکائے گئے۔ اسکا تذکرہ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنمی شاعروں کا سردار ہے۔ وہ سردار تو ہے مگر جہنمی شاعروں کا۔ لیکن جس وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے عنترہ کی شاعری کا بیان ہوا تو اس کے چند شعار کا ترجمہ یہ ہے۔

شام سے لے کر فجر تک کوشش کرتا ہوں
دن سے لے کر شام تک میں جہاد کرتا ہوں
میں لقمہ حلال بھی کماتا ہوں
اور میں اپنے آپ کو ہر وقت جدو جہد میں مصروف رکھتا ہوں

تو میرے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آج تک کسی عربی شاعر کی ملاقات کا شوق پیدا نہیں ہوا مگر اس سے میں ملنا چاہتا ہوں۔ علامہ اقبال نے دونوں کا نام لیکر یعنی امرأ القیس اور عنترہ کا کہ نبی علیہ السلام نے جوان کا فرق کیا اسے اپنی شاعری میں بیان کر دیا کہ اقبال کہتے ہیں کہ

﴿امرء القیس کی شاعری میں ہجر﴾

میری رائے یہ کہ امرء القیس کی شاعری میں ہجر ہے، جدائی ہے کہ خیموں کی رسیاں جلی پڑی ہیں، محبوب بھاگ گیا ہے اور ملتا کچھ نہیں اور مایوسی ہی مایوسی ہے۔

﴿عنترہ کی شاعری میں جوش، جذبہ، جرأت﴾

دوسری طرف عنترہ ہے کہ جس کی شاعری میں جوش ہے، جذبہ ہے، جرأت ہے، بہادری ہے اور امید کا درس دیا جا رہا ہے۔ اگر چہ وہ سبق کسی چیز کے بارے میں ہو لیکن ایک طرف مایوسی تھی اور دوسری طرف بہادری اور حوصلہ تھا تو میرے محبوب علیہ

السلام نے فرمادیا کہ میں عنترہ کی شاعری کو ترجیح دیتا ہوں۔اس واسطے اقبال کہنے لگے کہ اگر آج تم افغانیوں کا نصاب بنانے لگے ہو تو میری رائے یہ ہے وہ نصاب بناؤ کہ جس کا ہر سبق پڑھنے والے کو حوصلہ ملے۔اس قوم کو

مرنے سے پہلے مرنے کا سبق نہ پڑھائیں بلکہ مرنے کے بعد بھی جینے کا سبق پڑھایا جائے۔

﴿قومی تعلیمی پالیسی کے خدوخال﴾

آج نظریہ پاکستان پہ پہرہ دیتے ہوئے اس قومی تعلیمی پالیسی کے خدوخال کو اجاگر کرنا از حد ہم پہ فرض ہے۔اور اس انداز میں اس کو آگے بڑھانا ہمارے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں دین دیا اور جو نظام دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں جتنا اور جو کچھ ظاہر میں خلاف نظر آئے مسلمان کو کبھی بھی آذان دینا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔مرضی ہے کوئی آذان پہ آئے یا نہ آئے۔لیکن موذن کا کام ہے کہ اذان دیتا رہے۔

﴿قرآن وسنت پہ بے جا تنقید﴾

آج یہ فیشن بن گیا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یوں نہیں ہونا چاہیئے تھا یوں ہوتا تو بڑا اچھا تھا یہ تو معمولی چیز ہے اس سے آگے گزر جاتے ہیں۔

لیکن یاد رکھو! ابلیس کافر بنا تو کیوں بنا؟ اس کا سبب کیا تھا؟ سب سے مردود اور ناپسندیدہ شیطان ہے وہ کافر کیوں بنا؟ کیا یہ سبب تھا کہ سجدہ ترک کیا تھا تو کافر ہو گیا۔ترک سجدہ کافر ہونے کی دلیل نہیں۔ورنہ کتنے مسلمان ہیں انہیں کہا گیا کہ "اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ" نماز پڑھو لیکن وہ ترک سجدہ کر جاتے ہیں تو کیا وہ کافر ہو جاتے ہیں؟ جبکہ ایسا نہیں۔اور ادھر شیطان صرف ترک سجدہ کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

﴿شیطان مردود کے لعین ہونے کی وجہ﴾

امام بیضاوی کہتے ہیں کہ بات اصل میں سجدہ نہ کرنے کی نہیں تھی بات اللہ کے حکم پر تنقید کرنے کی تھی۔ سجدہ نہ کرتا تو رسوا اتنا نہ ہوتا جتنا اس نے روشن خیال بننے کی کوشش کی تو مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو کہنے لگا۔

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ 12)

میں اس سے بہتر ہوں سجدہ کیوں کرو مجھے آگ سے پیدا کیا اس کو مٹی سے پیدا کیا۔

مٹی نیچے جاتی ہے آگ اوپر جاتی ہے لہذا میں اوپر والا ہوں سجدہ کیوں کرو؟ تو خلاصہ کیا بنا اس نے ضمناً اپنی گفتگو میں یہ کہہ دیا اے اللہ تجھے یہ حکم مجھے نہیں دینا چاہئے تھا تو معاذ اللہ اس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی قباحت بیان کی کہ اللہ نے حکم اچھا نہیں دیا یہ وہ ظاہرا کہہ رہا تھا کہ میرے اللہ کو حکم دینے کا بھی پتہ ہی نہیں کہ کس کو کیا کہنا ہے؟ کس کو کیا کہنا چاہئے مجھے یہ کہہ دیا کہ میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کروں۔ معاذ اللہ وہ اللہ کے فیصلے پر تنقید کر رہا تھا کہ میری عقل نہیں مانتی کہ ایسا کیا جائے ۔جب اس نے کہا کہ میں نہیں مانتا تو وہ اپنی عقل کو درمیان میں لے آیا تو کیا ہوا جب اس نے اللہ کے حکم کو قبیح سمجھا کہ یوں ہونا نہیں چاہئے تھا۔ آخر کچھ دیکھا بھی جائے میں افضل ہوں، وہ مفضول ہے مجھے کہا جا رہا ہے کہ سجدہ کرو تو اس نے اللہ کا جو حکم تھا (اُسْجُدُوْ الآدَمَ) اس کے لحاظ سے اس نے اللہ کے حکم پر تنقید کی۔ اللہ کے فیصلے پر تنقید کی کہ اللہ کو یوں نہیں کہنا چاہیئے تھا۔

روشن خیالی کا وبال

اب سوچو کہ وہ کتنے بڑے مجرم ہیں جو رب ذوالجلال کے فیصلوں پر اپنے مشورے دے رہے ہیں۔ خالق کائنات کے دیئے ہوئے احکام پر رائے زنی کرنے میں کوئی جرم نہیں سمجھ رہے اور کہتا ہے کہ ہمارا دین بھی ہے، ایمان بھی ہے ہم کعبہ کی چھت پر اذان بھی پڑھتے ہیں۔ ابلیس کیوں مارا گیا وہ تنقید کی وجہ سے مارا گیا سجدہ ترک ہو گیا لیکن وہ روشن خیال بنا۔ میرے اللہ یہ نہیں ہو گا اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی سوچ کو لے آیا تو اس وجہ سے گمراہی ہو گئی، گمراہی کی وجہ سے ہمیشہ سے نکال دیا گیا۔

مسلم امہ سے گزارشات

اس واسطے دست بستہ آپ سے بھی اور پوری قوم سے بھی جہاں تک ہماری آواز پہنچتی ہے۔ ''اللہ کے فضل سے پوری دنیا تک پہنچتی ہے یہاں سے نکلنے والی آواز امریکہ کے واشنگٹن کے دائیں بائیں بھی پہنچتی ہے''۔ دست بستہ میری گزارش ہے کہ کبھی بھی اللہ اور اس کے محبوب علیہ السلام کے فیصلوں پر کوئی فتوی دینے نہ بیٹھ جائے کہ یوں کرتے تو اچھا تھا، یوں ہوتا تو اچھا تھا۔ اگر یوں کر دیا جاتا، اس طرح یوں بدل دیا جاتا۔ اس کو معمولی جرم نہ سمجھو۔ اسی نے تو اس کو بگاڑ دیا کہ جو پہلے فرشتوں کی صف میں شامل تھا اب وہ دنیا کا مردود ترین بن گیا ہے۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبرئیل امیں کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد
وہ فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

یہ جو آزادی آج لیے پھرتے ہیں، کوئی کہتا ہے صحافت کی آزادی ہے، کوئی کہتا

ہے جمہوریت کی آزادی ہے، کوئی کہتا ہے ہیومن رائٹس کی آزادی ہے کہ جس نے ایسا کیا اللہ کے حکم پہ تنقید کر دی تو وہ نہ بچ سکا اس واسطے آج بولتے ہوئے ہمیں بھی اور وہ لوگ جو کاروبار بنائے بیٹھے ہیں سوچنا چاہیئے۔

جہان بدلنے کا وہ بھی گمان رکھتے ہیں
جو گھر کے نقشے میں پہلے دکان رکھتے ہیں

آج وہ ہم پر مسلط ہو گئے وہ لوگ ہمیں تعلیم دینے کیلئے مقرر ہیں، امریکہ نے ہم پر مسلط کر رکھے ہیں لیکن ہم قرآن والے ہیں، سنت والے ہیں، ایمان والے ہیں اور محبوب علیہ سلام کے دھیان والے ہیں۔

﴿ہم نظریہ پاکستان والے﴾

اس واسطے نظریہ پاکستان والے ہیں ہمارے بزرگوں کا نظریہ خون سے نکلا تھا، یہ نظریہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی کے خون سے نکلا تھا اس واسطے ہم اس کو پامال نہیں کرنے دیں گے اور میں تو یہ باب ختم کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے
تن من دھن سب وار کے ہم نے یہ پرچم لہرانا ہے
یاد ہے تم کو ہندوستان پہ جب انگریز کا سایہ تھا
گنگا جمنا کی دھرتی پر کفر کا بادل چھایا تھا
مسلم لیگ نے گھر گھر جا کے قوم کو پکڑ جگایا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے پاکستان بنایا تھا
اب اس دیس کے والی ہم ہیں اس کو خوب سجانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

شیخِ مجدّد نے جو تخم اس ارض ہند میں ڈالا تھا
خیرآبادی نے خوں دے کر اس گلشن کو پالا تھا
فکر رضا نے اس گلبن میں ہر سو کیا اجالا تھا
آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس کا ثمر سنبھالا تھا
ان کے ہی افکار کو ہم نے پھر جگ میں پھیلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

امن سکون سے رہنے والو آج اونچے ایوانوں میں
ان کو بھی تو یاد کرو جو کٹ گئے تھے میدانوں میں
کتنی غیرت تھی ان میں اور قوت تھی ایمانوں میں
آج وہ ہم سے فرماتے ہیں خلد کے بالاخانوں میں
ہم نے جس کو خون دیا تھا تم نے اسے چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

کچھ تو خون کے قطرے مَل کر آ بیٹھے ہیں شہیدوں میں
ان کی ملت بنی وطن سے خود کہتے تھے جریدوں میں
وحدتِ ہند تھی لیلیٰ ان کی ہر جا غزل قصیدوں میں
خوش ہو کر یہ بیٹھتے تھے تب گاندھی ہی کے مریدوں میں
ہم نے ایسے ستم گروں کو بھی شیشہ دکھلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

کب سے اس گلشن پہ دیکھو حملے کیے خزاؤں نے
اس کے غنچوں کا رس چوسا ہے سوتیلی ماؤں نے

اس کے صحن میں ڈیرے ڈالے ہیں بے رحم بلاؤں نے
اس کا مالی سویا ہوا ہے استعمار کی چھاؤں میں
اس گلشن سے ہر غاصب کو ہم نے مار بھگانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

میرے دیس کے ہر چپے پہ یارب امن کے پھول کھلیں
شام سحر کے ہر لمحے میں عدل، احسان کے دیپ جلیں
اس کے ہر باسی کو یارب علم، حلم کے جام ملیں
اس کے دشمن جل جل کے خود اپنی موت ہی آپ مریں
آصف ہم نے اپنے دیس میں رب کا دین چلانا ہے
پاکستان بنایا تھا اب پاکستان بچانا ہے

یہ ہماری اس وقت کی کاوش اور کوشش ہے اور یقیناً ملت کے ہر دردمند انسان کا یہی پیغام ہے اللہ کے فضل سے امید ہے انشاءاللہ ہم اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے اور ہم اپنا فریضہ سرانجام دیں گے اور کامیابی حاصل کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالی

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

باب نمبر

4

ربط ملت اور اہلسنت کی ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واتم برہانہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پر نور شافع یوم النشور، دستگیر جہاں، غمگسارِ زماں، سید سروراں، حامی بیکساں، ہادل السبل، ختم الرسل، مولائے کل جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ہم سب کو اس اہم پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حضرات و خواتین کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمیں دین متین کی سربلندی کیلئے متحرک ہو کر اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔

﴿ربطِ ملت اور اہل سنت کی ذمہ داریاں﴾

اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ جس کے ماننے والے دنیا کے کونے کونے میں رہتے ہیں۔ ایک ربط ہے جو پوری کائنات کے مسلمانوں کو یکجا کرتا ہے......وہ رشتہ اسلام ہے......جس نے شرق وغرب میں پھیلے ہوئے امت مسلمہ کے افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے......جغرافیائی حدود اور رنگ ونسل کا امتیاز اس وحدت اور ربط باہمی کو منقطع نہیں کرسکتا۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

﴿کلمہ اسلام میں وسعت﴾

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے......خواہ وہ اس سے کروڑوں میل دور رہتا ہو......اسکی وطنیت کوئی بھی ہو......اس کا رنگ کوئی بھی ہو......اس کی نسل کوئی بھی ہو......کلمہ اسلام ایک ایسا ربط ہے......دین اسلام ایک ایسا ربط ہے...... جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید اور نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہمارے لیے ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس نے شرق وغرب اور دنیا کے کونے کونے میں زندہ رہنے اور جینے والے افرادِ ملت کو ایک کنبے کے افراد کی طرح اکٹھا کر دیا ہے۔

رنگ ونسل کا امتیاز......ملک اور وطن کی حدود......ہمارے اس رشتہ محبت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں......کیونکہ ہماری قوم اپنے تشخص میں جغرافیائی حدود یا رنگ ونسل کی محتاج نہیں ہے......ہماری قومیت......وطنیت......تشخص......اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے عبارت ہے۔لہٰذا یہی ہمارا تشخص ٹھہرتا ہے اور یہی ہماری قومیت اور وطنیت کے بنیادی ستون ہیں۔

﴿نصیحت اقبال﴾

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

دنیا کی دوسری قوموں کی قومیت کا انحصار انکی جمعیت ملک سے ہے......وہ نسب کو دیکھتے ہیں......رنگ کو دیکھتے ہیں......جغرافیائی حدود کو دیکھتے ہیں......اس لحاظ سے انکی قومیں بنتی ہیں......جبکہ ہماری قومیت میں رنگ ونسل اور جغرافیائی حدود کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کا بھی ربط......محبت......اور رشتہ غلامی ہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والا ہو،......ہماری اور اسکی قوم ایک ہے، اسی لیے علامہ محمد اقبال نے کہا تھا:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

﴿ہندوستانی قومیت کا نعرہ﴾

قیام پاکستان سے قبل کچھ لوگ ہندوستان میں ہندوستانی قومیت کا نعرہ لگا رہے تھے......، وہ ہندوستان کی وحدت ہندو قومیت کی بنیاد پر قائم رکھنا چاہتے تھے......وہ کہتے تھے کہ ہم سب ہندوستان میں رہتے ہیں......، لہٰذا ہمیں آپس میں کوئی اختلاف نہیں کرنا چاہیے......، خواہ ہم ہندو ہوں......یا مسلم......ہمیں ایک قوم بن کر رہنا چاہیے......اس لیے کہ ہمارا وطن ایک ہے......

﴿اہلسنت کا دوقومی نظریہ﴾

جب کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالی اور ہمارے دوسرے سرکردہ اکابرین نے دوقومی نظریہ پیش کیا جس کی رو سے ہماری قومیت وطن

کی محتاج نہیں ہے ......، یہ وطن کی حدود و قیود سے بالاتر ہے ......، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالق کائنات کی بارگاہ میں پہنچانے والا ایک ایسا رابطہ ہے...... کہ جو دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی فرد کو میسر ہو جائے تو وہ ہماری قوم اور ملت کا فرد بن جاتا ہے۔

فکر اقبال اور دو قومی نظریہ

اس لیے علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالی کی کلیات میں یہ بات بڑے وثوق سے ملتی ہے، آپ نے اپنے دور کے قومیت پرستوں کا رد فرمایا، آپ فرماتے ہیں: ؎

عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ

ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

(یعنی یہ لوگ منبروں پر بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ملت از وطن است (ملت وطن سے بنتی ہے)

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

یہ لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے کتنے بے خبر ہیں کہ اب تک یہ نعرہ لگا رہے ہیں:...... "ملت وطن سے بنتی ہے"

وہ اور لوگ ہیں جن کی ملتیں وطنوں کی محتاج ہیں ...... ہماری ملت وطن کی محتاج نہیں ہے ،...... ہم ہندوستان کے باسی ہونے کے لحاظ سے قومیت نہیں مانتے ......اس لیے کہ ہماری قومیت کی بنیاد نظریے پر ہے......اور ہمارا نظریہ ہندوؤں سے یکسر مختلف ہے،......اگر چہ وطن ایک ہے لیکن ہم وطن کی وحدت کو وحدت ملت قرار نہیں دے سکتے ......کیونکہ ہمارا نظریہ ان سے جدا ہے،......ہمارا ملی تشخص ان سے

جدا ہے،...... ہمارے بودوباش کے طریقے ان سے جدا ہیں...... اس لیے کہ ہم نظریہ کے حامل لوگ ہیں......، ہمارا ان سے نظریاتی اختلاف ہے...... جو ہمیں ایک وطن ہونے کے باوجود ان سے کوسوں میل دور بتا رہا ہے اور جن لوگوں سے ہمارا نظریاتی اتحاد ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں وہ اور ہم ایک قوم کے رکن ہیں۔

اور وہ لوگ جن سے ہمارا نظریاتی اختلاف ہے خواہ اسی ہند کے رہنے والے ہیں لیکن ہمارا اور ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وحدت وطن پر وحدت مذہب مقدم ہے،...... وحدت وطن پر وحدت عقیدہ مقدم ہے...... جب یہ لوگ ہمارے دین ،عقیدہ اور نظریہ کو نہیں مانتے...... تو ہم محض ایک وطن کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ رہنے کو پسند نہیں کریں گے۔

﴿ربط ملت کی ضرورت﴾

ملت اور مذہب کا وہ تصور جس کو قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے...... ہمارے علمائے حق نے اس کی نشاندہی کی اور مفکرین نے اس کو اجاگر کیا...... جس کی بنیاد پر یہ عظیم خطہ پاکستان کی صورت میں معرض وجود میں آیا...... ملت کا یہ تصور بڑا ہی وسیع ہے...... جہاں ربط ملت بڑا ضروری ہے...... وہاں اسکی جو ذمہ داریاں ہیں...... ان کا احساس بھی بڑا ضروری ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے مسلمان کو بحیثیت مسلم ایک لائن دی ہے کہ تم نے جو زندگی گزارنی ہے وہ کن لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر،...... چل کر گزارنی ہے،...... کن لوگوں میں شمار ہو کر...... کندھے سے کندھا ملا کے گزارنی ہے...... اور کن لوگوں سے پیچھے ہٹ کر گزارنی ہے۔

اسلام تمہیں کچھ حدود کے اندر دیکھنا چاہتا ہے، آوارہ،...... بے لگام نہیں دیکھنا چاہتا کہ جس کے ساتھ جی چاہے مل جاؤ،...... جس کے ساتھ جی چاہے اپنی محبت قلبی کا اظہار شروع کر دو۔ اسلام نے جس طرح نماز،...... روزہ وغیرہ کا ایک نظام عطاء کیا ہے۔ ایسے ہی زندگی گزارنے اور اپنے روابط رکھنے کے لحاظ سے بھی ایک دستور عنایت فرمایا ہے۔

﴿سچوں کی راہ کا انتخاب﴾

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ...... اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد،...... مؤمن ہو جانے کے بعد،...... نماز، روزہ قائم کرتے ہوئے تمہیں صادقین کی معیت،...... سنگت،...... ربط و محبت رکھتے ہوئے ان کے گروہ میں اپنے آپ کو شمار کروانا ہے۔ جس راہ کو صادقین پسند کرتے ہیں اسی راہ پر تمہیں بھی چلنا پڑے گا،...... جس راہ کی وہ نشاندہی کرتے ہیں اس کو تمہیں اپنانا پڑے گا۔

اگرچہ وہ صادقین اللہ کے بندے ہیں لیکن جس وقت اللہ کے یہ بندے اللہ کے احکامات کی روشنی میں کوئی راستہ متعین کر دیں گے تو وہ راستہ افرادِ ملت کے لیے اللہ کی طرف سے متعین کردہ صراط مستقیم بن جائیگا۔

﴿صراط مستقیم کا تصور﴾

اسی لیے تو خالق کائنات جل جلالہ نے قرآن مجید برہان رشید میں صراط مستقیم کا اس طرح تصور دیا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ......

اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اس سیدھے راستے کا تعارف کیا ہے؟...... یہ کیسے پہچانا جائے گا...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ راستہ ہے تو میرا لیکن پہچانا میرے بندوں سے جائے گا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ......

وہ صراط مستقیم ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے۔ یہ اللہ کا راستہ ہے مگر اس کے نشانات اللہ کے بندے ہیں۔

اسی لیے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ......(سورہ لقمان رقم الآیۃ 15)

تو اسکی راہ اپنا جس نے میری طرف رجوع کیا۔

اس کے پیچھے چلو جو میری طرف جھک چکا ہے،...... جس کا دل میرے ذکر سے آباد رہتا ہے،...... جس کی جبین میری بارگاہ میں جھکتی رہتی ہے،...... جو فکر و نظر کے لحاظ سے میری بارگاہ کی طرف متوجہ ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ...... اگر چہ وہ راستہ چلنے کے لحاظ سے تو اس کا شمار ہو رہا ہے مگر آتا میری بارگاہ کی طرف سے ہے اس لیے میں تمہیں اس مرد مومن کے راستے پر چلنے کا حکم دے رہا ہوں لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لحاظ سے ہمیں یہ حکم فرمایا اور کہیں فرمایا:

﴿اہل علم سے پوچھو﴾

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ......(سورۃ النحل رقم الآیۃ 43)

اگر تمہیں خود پتہ نہیں تو اہل ذکر سے پوچھو، ان سے معلوم کرو۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور مقرب بندوں کا ذکر کر کے...... ان کی طرف متوجہ کر کے...... ان سے پوچھنے کا حکم دے کر...... اپنے راستے کی خبر دے رہا ہے۔ لہٰذا ان سے باہمی ربط رکھیں، ان لوگوں کا تمہارے ساتھ اور تمہارا ان کے ساتھ تعلق ہو اس طرح صراط مستقیم کا تعین ہوتا جائیگا۔

جب ان صادقین کی سنگت ہوگی، ان کے ساتھ ربط ہوگا تو زندگی کا سارا سفر کامیابی سے گزر جائیگا۔ جب بڑے بڑے لوگ بھٹک رہے ہوں گے تم سیدھے راستے پر رہو گے۔

﴿وقت کے علماء کا فیصلہ﴾

ربط ملت کے لیے یہ حکم ہوا کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آ جائے کہ جس کا ہم قرآن وسنت سے واضح طور پر حل معلوم نہ کر سکیں اگر چہ موجود ہو تو پھر کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَاوِرُوْا الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ۔...... زمانے کے فقہا اور عابدین سے مشورہ کر لینا۔ (کنز العمال ج2ص 341 موسسته الرساله بیروت)

اس میں دراصل ان لوگوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا درس دیا گیا تاکہ ربط ملت کے تقاضے پورے ہوں۔

﴿مفتی کیلئے عرف کی معرفت﴾

پھر جو مشورہ دینے والے ہیں...... بتانے والے ہیں...... انہیں اس حد تک [illegible] کیا کہ وہ شخص فتویٰ دینے کا حق دار نہیں جو زمانے کے عرف کو نہ جانے۔

ہر طبقے کا عرف مختلف ہوتا ہے...... ایک عرف ہے زمینداروں کا...... اور ایک عرف ہے تاجروں کا...... ایک عرف ہے عام لوگوں کا...... جو زمانے کے عرف سے واقف نہ ہو وہ لوگوں کے مسائل سے واقف نہیں ہو سکتا۔ مختلف طبقات زندگی کے لوگوں کی عرف کی باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ہر طبقے کی عرف کی باتوں کو جاننے سے باہمی ربط بڑھے گا۔

اسی لیے فقہاء کو باہمی ربط بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے کہ حکم دیتے وقت لوگوں کی بود و باش سے واقف ہو...... لوگوں کی عادات کو ذہن میں رکھے...... لوگوں کے معمولات کو ذہن میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو فقہاء کرام کی طرف متوجہ کر رہا ہے کہ تم ان سے جا کر مشورہ لو۔ اب فقہاء کرام کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ لوگوں سے ربط رکھیں...... ان کے ساتھ تعلق قائم رکھیں...... ان لوگوں کے مسائل سے واقف ہوں...... ان کے عرف کو جانتے ہوئے لوگوں کی ضروریات کے مطابق اسلام کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کریں۔

ربط ملت اور جماعت سے وابستگی

ربط ملت کے لیے سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔

(مشکوٰۃ باب اعتصادم بالکتاب السنۃ الفصل الثالث، ص 31 قدیمی کتب خانہ کراچی)

جمہور امت جس عقیدے پر ہے اس عقیدے کا تم پر ساتھ دینا ضروری ہے۔

جمہور امت صحابہ کرام سے لے کر ہر دور میں اور آج تک جن عقائد و نظریات پر ہے ان کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

جمہور امت کا جس مقام سے گزر ہو رہا ہو، اس مقام سے تمہارا گزرنا بھی

ضروری ہے۔ جمہور امت اگر شب بارات میں ہے تو تم اس کا بائیکاٹ نہ کرو بلکہ تم اس کاروان میں شامل ہو جاؤ...... اگر امت کا کارواں رمضان المبارک کے مہینے سے گزر رہا ہے تو اس مہینہ میں تم بھی روزے رکھو...... عبادت کرو...... نماز تراویح کا اہتمام کرو...... اے اہل اسلام! تم پر جماعت کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں کہیں اپنے کارواں کی خبر ہی نہ ہو اور کارواں کو تمہاری خبر ہو۔ اگر کارواں میں اور تم میں دوری پیدا ہو گئی...... بُعد پیدا ہو گیا...... جدائی آ گئی...... تو کارواں کا اپنی جگہ نقصان ہو جائے گا اور تمہیں لوگ اپنی جگہ گمراہ کر کے لے جائینگے کیونکہ۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اسی لیے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازمی ہے۔ کیوں؟

اِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ...... (مسند امام احمد ج 1 ص 18)

اس لیے کہ جو اکیلا ہوتا ہے اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

جو جمہور امت کے عقیدہ کو چھوڑتا ہے...... اس سے انحراف کرتا ہے...... جمہور امت کے عمل سے منہ موڑتا ہے...... تو اس کے ساتھ کون ہوتا ہے؟...... شیطان ہوتا ہے...... اور دوسری طرف جماعت میں...... اجتماعیت میں...... امت کے ساتھ منسلک رہنے میں اتنی برکت ہے کہ

فَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ (مسند امام احمد 1 ص 26)

شیطان دو آدمیوں سے بہت دور ہے۔

جماعت کی اجتماعیت تو بڑی برکت والی بات ہے، اگر تم دو بھی ہو گئے تو بھی

شیطان تم سے بھاگنے لگ جائیگا وہ دو سے اَبْعَد ہے......دور ہے......ایک کے زیادہ قریب ہے......لیکن اس شیطان کو خطرہ دو پر......تین پر......چار پر بھی ہے۔

اور جو امت کا جمہور......امت کی جماعت......امت کی اکثریت......امت کا سوادِ اعظم ہے......اسکے ساتھ تم عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے منسلک رہو گے تو شیطان کے حملوں سے محفوظ رہو گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ

(معجم کبیر للطبرانی ج 17 ص 144 داراحیاء التراث العربی)

جو جماعت سے جدا ہوا شیطان اس کے ساتھ ہوگا۔

﴿ربط ملت ہے جنت کی ضمانت﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَرَادَ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةَ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ

(جامع ترمذی، ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعة، رقم الحدیث 2165 مصطفی الحلبی)

جو چاہتا ہے کہ جنت کے وسط میں میرا مکان ہو اس کو امت کے ساتھ رہنا چاہیے۔لہٰذا جمہور امت کا ساتھ دینا، اس کے نظریات سے انحراف نہ کرنا، اس کے اعتقادات سے بغاوت نہ کرنا چاہیے، اگر فکر و عمل کے لحاظ سے جمہور کے ساتھ رہو گے تو برکت رہے گی اور شیطان کے حملوں سے بھی تم محفوظ رہو گے اور زندگی کا سفر آسانی سے کٹ جائیگا۔

﴿ربط ملت کا تقاضا﴾

اب دیکھیں! امت کا کارواں جمعہ کی نماز کے اجتماع میں ہے......لیکن امت

کے افراد اپنی اپنی دکانوں پر بیٹھے ہیں،......اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں......
اس طرح امت کے کارواں اور امت کے افراد میں دوری آ گئی......لیکن ربط ملت
امت کو درس دے رہا ہے کہ تم کبھی بھی اپنی راہ کو امت کے کارواں سے جدا نہ کر
......جس مقام پر وہ ہے تمہیں بھی اس مقام پر ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

لہٰذا یہ وقت دکان کھولنے کا نہیں......اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھر بیٹھنے کا نہیں
ہے،......نہ ہی یہ کھیل کود کا وقت ہے......اس وقت امت کی اجتماعیت کا وقت ہے
،......نماز جمعہ کا وقت ہے......لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ساتھ دے جیسے
سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

جو اکیلا ہو جائے گا، جو اس اجتماعیت سے الگ ہو جائے گا، شیطان اس کو گرفتار
کرلے گا۔

جب امت مسلمہ اجتماعی طور پر اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے رہی ہے، ان کی
اجتماعیت تمہیں جو اپنی دکانیں کھولے بیٹھے ہیں، اپنے گھروں میں اہل وعیال کے
ساتھ بیٹھے ہیں، دعوت دے رہی ہے کہ تمہیں بھی ہر حال میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔

دلِ مسلم خیانت نہیں کرتا

اسی لیے سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ لَّا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اَخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَا
لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ۔

(مشکوٰۃ ص 53 کتاب العلم دوسری فصل، قدیمی کتب خانہ کراچی

تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا.....

اللہ تعالیٰ کے لیے علم کو خالص کرنا...... مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا...... کیونکہ جماعت والوں کی دعا پچھلوں کا احاطہ کرتی ہے۔

﴿عمل میں اخلاص﴾

اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ

اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا...... اللہ کی رضا کیلئے ہر کام کرنا

بندۂ مومن کے دل کا یہ حق ہے کہ جس وقت اس نے ایک خدا کی توحید کا اعلان کیا ہے تو اپنے عمل سے بھی اس ایک خدا کی عبادت و بندگی کو ثابت کرے۔ نماز...... روزہ...... زکوٰۃ...... حج...... جہاد کر رہا ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کیلئے...... جب نماز پڑھے...... روزہ رکھے...... زکوٰۃ ادا کرے...... حج کرے...... جہاد کرے تو اگر ان میں سارے کا سارا دھیان اللہ کی طرف ہوگا تو پھر اخلاص عمل ہو جائے گا...... لیکن اگر یہ ہو کہ میں نماز پڑھتا ہوں کہ اللہ بھی راضی ہو جائے اور لوگ مجھے نمازی کہنا بھی شروع کر دیں تو ایک لحاظ سے معبود میں شرکت آ جائیگی، اسی لئے تو ریا کو شرک خفی کہا گیا ہے۔

جب ساری توجہ اللہ وحدہ لاشریک کی طرف ہے اور جو میں نماز پڑھ رہا ہوں، اس سے میرا مقصد کسی دوسرے کو خوش کرنا نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے سے کلمات تحسین وصول کرنا ہے، میں فقط اللہ تعالیٰ کیلئے پڑھ رہا ہوں تو یہ اخلاص ہے لیکن جب اس کے ساتھ ساتھ دوسری چیز کو بھی شامل کر لیا تو اس کے اندر شراکت آ گئی اور اخلاص تو چاہتا ہے کہ ساری کی ساری عبادت اللہ کے لیے ہو، اس میں ریا کا کوئی دخل نہ ہو۔

﴿مسلمانوں کی خیر خواہی﴾

دوسری بات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی:

وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ

وہ کام جس کو مسلمان کا دل نہیں چھوڑ سکتا ...... وہ مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے......ربط ملت کا تقاضا ہے......افراد ملت کی یہ ذمہ داریاں ہیں کہ جب آپ دیکھیں کہ اس کام سے قوم کا نقصان ہوگا......تو فوراً لوگوں کو اس نقصان سے مطلع کیا جائے......یہی تو جماعت کی اجتماعیت کی،......ربط ملت کی برکت ہے کہ بہت سے ذہن اکٹھے ہیں ......کوئی کسی خرابی کا کھوج لگائے گا......اور پھر اس خرابی سے اپنے بھائیوں کو مطلع کر دے گا کہ تمہارے اندر فلاں خرابی آ رہی ہے لہٰذا تمہیں اس سے بچ جانا چاہیے۔

مسلم مسلم کا آئینہ

اَلْمُسْلِمُ مِرْآةُ الْمُسْلِم...... (کنز العمال ج 1 ص 941 موسسة الرسالة)

مسلمان تو مسلمان کا آئینہ ہے۔

مومن تو مومن کا آئینہ ہے ......ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے آئینہ ہے......وہ اپنے مسلمان بھائی کو علیحدگی میں بتا دے گا......کہ میں نے تمہارے بارے میں فلاں بری چیز کی تشخیص کی ہے......اس خرابی میں پہلے بھی بہت سے لوگ مبتلا ہو چکے ہیں...... پہلے بھی بہت سے لوگ اس مرض کے مریض ہو چکے ہیں......اور اس خرابی......اس مرض کے آثار مجھے تمہارے اندر بھی نظر آ رہے ہیں۔

وہ اس کو بتائے گا کہ میں تمہارے اندر فلاں فلاں گندے عقیدے...... گمراہ عقیدے کے خطرات محسوس کر رہا ہوں ......فلاں فلاں کوتاہیاں ......خرابیاں انکی علامات مجھے تمہارے اندر نظر آ رہی ہیں۔لہٰذا میں تمہیں ان باطل غیر اسلامی عقائد و نظریات سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں، ان عقائد و نظریات کو اپنانے سے فلاں فلاں

خرابی پیدا ہوگی، یہ نصیحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تب ہی کریگا کہ جب ان کا آپس میں تعلق ہوگا......ربط باہمی ہوگا۔

اسی طرح جب ملت کا اجتماعی مسئلہ پیدا ہوگا......تو باہمی ربط سے ان مسائل کا پتہ چلے گا......ان سے پیدا ہونے والی مشکلات کا حل بھی پیش کیا جائے گا...... یہ سب کچھ تب ہی ہوگا...... جب اجتماعیت ہوگی...... کاررواں کے مسائل سے واقفیت ہوگی اور وہ جو کارواں سے دور بیٹھا ہے......کارواں کے ساتھ چلتا بھی نہیں ...... جماعت سے دور ہو گیا ہے......امت کے جمہور سے اس کا ربط ٹوٹ گیا ہے۔لہٰذا اب جب وہ اغواء ہوگا، شیطان اس کو شیطانی مکروفریب سے گمراہ کر دیتا ہے، جہالت اور گمراہیوں کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے تو پھر اس کو شکوہ اہل کاروں سے نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ خود کارواں سے جدا ہوا ہے، وہ خود اس کی راہ سے بھٹکا ہے۔

﴿ربط ملت سے دوری کا خسارہ﴾

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامَ مِنْ عُنُقِهٖ۔

(مستدرك للحاكم ج 1 ص 319 دار المعرفة بيروت ......، مشكوٰة باب الاعتصام بالكتاب والسنة الفصل الثالث:،ص 31 قديمى كتب خانه كراچى)

جو جماعت سے ایک بالشت دور ہو گیا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔

یعنی جو اپنے کارواں سے ایک بالشت بھی دور چلا گیا...... پیچھے رہ گیا......دائیں بائیں چلا گیا......کارواں کو چھوڑ دیا......اس نے خود اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا اور خود کو گمراہی کے سپرد کر دیا۔

اس نے اپنی جان پر ظلم کیا......کارواں پر ظلم کیا......اس نے کارواں کی اجتماعیت کو

نقصان پہنچایا اور اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر کے جہنم کا ایندھن بنوایا۔

لہٰذا کسی طرح بھی ملت کی اجتماعیت کو نقصان نہ ہونے دو......ملت کے ساتھ تعلق رکھو......ملت کے ساتھ مجتمع رہو......ٹھیک ہے ملت پر مشکل وقت آتا ہے تو آسان وقت بھی آئے گا۔ اب جو مشکل وقت میں ملت کا ساتھ چھوڑ جائیگا تو کل جب ملت پر آسان وقت آئے گا تو پوری ملت ان آسانیوں سے بہرہ ور ہو رہی ہوگی، تو وہ ان آسانیوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جسد ملت سے کٹ جائیگا تو پھر ملت کے فوائد و ثمرات سے بھی اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ جائے گا۔

سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ربط ملت اور اجتماعیت کے بارے میں اپنی حکمت بھری باتوں میں بہت سی چیزوں کی نشاندہی کی ہے۔ آج کے اس پر فتن دور میں بہت ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اس پیغام کو عام کیا جائے۔ کل بھی اہل سنت اہل حق تھے اور آج بھی اہل سنت ہی اہل حق ہیں۔

لہٰذا سب سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی انہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان کا ملت بیضا کی اصل اصیل سے تعلق ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جوامت کے جمہور کا عقیدہ رہا ہے اس کے یہی وارث ہیں۔

امت مسلمہ جس مسلک پر سواد اعظم اور بڑی جماعت کے لحاظ سے کاربند رہی ہے، وہ یہی مسلک اہل سنت و جماعت ہے۔ اس مسلک کے علماء کرام کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں اور اس مسلک کے افراد کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

شیطان انسان کیلئے بھیڑیا

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مسند امام احمد میں موجود ہے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ تیسری فصل، مسند امام احمد ج 5ص233،243، المیمنیہ)

شیطان انسان کیلئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لیے بھیڑیا ہے۔

﴿نصیحت آموز مثال﴾

یہ پہلے بھی کئی دفعہ میں نے بیان کیا ہے کہ سید عالم نور مجسم شفیع معظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر محسوس چیزوں کو محسوس بنا کر پیش کر دیا کرتے تھے، اس حدیث میں بھی فرمایا:

جیسے بھیڑیا بھیڑوں کے نقصان کے درپے رہتا ہے...... اس کا بھیڑوں کے فائدہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا...... یہ ان کا دوست نہیں ہے...... یہ موقع ملتے بھیڑوں کا خون بہاتا ہے...... انہیں قتل کرتا ہے...... ایسے ہی انسانوں کے لیے بھیڑیا ہے، وہ کون ہے؟ وہ شیطان ہے...... وہ کیا کرتا ہے؟ فرمایا:

﴿صراط مستقیم کے سوا گھاٹیوں سے بچو﴾

اِيَّاكُمْ وَالشِّعَابِ...... (مسند امام احمد ج 5ص342)

اے امتی! گھاٹیوں سے بچ کر رہنا۔

راستے میں دائیں بائیں کمین گاہیں بنی ہوئی ہیں ان سے بچ کر رہنا...... صراط مستقیم کے ساتھ ساتھ جو گھاٹیوں میں چور بیٹھے ہیں ان سے بچ کر رہنا...... ان گھاٹیوں کے اندر شیطان بیٹھا ہے اس سے بچ کر رہنا...... کیونکہ وہ ہر وقت بھیڑوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ میری امت کے اندر تین قسم کی بھیڑیں شیطان کے ہتھے چڑھ جاتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے راہ راست سے کٹ جاتی ہیں۔

کون سے لوگ ہیں جن پر سرکار ﷺ نے بھیڑ کا اطلاق کیا، پھر تین قسمیں بیان کیں جس سے یہ فلسفہ سمجھایا کہ کس طرح کے لوگ کارواں سے کٹتے ہیں اور رسوا ہوتے ہیں، کون سے لوگ ہیں جو شیطان کے اشارے پر ناچتے ہیں، اس کے گمراہ کرنے پر صراط مستقیم کو چھوڑتے ہیں، سواد اعظم کو چھوڑتے ہیں، امت کے جمہور کو چھوڑتے ہیں اور بالآخر جہنم کی گہرائیاں ان کا ٹھکانہ بن جاتی ہیں۔

بھیڑیے کا تین بھیڑوں پہ حملہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَأْخُذُ الشَّاذَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ

(مشکوٰۃ ص22، باب الاعتقام بالکتاب والسنۃ تیسری فصل)

تین قسم کی بھیڑوں کو بھیڑیا اغواء کرتا ہے اب ہم نے سوچنا ہے کہ کس قسم کی بھیڑ کے ساتھ ہمارا کردار ملتا ہے اور ہمارا انجام کیا ہے؟

پہلی بھیڑ

پہلی بھیڑ جس کے اغواء ہو جانے کا خطرہ ہے وہ شاذہ ہوتی ہے، شاذہ نافرہ بھیڑ کو کہتے ہیں...... جس کو اپنے ریوڑ سے نفرت ہے...... اس بھیڑ کو اپنے ریوڑ سے انس نہیں ...... ہم آہنگی نہیں ...... جب ریوڑ چلتا ہے تو ریوڑ سے پیچھے رہتی ہے ...... شیطان بھیڑیا اسے جب دیکھتا ہے تو فوراً اسے اپنے پنجوں میں دبوچتا ہے اور اٹھا کر لے جاتا ہے۔

فرمان رسول ﷺ کا مطلب

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ میری امت کے افراد تم کہیں ایسی بھیڑ نہ بننا جس کو امت کی اجتماعیت سے نفرت ہو جائے

......جوامت کے سواد اعظم اور جمہور کے عقائد......نظریات......معمولات......مزاج ......شعار سے متنفر ہو جائے۔ تم جب ان سے نفرت کر کے ایک بالشت بھی پیچھے ہٹو گے تو شیطان جو کمین گاہ میں گھات لگا کر بیٹھا ہوا ہے، فوراً حملہ آور ہو کر پنجوں میں دبوچ گا اور ہمیشہ کیلئے گمراہی کی وادیوں میں دھکیل دے گا۔

غیرت وحمیت و دینی

غور کیجئے! آج ہماری ملت کے کچھ لوگوں کو لا مذہبیت کا سبق دیا جا رہا ہے، یہ کہتے ہیں کہ مذہب کوئی نہیں ......نہ یہودیت......نہ عیسائیت، ......نہ نصرانیت...... نہ اسلام......سب مذہب ایک جیسے ہیں۔ یہ لوگ Human Rights کی بات کرتے ہوئے اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ دین اور مذہب کچھ نہیں بس انسان انسان کا بھائی ہے۔ ٹھیک ہے ہر انسان کے بحیثیت انسان کچھ حقوق ہیں مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو دین کا مکلّف بنایا ہے، تابع بنایا ہے۔

بحیثیت دین ہمارا ان لوگوں سے اختلاف ہے یہودیت و نصرانیت سے اختلاف ہے......وہ کہتے ہیں کہ ہم معلم ہیں......زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں......یہود و نصاریٰ سے ہمارے میل جول سے ہمیں کیا نقصان ہو گا؟......ان کے فارم فل Fill کرنے سے اگر ہمیں گرین کارڈ مل جائے تو اس سے ہمارا کون سا نقصان ہو گا؟

شیطان کا حملہ کس پر؟

جب آپ نے تھوڑا سا بھی خود کو کاروان ملت سے پیچھے ہٹایا، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان فوراً اغواء کر لیتا ہے، اپنا اسیر بنا لیتا ہے اور پھر رہائی پانا مشکل ہو جائے گا۔

"الشــــاذة"...... بھیڑ کے کردار میں وہ شخص ہے جس کو ملت اور کارواں سے نفرت ہے، کارواں کے رہبروں سے نفرت ہے، کارواں کے معمولات سے نفرت ہے۔ ابھی پوری نفرت نہیں بلکہ تھوڑی سی نفرت پیدا ہونی شروع ہوئی ، وہ تھوڑا سا ملت کے کارواں سے جدا ہوا لیکن شیطان نے جو پکڑا تو ہمیشہ کیلئے اس کو کارواں سے جدا کر دیا۔

﴿خلاصہ کلام﴾

اب یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ بحیثیت افراد اہل سنت، ہمیں اہل سنت کے کارواں کے اندر شامل رہنا ہے...... کارواں سے محبت کرنی ہے......اور کارواں کے قائد سے محبت کرنی ہے......اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہم نے فکری یا نظری طور پر اس کارواں کی مخالفت کی ...... بغاوت کی، تو سرکار مدینہ ﷺ کے فرمان کے مطابق شیطان فوراً حملہ آور ہوگا اور جیسے بھیڑیا بھیڑ کو ریوڑ سے اٹھا کر لے جاتا ہے اسی طرح شیطان کاروان اہل سنت سے اٹھا کر لے جائے گا اور ہمیشہ کے لیے جہالتوں، گمراہیوں کے اندر پھینک دے گا، اس کے بعد مشکل ہے کہ انسان کو راہ حق حاصل ہو۔

﴿مساجد کی آبادکاری﴾

میں نے ابھی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے کہ جب امت کا کارواں اس وقت نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مساجد میں ہے اس وقت جو لوگ بازاروں میں چل پھر رہے ہیں، دکانیں سجائے بیٹھے ہیں، گھروں میں بیٹھے ہیں یا اسی طرح کے مشغلوں میں ہیں، اب یہ لوگ کارواں سے جدا ہو گئے ہیں، شیطان کارواں پر چل چکا ہے، اللہ کا فضل ان کے شامل حال نہیں ہوتا تو یہ دن بدن کارواں سے پیچھے ہٹتے ہی جائینگے یہاں تک کہ اگر پہلے وہ ایک دو نمازیں پڑھ لیتے تھے تو آہستہ آہستہ ان سے

بھی محروم ہو جائیں گے، پہلے اگر نماز عید ادا کر لیا کرتے تھے تو پھر اس سے بھی کنارہ کرنے لگیں گے۔

لہٰذا ربط ملت کے لحاظ سے افراد ملت کی ذمہ داریاں ہیں، افراد ملت کاروان ملت سے ہر لحہ مربوط رہیں، ایک لحہ کے لیے اپنے اور کارواں کے درمیان جدائی نہ آنے دیں، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ کارواں کہاں پہنچ گیا ہے، اسے کیا مسائل و مشکلات درپیش ہیں، وہ کسی آزمائش میں تو مبتلا نہیں ہیں، جو غافل ہو کر اپنے گھر میں بیٹھا ہے وہ گمراہ ہو جائیگا۔ کارواں کا نقصان تو اپنی جگہ پر ہے لیکن دوسری طرف اس شخص کا اپنا سب سے بڑا نقصان ہو جائے گا۔

﴿دوسری بھیڑ﴾

دوسری قسم کی بھیڑ جس کا بھیڑیا اغوا کر لیتا ہے یا جس کے اغواء ہونے کا خطرہ ہے اس کے متعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وہ ''القاصیۃ'' ...... بھیڑ ہے۔ قاصیہ بھیڑ وہ ہے جو کارواں سے جدا ہو گئی ہے۔ اس کو کارواں سے نفرت نہیں ہے بلکہ اس نے علیحدہ چراگاہ دیکھ رکھی ہے، وہ چاہتی ہے کہ ریوڑ چلا جائے تو میں علیحدہ چراگاہ میں جاؤں اور علیحدہ علیحدہ چر کے آؤں، اگر ساری بھیڑیں اس چراگاہ میں جائیں گی تو میں سیر نہ ہو سکوں گی، وہ جان بوجھ کر کارواں کے پیچھے پیچھے رہتی ہے کہ جب کارواں دور چلا جائے تو میں اکیلی اس سے سیر ہو کر بعد میں آ جاؤں، اب یہ بھیڑ ریوڑ کو چھوڑ کر اچھی طرح کھانے پینے کے لیے سیر ہونے کے لیے پیچھے پیچھے رہ رہی ہے لہٰذا اب جب یہ اکیلی ریوڑ سے علیحدہ علیحدہ چراگاہ میں جاتی ہے تو بھیڑیے کے پنجے میں آ جاتی ہے۔ سیر ہونا تو ایک طرف

رہا وہ خود بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور کچھ نہیں تو اس کی زندگی کو خطرہ ضرور ہے۔

حدیث پاک کا مطلب

دیکھیں کتنی جامع مثال ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگوں پر شیطان کا خطرہ ہے، یہ لوگ کارواں سے نفرت بھی نہیں کرتے لیکن لالچی ہونے کی بناء پر انہوں نے اپنی علیحدہ چراگاہ بنا رکھی ہے۔ یہ لوگ علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں، پیچھے پیچھے رہتے ہیں، کبھی دائیں کبھی بائیں کارواں سے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ یہ اپنی علیحدہ چراگاہ سے اکیلے اکیلے کارواں سے ہٹ کر فوائد حاصل کر سکیں۔

جو بھی اس طرح امت کے کارواں سے دائیں بائیں چلا جاتا ہے تو وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ربط ملت سے انقطاع کا مرتکب ہوا ہے جس کی اس کو یہ سزا ملتی ہے کہ شیطان اس کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہے، اسے ہلاکتوں، بربادیوں کے سپرد کر دیتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مثال جنوں یا حیوانوں کے لیے نہیں تھی بلکہ ہمارے سمجھانے کے لیے تھی، اب ربط ملت اور افراد اہل سنت کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم کہاں کہاں سے قافلہ سے پیچھے ہٹ گئے ہیں، ہمارا ربط کتنا مضبوط ہونا چاہیے تھا اور مضبوط ہے کتنا۔

فکرِ مسلم کی چراگاہ

ہماری فکر ونظر کی چراگاہ تو مسجد تھی، ہمارے مدارس، ہماری خانقاہیں، ہماری محافل، ہماری مجالس تھیں کہ جہاں روحانی غذا ملتی ہے، ہماری سوچ وفکر اور قلب ونظر کو سیراب کرنے والی خوراک ملتی ہے۔

﴿شیطانی چراگاہیں﴾

دوسری طرف جس نے جدا گھاٹ، چراگاہ بنا رکھی ہے خواہ وہ سینما ہو یا وی سی آر، خواہ وہ ڈش ہو یا کیبل، خواہ کسی گندے عقیدے کا مرکز ہو جو کوئی بھی اپنے ضمیر کی خواہش پوری کرنے کے لیے، مالی منفعت حاصل کرنے کے لیے اقتدار اور اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لئے وہاں جائے گا، تو وہ گمراہ ہو جائے گا، شیطان اسے اغواء کر لے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ...... تم پر جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث......)

(مسند امام احمد ج:5 ص:145)

ٹھیک ہے کہ یہاں تم کو روکھی سوکھی کھانی پڑے گی، جو مالی فوائد تمہیں وہاں نظر آرہے ہیں وہ یہاں تمہیں حاصل نہ ہوسکیں لیکن اگر کارواں امت کے ساتھ رہ کر تم نے مشکل میں بھی زندگی گزاری تو آخرت کی ابدی زندگی آسان ہو جائیگی، یہ دنیا کی زندگی تو ہے ہی چند روزہ۔

آج اگر تم عیسائی، قادیانی ظاہر کر کے محض دستخط کر کے دنیا کے فوائد حاصل کر بھی لیتے ہو مگر یاد رکھو کہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نار جہنم میں پھینک دیا جائے، نا ختم ہونے والے عذاب کا ذائقہ چکھنا پڑے۔

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی حالات ہوں، تم نے ملت کے ساتھ ساتھ رہنا ہے اس سے جدا نہیں ہونا، اگر ملت کے ساتھ رہو گے تو شیطان کے ہاتھ نہیں آؤ گے۔ اگر ملت کی سوچ، عقائد ونظریات سے تم نے بغاوت کی تو شیطان کے قابو آجاؤ

گے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تباہی، بربادی، عذاب کی وادی میں دھکیل دیئے جاؤ گے۔

یہ کہتا ہے کہ یہ کارواں مسجد میں چلا جائے، محفل میں چلا جائے، محفل میلاد میں چلا جائے، اجتماع میں چلا جائے، میں مال بناؤں، مالی فوائد حاصل کروں، تجارت وزراعت کے اسلامی اصول وضوابط ہماری چراگاہیں ہیں اور مال حاصل کرنے کی جو دوسری راہیں، سود، ذخیرہ اندوزی وغیرہ شیطانی چراگاہیں ہیں جو بظاہر خوشنما اور فائدہ مند ہیں لیکن جہنم میں لے جانے والی ہیں۔

جو کوئی ان چراگاہوں کے اندر چلا جاتا ہے تو پھر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا، وہ راہ راست سے بھٹک چکا ہے۔ وہ جہنم کی تاریک وادیوں کی طرف جارہا ہے۔

﴿تیسری بھیڑ﴾

تیسری قسم کی بھیڑ جس کو بھیڑیا اغوا کر لیتا ہے، اٹھا لے جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ "الناحیة" بھیڑ ہے۔

"الناحیة"...... بھیڑ وہ ہوتی ہے جو نہ تو اپنے کاروں سے نفرت کرتی ہے اور نہ ہی لالچی ہوتی ہے، وہ اتنی چالاک نہیں کہ اس نے کوئی علیحدہ خوش نما چراگاہ دیکھ رکھی ہو، یہ صرف غفلت کی مریضہ ہے، یہ بڑی سست ہے، سستی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ریوڑ جارہا ہے لیکن یہ سستی کی وجہ سے ساتھ نہیں چلتی۔ اسے ریوڑ سے پیار بھی بڑا ہے، اس کے ساتھ اتحاد واتفاق بھی ہے، ریوڑ کے ساتھ ہم آہنگی بھی ہے لیکن سستی ہے۔ ریوڑ اپنے پروگرام میں ہے یہ اپنے پروگرام میں ہے جب سستی کی وجہ سے ریوڑ سے جدا ہو جاتی ہے تو بھیڑیا اسے اپنا شکار بنا لیتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سست افراد بھی شیطان کا شکار ہو جایا کرتے

ہیں۔ یہ سست افراد اتنے چالاک نہیں ہوتے کہ انہوں نے اپنا کوئی علیحدہ فکری نشیمن بنا لیا ہو، اپنے خود ساختہ عقائد کے لیے علیحدہ مرکز بنا لیا ہو، بلکہ یہ صرف غفلت کے مریض ہیں۔ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر شیطان ان کو اغواء کر لیتا ہے اور جہنم کی وادیوں میں پھینک دیتا ہے۔

افراد امت پر مذکورہ خطرات کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ......

تم پر جماعت کا ساتھ ......جمہور امت کا ساتھ ......سواد اعظم کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ اگر کارواں سے نفرت کی وجہ سے جدا ہو گئے تو بھی شیطان کا شکار ہو جاؤ گے، اگر علیحدہ چراگاہ میں چلے گئے اور جدا ہو گئے تب بھی شیطان کا شکار ہو جاؤ گے اور اگر محض سستی ہے......غفلت ہے......مسجد میں آنے کو جی نہیں چاہتا......نماز جمعہ ادا کرنے کو جی نہیں چاہتا......نماز، روزہ میں بھی افراد امت کے ساتھ نہیں ہوتا، تو یہ محض غافل بھیڑ ہے۔ اگرچہ اس غافل بھیڑ کے بد مذہبوں سے روابط نہیں ہیں، ......یہ کسی ایجنسی کا ایجنٹ نہیں ہے...... یہ یہود و ہنود کا ایجنٹ نہیں ہے......لیکن محض غافل ہونے کی وجہ سے بھی شیطان کے پنجے میں آجائے گا، پھر اس کا بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس کا دائمی نقصان ہو جائے گا۔

نظریات اہلسنت پر استقامت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ہم جماعت کے ساتھ ہر حال میں وابستہ رہیں اور پچھلے بیان میں میں نے تفصیل سے بیان کیا تھا کہ جماعت سے مراد اہل سنت ہیں لہٰذا اہل سنت کے عقائد، نظریات، معمولات سے آگے پیچھے نہ ہوا، اگر

کوئی مشکل ہے تو وقتی ہے۔ اگر آج کوئی سخت گرمی یا سردی میں تراویح پڑھنا چھوڑ دے ......دن کی بھوک دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دے......کفر کی شدت دیکھ کر جہاد بالسیف...... جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کرنا چھوڑ دے......تو کل جب اس امت کو جو فوائد حاصل ہونگے تو کیا ان سے یہ بھی فائدہ اٹھا سکے گا؟ وہ امت جو روز قیامت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی تو کیا اس کے ساتھ ہی یہ بھی جنت میں پہنچ جائے گا؟

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ٹہنی گئی جو عہد خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزاں اس کے لیے
کوئی واسطہ نہیں اسے برگ و بار سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

خزاں کا موسم آیا ہوا اور کوئی شاخ کہے کہ میں تو اس درخت کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اسی طرح امت مسلمہ کا کوئی فرد کہے کہ مجھے تو یہاں کسی قسم کی Aid (امداد) ملتی نظر نہیں آئی......کوئی پٹرول کے پیسے نظر نہیں آ رہے......ظاہری چمک دمک اور گاڑیاں نظر نہیں آ رہیں لہٰذا میں امت مسلمہ کے ساتھ کیوں رہوں۔

عقیدوں کے سوداگر

آج لوگوں کے عقیدے کو پیسے سے خریدا جا رہا ہے......غریبوں کو ریڑھی لگا کر دی جا رہی ہے......کسی کو دکان بنا کر دی جا رہی ہے......کسی کو اچھی ملازمت کا جھانسہ

دیا جارہا ہے۔

ٹہنی گئی جو عہد خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

﴿ٹوٹی ہوئی ٹہنی بہار سے محروم﴾

ایک ٹہنی خزاں کے موسم میں خود کو درخت سے کاٹ لیتی ہے کہ اب اس درخت پر پتا ہے......نہ پھول......اس پر بلبل چہکتی ہے......نہ پھول مہکتا ہے......اس سے کوئی فائدہ......راحت......سکون ہے......نہ سایہ......لہٰذا میں خود کو اس سے جدا کر لیتی ہوں......خود کو کاٹ لیتی ہوں......کل کو جب موسم بہار آئے گا تو کیا اس ٹہنی پر پتے لہلہا سکتے ہیں؟ کیا کوئی پھول کھل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

﴿شجر کی ٹہنیاں بہار آشنا﴾

وہ شجر جس پر خزاں تھی وہ تو ایک دن بہار آشنا ہو جائے گا......پھر رونق آ جائے گی......پھر کلیاں آ جائیں گی......پھر پھول آ جائیں گے،......مگر جو ٹہنی اپنے آپ کو شجر سے کاٹ لیتی ہے......وہ کبھی بھی بہار آشنا نہیں ہو سکتی،......اس پر کبھی بھی رونق نہیں آ سکتی،......وہ کبھی شاد نہیں ہو سکتی،......اسے کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا،......اگرچہ وہ ہزار بار اپنے آپ کو رنگ لگائے،......اپنے اوپر بناوٹی پتے لگائے......لیکن جو رونق اس کو ملت کے ساتھ قائم رہنے سے ملتی تھی، جو جنت کی بہاریں ملتی تھیں، وہ کبھی بھی اس کو حاصل نہیں ہو سکیں گی۔

ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزاں اس کے لیے

کامیابی کا معیار غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اسے برگ و بار سے کوئی واسطہ نہیں، یہ خزاں تو چند گھڑیوں کی خزاں ہے اور اہل حق تو اس خزاں کو خزاں سمجھتے ہی نہیں کیونکہ اہل حق کے نزدیک کامیابی کا معیار پیسے نہیں ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، سینے پر پتھر رکھا گیا تو وہ اسے خزاں نہیں بلکہ بہار سمجھتے رہے۔

اگر کوئی اسکو خزاں سمجھتا ہے تو خزاں نہ سمجھے...... یہ تو صرف چند لمحوں کے لیے ہے بالآخر وہی رونق ہوگی......وہی شان وسطوت ہوگی۔

قیامت تک ایک جماعت کا غلبہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب ثواب ھذہ الامۃ: ص:485،......

ہمیشہ میری امت کے ایک گروہ کی مدد کی جاتی رہے گی، انہیں رسوا کرنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

قیامت تک میری امت کا ایک طائفہ بالآخر غالب ہی رہے گا،......سازشیں کرنے والے ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے،......وہی اہل حق بالآخر کائنات کے مشرق و مغرب کے وارث بن جائیں گے،......یہ زمین انہیں کا ورثہ ٹھہرے گی اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔

مشکل گھڑی میں فرد ملت کی ذمہ داری

اگر مشکل وقت آجائے،......قربانی کا وقت آجائے......تو فرد ملت یہ کہہ دے

کہ میرا تو اس ملت سے تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ تو فلاں لوگوں کا کام ہے،...... یہ تو علماء کا کام ہے،...... یہ تو مشائخ کا کام ہے۔ بحیثیت فرد اہل سنت کے ہر ایک کا یہ کام ہے۔ اس وقت جو ملت پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے،...... جو ستم کئے جا رہے ہیں...... ہمارے تشخص پر جو ضربیں لگائی جا رہی ہیں،...... اگر اس کو بچانے کے لیے آپ نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا جواب دینا پڑے گا۔ لہٰذا اپنے آپ کو بیدار رکھتے ہوئے ہر فردِ ملت پر تبلیغ ضروری ہے، اپنے عقیدے کو،...... مسلک کو سمجھیں،...... جہاں بیٹھے ہیں...... جس جگہ وہ مقام پر بھی ہوں،...... اپنے عقیدہ و مسلک کی بات آگے پہنچائیں،...... اپنا ابدی پیغام دوسروں تک پہنچائیں،...... آپ کو اپنی کار میں بیٹھے ہوئے،...... گھر میں بیٹھے ہوئے،...... اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ بیٹھے ہوئے،...... اپنی فیکٹری میں بیٹھے ہوئے،...... اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے،...... آپ کو ہر مقام پر اپنا پیغام آگے پہنچانا ہے کیونکہ اچھی جنس والے اگر اپنی دکانیں بند کر دیں گے تو لوگوں کو مجبوراً گھٹیا جنس خریدنی پڑے گی، لوگ تو مجبور ہوں گے وہ بناوٹی اور جعلی چیزیں خرید لیں گے۔

لہٰذا اپنے افکار کی دکانوں کو سجا کے...... اپنے عقائد کی تجلیات کو واضح کریں،...... اہل حق کی گونج اور گرج کے ساتھ بے دھڑک ہو کر اپنی دعوت کو پیش کریں،...... آپ کی یہ آواز ایسی ہے کہ جس کو صداقت کی سند سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب و منبر سے ملتی ہے،...... قرآن و سنت کی تجلیات سے ملتی ہے،...... اس کو بے دھڑک بلند کرو،...... کسی قسم کی مایوسی،...... خراب حالات اور اہل باطل کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لاؤ، کیونکہ ہم حق پر ہیں اور ہمیں اہل حق ہونے کا سو فیصد سے بھی زیادہ یقین ہے۔ لہٰذا اہل حق ہونے کی بناء پر ہمیں اپنا کردار بھی ادا کرنا چاہیے۔ اپنے عمل کو،...... اپنے

کردار کو،......اپنے عقیدے کو اس طرح سے پیش کریں کہ دنیا میں بھی حق واضح ہو جائے اور کل بروز قیامت بھی ہمیں کسی رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اٹھو کے گھوم رہے ہیں خزاں کے ہرکارے
چمن بچاؤ کہ غمِ آشیاں کا وقت نہیں

باطل پرستوں کی کاروائیاں

بُرے عقائد والے لوگ،......بد بو والے لوگ،......جہاں بیٹھتے ہیں،......اپنی بد بو پھیلا رہے ہیں،......اپنے باطل و فاسد عقائد کی غلط تاویلیں کر رہے ہیں،......اسلامی عقائد ونظریات کو بدل رہے ہیں،......قرآن وحدیث کے واضح مفہوم کو بدل رہے ہیں،......ان کی اس تخریب کاری کے واضح ثبوت ہیں،......حدیث کے الفاظ میں تبدیلیاں کی جا رہی ہیں،......حدیث کی کتابوں سے اسناد ختم کی جا رہی ہیں ......یہ سارا مکروہ دھندا صرف اور صرف پیسے کے زور پر، پٹرول کی قوت کے زور پر، مختلف ممالک کی پشت پناہی کے زور پر چل رہا ہے۔

اولیاء کے راستہ پر گامزن

اس راہ پر چلنے والو! جس راہ پر چل کر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ اس مقام پر پہنچے،......حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ کے ولی کامل بنے ......،حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہنچے،......حضرت بابا فرید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ گنج شکر بنے......،آنکھیں کھول کر چلو ......،آپ کو فردِ ملت کے لحاظ سے ربطِ ملت کا خیال کرنا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ میں فردِ ملت کی ذمہ داری

اے افرادِ ملت آپ کے لیے یہ حکم ہے......،ادھر علماء کے لیے یہ حکم ہے کہ جب

وہ دیکھیں کہ افرادِ ملت کے اندر خرابیاں آ گئی ہیں،......افرادِ ملت تباہ ہو رہے ہیں......تو افرادِ ملت کو ان خرابیوں......، خامیوں......، کمیوں سے مطلع فرمائیں،......اگر یہ چپ بیٹھے رہے تو ان پر بھی عذاب نازل ہوگا۔ انہیں بھی معاف نہیں کیا جائیگا۔ ربط جانبین سے ہوتا ہے،......یکطرفہ ربط نہیں ہوتا۔ لہٰذا افرادِ ملت اپنے ملت کے کارواں سے ربط رکھیں اور کارواں کے رہبر اپنے افراد سے ربط قائم کریں۔

عبادت گزار بھی ہلاک

سیدِ عالم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ

اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَۃَ کَذَاوَکَذَابِاَھْلِھَا۔

(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف الفصل الثالث : ص:439)

اے جبرئیل! فلاں شہر کو اس کے باسیوں سمیت الٹ دو۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی:

یَارَبِّ اِنَّ فِیْھِمْ عَبْدَکَ فُلَانًا لَمْ یَعْصِكَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ۔

یا اللہ! ان میں تیرا ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے ایک سیکنڈ بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔

یعنی پلک جھپکنے کے برابر بھی اس نے نافرمانی نہیں کی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے ماہ وسال حتی کہ ہفتے،......گھنٹے......اور ایک منٹ بھی تیری نافرمانی میں نہیں گزارا۔ وہ بھی تو اس بستی والوں میں موجود ہے......کیا اسے بھی انہی سمیت سزا دے دوں تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا کہ اے جبرئیل! میں جانتا ہوں کہ میرا وہ فرمانبردار بندہ بھی انہی میں موجود ہے لیکن اس سمیت پوری بستی کو نیست و نابود کر دو،

مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں، ٹھیک ہے میری اس نے نافرمانی نہیں کی لیکن۔

فَاِنَّ وَجْھَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

(مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف الفصل الثالث : ص:439)

میری خاطر اس کا چہرہ ایک ساعت کے لیے بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔

جب اس کے سامنے میری حدود کا مذاق اڑایا جاتا تھا......تو اس کے چہرے کا رنگ ہی نہیں بدلا......، اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار ہی نہیں کیا......، اس نے لوگوں کو میری حدود پھلانگنے سے روکا ہی نہیں......، اس نے افرادِ ملت کو تنبیہ ہی نہیں کی......، جب لوگ اس کے سامنے گمراہ ہورہے تھے،...... یہ جانتا تھا کہ لوگ گمراہ ہورہے ہیں ......لیکن اس نے ان کو گمراہ ہونے سے روکا ہی نہیں۔ لہٰذا اب میں اسکی بندگی کی طرف نہیں دیکھوں گا، اسے بھی ان سب کے ساتھ نیست و نابود کردو۔

الغرض جانبین سے ربط ضروری ہے، جب جانبین سے ربط ہوگا تو اسکی برکات بھی ظاہر ہوں گی۔ جب اجتماعیت ہوگی،...... کارواں سے تعلق قائم ہوگا......تو اس کی برکت سے تمہارے بگڑے کام سنور جائیں گے۔

﴿جماعت والوں کی دعا کا اثر﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پر جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے کیونکہ۔

اِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَائِهِمْ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی ص:35)

جماعت والوں کی دعا پچھلوں کے شامل حال ہوجاتی ہے۔

﴿کاروان کے امین﴾

جس کارواں کے اندر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں......حضرت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوں ...... حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہوں ...... حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے افراد موجود ہوں تو ان کی دعا کارواں کا احاطہ کرےگی اور پیچھے چلنے والوں کے لیے رحمت بن جائیگی اور صلحاء کی برکت سے افرادِ ملت کی کوتاہیوں کا نقصان پورا ہو جائے گا۔

تجدید عہد

لہٰذا قرآن و سنت کے ان روزِ روشن کی طرح واضح افکار کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں آج یہ عہد کرنا ہے کہ ربطِ ملت کے تقاضوں کو پورا کریں گے، ...... ہم اہل سنت کا ایک بڑا حصہ عدم تحریک کا شکار ہے ...... اس پر جمود کی حالت ہے ...... ان کے اور ہمارے اعتقادیات و نظریات ایک ہیں ...... لیکن جب ملت کے ساتھ ربط کے اظہار کا وقت آتا ہے ..... تو ان کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کس کے ساتھ ہیں؟

دل افسردہ ہوا

11 مئی 2000ء کو جب ہم نے ناموس رسالت کی خاطر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف سے جلوس نکالا تھا تو مجھے یہ دیکھ کر انتہائی افسوس ہوا کہ سینکڑوں لوگ جو حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پرانوار پر حاضری دینے آئے ہوئے تھے، وہ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر نکلنا ان کے نصاب کا حصہ نہیں تھا؟ ...... افراد ملت کے کچھ افراد تو تحفظ ناموس رسالت کے لیے نکلیں اور باقی کھڑے تماشا دیکھتے رہیں ......،

دکانوں والے اپنی دکانیں سجائے بیٹھے رہیں،......دوسرے کام کاج کرنے والے اپنے کاموں میں مصروف رہیں،......بحیثیت مومن ہر کلمہ گو کا یہ حق تھا کہ وہ ملّت کے کارواں کے ساتھ ہوتا......لیکن عدم تحریک یا کارواں کے ساتھ ربط نہ ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ گو حضور داتا صاحب رحمہ اللہ تعالی کے دربار پر حاضری تو دے رہے ہیں ......لیکن تحفظ ناموس رسالت کے لیے نکلنے والے جلوس کا ساتھ نہیں دے رہے۔

﴿اہلِ سُنّت دین کے وارث﴾

اہلِ سُنّت اس دین کے وارث ہیں......لہٰذا اہلِ سُنّت کے ہر فرد کو اس کا مبلغ ہونا چاہیے......خواہ ایک آیت کی تبلیغ کرے......راہ حق میں لاٹھیاں کھانا......آنسو گیس جھیلنا......یہ صرف چند علماء، درویشوں اور طالب علموں کا کام نہیں۔ ؎

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

جس وقت اسلام کو ضرورت پڑے تو ہر شخص جان ہتھیلی پر رکھ کر راہ خدا میں نکل پڑے اور اپنے تحرک کا ثبوت دے،......جس کارواں کے اندر ہماری ولادت ہوئی ......جس مسلک کے مطابق ہماری تعلیم و تربیت ہوئی......جس مسلک کے حلت و حرمت کے مسائل پر ہم عمل کرتے ہیں ......جس کارواں کے قوانین کے مطابق ہمارے نکاح ہوئے......اور جس کے مطابق ہمارا جنازہ اٹھے گا......اسکی تبلیغ و ترویج اور اس کا تحفظ و دفاع ہماری غیرت کا حصہ ہے۔ آئیں ہم اپنی دعوت کو عام کریں اور ہر فرد ملت کو ربطِ ملت کا اسیر بنائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
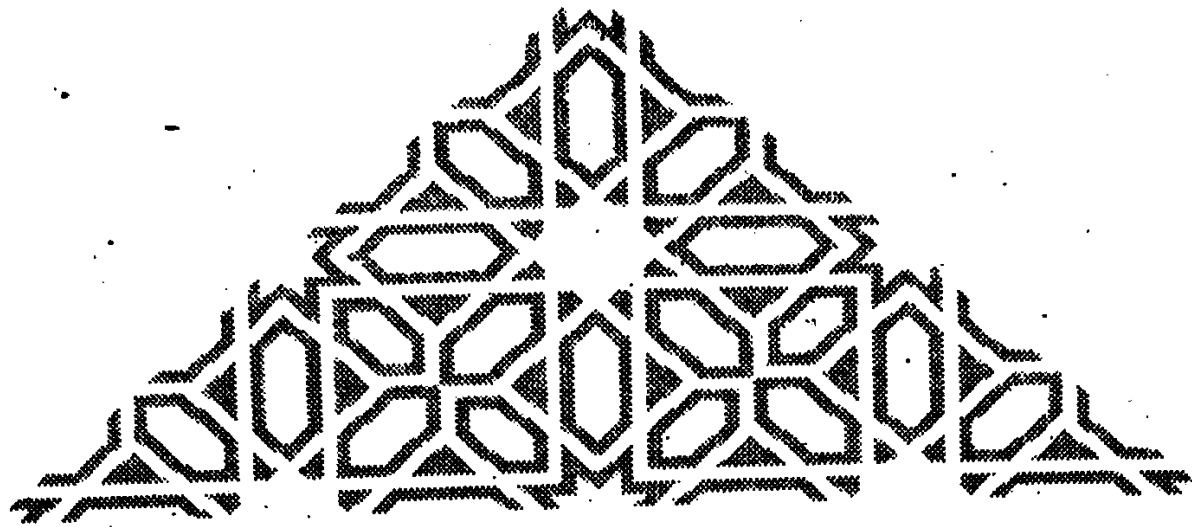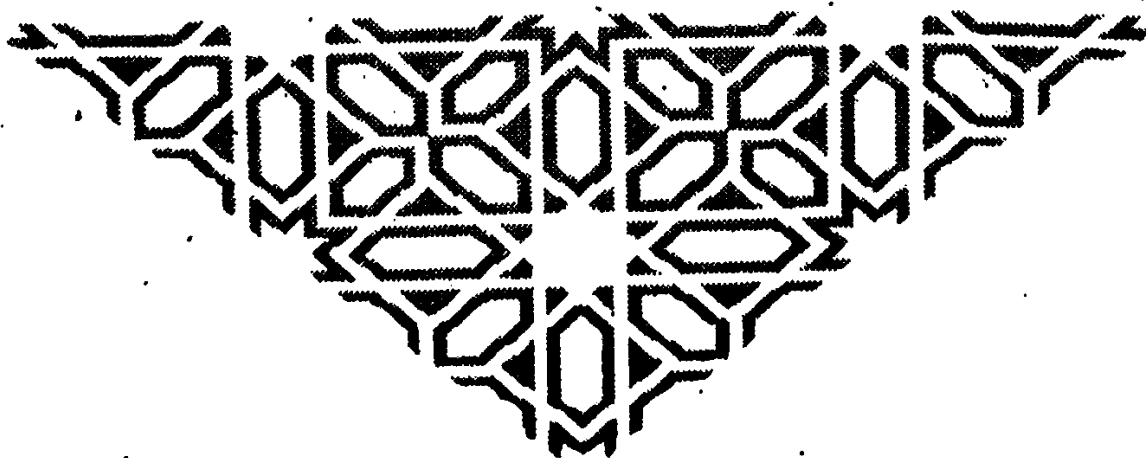
اصلاح اور اسکا اجر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ج فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o (الانعام:٤٨)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نورمجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درودوسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبرومحراب، ارباب فکرودانش، اصحاب محبت ومودّت،
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو مرکزعلم وحکمت جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں بزم جلالیہ اور ادارہ مستقیم کے زیر اہتمام ماہانہ درس صراط مستقیم میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے میری دعا ہے رب ذوالجلال جل جلالہ منتظمین کے انتظام اور شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اوروں کی اصلاح کی توفیق اور اس عمل پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔(آمین)

اصلاح اور اسکا اجر

میں نے قرآن مجید، بڑہانِ رشید کی سورۃ انعام کی آیت نمبر ۴۸ تلاوت کی ہے، اس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد، اصلاح کی عظمت اور اجر کی وضاحت کی گئی ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا ہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ

اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو اگر خوشی اور ڈر سناتے۔

نیکی کی صورت میں اللہ کے انعام کی خوشخبری دیتے ہیں اور گناہ کی صورت میں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے پیغام پر یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ رب ذوالجلال فرماتا ہے۔

"فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ"......تو جو ایمان لائے اور سنورے۔

"فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"......انکو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم

(سورۃ الانعام رقم الآیۃ 48)

اگرچہ یہ فرمان الٰہی بہت زیادہ تفصیلات اور متعدد مضامین کا ایک مجموعہ ہے مگر اس وقت صرف چند باتیں اس نکتہ نظر کے لحاظ سے پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

آج جس معاشرے میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اور جن خطرات کا امت کے کارواں کو سامنا ہے......اصلاح کا پیغام از حد ضروری ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں فرمایا تھا:

"اس وقت اتنا فساد برپا ہو چکا ہے......اور اتنا اندھیرا چھا چکا ہے کہ ایک اولوالعزم رسول ہی ان اندھیروں کو مٹا سکتا ہے لیکن چونکہ رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا ایک عارف......عامل......اور تام المعرفۃ کی ضرورت ہے جو قرآن وسنت کے مضامین لوگوں کے سامنے پیش کرے اور بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کرے"۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصلاح کے عمل اور اس پر اجر وثواب کے بارے میں سن کر اپنے اندر حوصلہ پیدا کرنے کی کتنی اشد ضرورت ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ماحول قرب نبوت کے لحاظ سے آج کے ماحول سے کہیں زیادہ افضل تھا، ہم تو چار صدیاں مزید بعد میں ہو گئے ہیں۔

یہ ایسی مقدس راہ ہے کہ جس میں نکلنے والا اپنے ٹائم (time) کا ضیاع نہیں کرتا اور اسکا کوئی لمحہ رائیگاں نہیں جاتا۔

نے اسے اپنی صورت میں پیدا فرمایا، احسن تقویم بنایا اور اس کے دل کو عرش کے جلوؤں کا ایک حصہ بنایا۔ یہ انسان خالق کائنات جل جلالہ سے باغی ہو کر اس کے حقوق کو پامال کرنے لگا تو وہ دل جو اجالوں کا محور......اور خوشبوؤں کا مرکز تھا،...... برکات کا اڈہ تھا......، اب معاذ اللہ شیطان کا بہت بڑا مرکز بن گیا...... نحوست اور بدبو کی وجہ سے اس کا خوشبوؤں والا ماحول فساد کی لپیٹ میں آ گیا۔

وہ انسان جو معاشرے میں رب ذوالجلال کی برکتوں کا ترجمان ہو سکتا تھا، اس کی وجہ سے قحط سالی ہے، ...... بارش نہیں ہوتی ......سمندر کی مچھلی درد محسوس کرتی ہے......گھونسلے میں بیٹھا ہوا ہے پرندہ روزی نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہو ہو کے مر جاتا ہے......معیشت کے اسباب مسدود ہو جاتے ہیں ......جب اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگی تو نحوست بھی اسی تناسب سے ہوگی۔

2-دوسری طرف بندوں کا بندوں سے تعلق ہے۔

چھوٹے کا بڑے کے ساتھ...... بڑے کا چھوٹے کے ساتھ،...... پڑوسی کا پڑوسی کے ساتھ......، حاکم کا رعایا کے ساتھ،...... استاد کا شاگرد کے ساتھ،...... بائع کا مشتری کے ساتھ......، مزارع کا مالک کے ساتھ......، فیکٹری کے مالک کا اپنے مزدوروں کے ساتھ......

اگر یہ حسین اور اچھے رہیں تو صورتحال ایسی ہوتی ہے کہ مزدور کے ہاتھوں میں رزقِ حلال کی حدود میں رہ کر کام کرنے کی وجہ سے چھالے پڑ جاتے ہیں تو داد خود محبوب علیہ السلام عطاء فرماتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقط اس لئے چوما کہ وہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے مزدوری کرتے تھے

فساد کی نحوست

اللہ عزوجل کی رحمت میں کوئی فرق نہیں، اگر، خرابی آتی ہے تو بندے کے اپنے عمل کی وجہ سے آتی ہے۔

جیسے بارش مقدس اور پاکیزہ ہے لیکن چھت پر پرنالے کے راستے آئے تو جتنا پرنالہ گندہ ہے یا جتنی چھت پلید ہے اسی حساب سے پانی بھی پلید ہو جائے گا۔

اب وہ پانی جو پاکیزہ تھا، اس سے کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ ایسے ہی انسان کا معاملہ ہے کہ رب سے تعلقات بگاڑنے کی پاداش میں خود بھی منحوس ہو گیا۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی امت میں جب فساد آ جائے......تو تم انکے ساتھ کمپرومائز (Compromise) کر کے بیٹھ نہ جاؤ...... بلکہ ان بدبوؤں کے خلاف ایکشن (Action) لو...... اپنے ماحول میں رحمتوں کی خوشبوؤں کا چھڑکاؤ کرو......ربّ ذوالجلال تمہیں سو (100) شہیدوں کا ثواب عطاء فرمائے گا۔

نبی علیہ السلام کا اندازِ اصلاح

نبی اکرم، سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا، لوگ فساد میں گھرے ہوئے تھے۔

مگر میرے محبوب علیہ السلام نے یوں اصلاح فرمائی کہ وہ لوگ جو زمین پر بوجھ تھے،......زمین کو غصہ آتا تھا،......اب تقویٰ کے جام پینے کے بعد زمین تو زمین رہی، ......جنت بھی ان پر ناز کرتی ہے۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا جنت کے دروازہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کو آواز آ رہی ہوگی،...... یہ بھی فرمایا جنت میرے عمار رضی اللہ عنہ، کے قدموں کی مشتاق ہے۔

رب ذوالجلال جل جلالہ کی رحمت اور ثواب کے خزانے انشاء اللہ اس کو ملیں گے۔

اصلاح کیا ہے؟

اصلاح ایسی چیز ہے جس کا ترتب فساد پر ہوتا ہے......

جہاں پہلے فساد جڑیں جماتا ہے وہاں اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے......

فساد کو ختم کرنے کا نام اصلاح ہے......

ہماری بولی میں اس لفظ ''فساد'' کا استعمال ہوتا ہے، ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ فساد کیا ہے؟

تازہ کھانا اگر چار پانچ دن پڑا رہے تو بدبو آنے لگے......

جہاں کھانا پڑا ہو، پاس جانا مشکل ہو جائے......

جو کبھی زبان کو لذیز لگتا تھا، اب تعفن والا ہے......

عربی میں کہا جائیگا کہ کھانا فاسد ہو گیا، اس کا ٹیسٹ (Taste) خراب ہو گیا......

میرے بھائیو! رب ذوالجلال جل جلالہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

انسان کی دو جہتیں ہیں۔

1- ایک جہت کا معاملہ رب کے ساتھ ہے۔

2- دوسری جہت کا معاملہ بندوں کے ساتھ ہے۔

خالق کائنات جل جلالہ کو دونوں معاملات میں اصلاح مطلوب ہے، اس واسطے حقوق اللہ بھی ضروری ہیں، حقوق العباد بھی۔

1- اگر انسان حقوق اللہ کا لحاظ نہ رکھے تو اس کا رب کیساتھ تعلق معاذ اللہ فاسد ہو جائیگا۔

اب دیکھیں اس نے کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ وہ رب ذوالجلال جس

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ جہت اصلاح تھی کہ معاشرہ چمک اُٹھا اور ایسا عظیم خوشگوار انقلاب آیا کہ ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

وہ جو چلتے پھرتے مُردے تھے، موبائل (Mobile) مُردے تھے، میرے نبی علیہ السلام کے پیغامِ اصلاح نے عدل وانصاف کی خوشبو اور حیاء کی بہاروں سے پورا ماحول ایسے اُجاگر کیا کہ قدسیوں کو بھی رشک آتا تھا کہ ایسے بھی بندے ہو سکتے ہیں، جیسے بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔

عرش سے بار بار پیغام آتا ہے اور قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔

﴿صالحین چلے جائیں گے﴾

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میرے محبوب علیہ السلام اس ماحول کو دیکھ کر ارشاد فرمانے لگے:

"يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ"

میں نے صالحین کی جماعت تیار کی ہے، اب ایک ایک کر کے یہ دنیا سے چلے جائیں گے، پھر اُن کے بعد انہوں نے جو صالحین تیار کیے ہونگے وہ بھی دنیا سے چلے جائیں گے، پھر انکے فیض یافتہ صالحین بھی چلے جائیں گے، یہ تین صدیاں خیر القرون کی ہیں جن میں ہر بندہ کروڑوں پر بھاری ہے۔

﴿حُفالہ کیا ہے؟﴾

اگلی صورتحال مختلف ہوگی۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں،

"وَتَبقٰی حُفَالَۃ" ...... پیچھے چھان رہ جائے گا۔

"کَحُفَالَۃِ الشَّعِیرِ وَالتَّمَرِ"...... جسے ردی کھجوریں۔

ڈھیر کی شکل میں کھجوریں ہوں ......اچھی اچھی کھجوریں بک جائیں ...... پیچھے چھان رہ جائیگا......صالحین لوگ آہستہ آہستہ دنیا سے اُٹھ جائیں گے،......باقی حُفالہ بچے گا،......اب ایک ہی نوع کا ہر انسان ہے،...... بناوٹ بھی ایک سی ہے، اعضاء بھی ایک جیسے ہیں۔

آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت افروز کرنوں کی تجلی سے قبل بھی انسانیت یونہی تھی ،...... ایک چہرہ،......دو ہاتھ ......، دو قدم...... اور مناسب قد......، جب محبوب علیہ السلام نے اصلاح کا کام شروع کیا تو وہی انسان پیکرِ نور بن گیا تھا، قدسیوں کو رشک آنے لگا تھا۔

اب بعد زمانہ کی وجہ سے بارگاہ نبوت سے رشتہ کمزور ہونے لگا، جو کبھی اعلیٰ تھے، ......ان میں بگاڑ آنے لگا۔

اللہ پرواہ نہیں کرے گا

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حیثیت کے لوگوں کو ردی قرار دیا اور اگلا جملہ ارشاد فرما کر بہت سے مفاہیم کو واضح فرمادیا۔

"لَایُبَالِیھِمُ اللہ بَالَۃ"...... یعنی اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

رب ذوالجلال جل جلالہ کے سامنے کسی کی کوئی پاور (Power) نہیں۔

مگر "لَایُبَالِیھِمُ اللہ بَالَۃ"...... کے الفاظ بتارہے ہیں کہ کچھ لوگوں کے رب کے ساتھ بھی تعلقات مربوط اور مضبوط ہوتے ہیں،......رب کے بندوں کے ساتھ بھی،

رب ذوالجلال ان کالحاظ ضرور فرماتا ہے۔

"لَا یُبَالِیھِمْ"...... کا مطلب ہے بعد میں ایسے لوگ آئیں گے، رب ذوالجلال جن کالحاظ نہیں فرمائے گا،...... ان کی موجودگی میں قحط سالی بھی ہوگی،...... عذاب بھی آئے گا...... دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی،...... فتنہ وفساد بھی ہوگا۔

جب رب ذوالجلال کے فرمان کا دھیان نہیں ہوگا اور خواہش کی بندگی ہوگی تو پھر انسانی شکل، چہرہ، دیگر اعضاء اور قد وقامت وہی ہوگی مگر وہ انسان ڈنگروں جیسا ہوگا، جیسے کتے کا اللہ کو کیا لحاظ ہے؟ گدھے کا کیا پاس ہے"

جب بندہ دربار الٰہی کا باغی بن جائے گا، پھر اسکی طرف کوئی پیغام خوشی نہیں آئے گا۔

فساد سے کیا ہوگا؟

اب صحاح شریف کی حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ فساد سے کیا ہوتا ہے؟ اور اسکا نقصان کتنا زیادہ ہے؟

یوں سمجھ لیجئے کہ لوہا ایسی دھات ہے جس سے ٹنوں وزن بآسانی اٹھایا جا سکتا ہے، اگر اسے زنگ لگ جائے تو آدھی چھٹانک وزن اٹھانا بھی مشکل ہوگا،...... زنگ آلود لوہا،...... راکھ بن جاتا ہے......، اسکی کوئی طاقت نہیں رہتی......، یہی کیفیت متقی انسانوں کی ہے......، جب تک محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت حقیقت بھی ہو، عقیدہ بھی درست ہے اور عمل بھی، تو صورتحال یہ ہے کہ ایک بازو جہان بھر کے بوجھ اٹھا سکتا ہے...... اور اگر ان تعلقات کی ڈور کٹ جائے تو یوں بھوسا بن جائے گا جیسے زنگ لگنے کے بعد چمکدار آئینہ نما لوہا بن گیا تھا۔

فساد کی آمد سے انسان کی ساری پاور ختم ہو جاتی ہے۔

تعلقات کی دوصورتیں: اب یہ دوصورتیں ہمارے سامنے ہیں۔

1- رب ذوالجلال کے لحاظ سے صحت تعلق......

2- مخلوق کے لحاظ سے صحت تعلق......

اللہ اور مخلوقات کے ساتھ تعلق کے درمیان ایسا واسطہ ہے، جس سے رب کے ساتھ بھی تعلق مضبوط ہوگا اور مخلوقات کے ساتھ بھی، یہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید، برہان رشید میں ہے

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"۔(سورۃ آل عمران رقم الآیۃ :31)

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود ونصاریٰ نے کہا،

"وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ"

کہنے لگے، ہم تو معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں، ہم اس نبی کے پاس جائے بغیر رب کے پاس جائیں گے۔(سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ :18)

رب ذوالجلال نے فرمایا، "محبوب! جو تمہارے پیچھے پیچھے چلے گا، میں اسے بھی اپنا محبوب بنالوں گا"۔

دیکھو! سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق توڑنے والوں کا خالق سے بھی رشتہ ٹوٹ گیا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جو تمہیں چھوڑ دے گا پھر چاہے اللہ اللہ کرتا رہے، میں قبول نہیں کروں گا، لہٰذا درمیانی شاہراہ تعلقات سے پتہ چلا کہ فساد سے بچنے کے لیے رب ذوالجلال جل جلالہ جن کے کہنے پر لوگوں نے رب کو مان لیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مخلوقات سے مرتبہ اور حیثیت کے مطابق شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر تعلق درست ہونا چاہیے۔

عقیدہ اور عمل

ادارہ صراطِ مستقیم کا منشور اسی بات پر مرتب ہے کہ ان تعلقات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تعلقات کی اس مثلث میں عقیدہ اور عمل ہر طرح سے فرق آ گیا ہے۔

انسان اپنی خواہشات کا غلام بن گیا ہے،...... کام کرتے وقت اس بات کی پرواہ نہیں کرتا...... کہ رب کی منشاء کیا ہے؟...... قرآن کا کیا تقاضا ہے؟...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟...... اس وقت اپنی مرضی کرتا ہے،...... جب کوئی مشکل درپیش ہو تو دعائیں رب سے کرتا ہے۔

سیرت طیبہ سے اصلاح کا طریقہ

خالق کائنات جل جلالہ کے ارشاد کا مطلب ہے کہ ہم نے تو شروع سے ہی یہ دستور رکھا ہے، ہمارے رسول علیہ السلام لوگوں کی اصلاح کے لیے کام کرتے ہیں، جو ڈر جائے اور اصلاح کرے، ہمارا فضل اسکے شامل حال رہے گا۔

اور جو سن کر کان نہیں دھرے گا ہم بھی اسے توجہ میں نہیں رکھیں گے۔

تبلیغ کے دو پوائنٹ (Point)

انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغ کے دو مرکزی پوائنٹ (Point) ہیں۔

1-ایک بشارت 2-دوسرا انذار یعنی ڈرانا

سوسائٹی (Society) میں ان دونوں کاموں کی برابر اہمیت اور ضرورت ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوگا تو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اگر وعظ و نصیحت میں فقط انذار ہے،...... اتنا خوف ہے کہ رحمت سے ناامیدی پیدا ہو جائے تو یہ بھی منہج نبوت نہیں ہے اور اگر صرف تبشیر ہی تبشیر ہے، ہر مرحلے پر

بشارت ہے، ایک بزم سجانے پر خلد کی نوید ہے، بات بات پر جنت کی ٹکٹیں بیچی جا رہی ہیں تو یہ بھی منہج نبوت کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول علیہم السلام میانہ روی سے کام کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی سے ڈراتے بھی ہیں، آئینہ رحمت دکھلاتے بھی ہیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق صحیح رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ کوئی بندہ مجھ سے راضی ہے یا ناراض، محلے والے اچھا سمجھتے ہیں یا برا، حکومت خوش ہے یا ناخوش بندہ اسکی طرف توجہ نہ دے۔

صرف ایک بات پر سوئی ہو کہ میرا رب مجھ پر راضی ہو جائے، زمانے کی خفگی کی پرواہ نہیں، معاشرے اور سوسائٹی (Society) کی ناراضگی کی پرواہ نہیں، صرف ایک پوائنٹ (Point) پر توجہ رہے کہ رضائے باری تعالیٰ میسر آجائے۔

سوسائٹی (Sociey) کی اہمیت

انسان میں جو زمین پر رہتے ہیں، یہ بھی معمولی حیثیت کے حامل نہیں، محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں "أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ عَلَى الْأَرْضِ"۔

"اے زمین پر بسنے والو لوگو! تمہاری گواہی پر رب کے فیصلے ہونگے"۔

ثابت ہوا کہ سوسائٹی (Sociey) میں بسنے والے لوگ معمولی نہیں، انکی شہادت پر رب نے فیصلے کرنے ہیں۔

محلے والا کہے گا، اے اللہ! میں اسے جانتا ہوں یہ بڑا متقی تھا شریک (Partner) پارٹنر کہے گا، اے اللہ! میں واقف ہوں، یہ بڑا پارسا تھا۔

نماز، روزہ اور صدقے سے افضل

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ایک دن صحابہ علیہم الرضوان سے فرمانے لگے۔

"اَلَا اُخْبِرُ کُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ"؟

صحابہ! کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ نماز اور روزے سے بھی بڑا ہے، صدقے سے بھی بڑا ہے؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان جو ہر وقت ایسے کاموں کی تلاش میں رہتے تھے، خوش ہو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تو نماز کو بہت بڑا سمجھا، ......روزے کو بہت بڑا سمجھا، ......صدقے کو بہت بڑا سمجھا، ......اگر آپ کے ہاں اس سے بڑا کام ہے......تو ضرور ارشاد فرمائیے۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔

"صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ" ......اپنے ماحول میں بندوں کیساتھ صلح کر کے رہنا، یہ عمل ہے جو ان سب کاموں سے بڑا ہے۔

نماز سے بھی بڑا ہے......روزے سے بھی بڑا ہے......اور صدقے سے بھی بڑا ہے۔ ہمارے ہاں بعض اوقات خشک نیکی کا اثر ہو جاتا ہے، جیسے ایک حاجی صاحب پرہیزگار ہیں......مگر بھائیوں یا بھتیجوں سے ناراض ہیں۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: نیکی کا اثر تب ظاہر ہو گا جب انانیت ختم ہو گی۔ بھائی، باپ، پڑوسی اور شریک کار (Partner) کے ساتھ جھگڑا ختم ہو گا۔

یہ وہ اصلاح ہے جو بندوں کے ساتھ تعلقات میں کارفرما ہے۔

﴿حالقہ کیا ہے؟﴾

اگر کوئی بندہ اس کاروانِ اصلاح میں داخل نہیں تو فرمایا:

"فَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ"۔

اگر آپس میں صلح کی جگہ فساد آ جائے تو یہ "حالقہ" ہے۔

حالقہ کا مطلب ہے، "مونڈ نا"، فرمایا اس سے انسان مونڈا جاتا ہے۔

پوچھا گیا، "کیا اسکے سر سے بال اتر جاتے ہیں؟ کیا اسکا حلق ہو جاتا ہے؟

فرمایا:

"لَا اَقُوْلُ تُحْلَقُ الشَّعْرُ بَلْ تُحْلَقُ الدِّیْنُ"...... میں یہ نہیں کہتا اسکا سر مونڈا جاتا ہے، بلکہ اسکا دین مونڈا جاتا ہے، اسکے دین کے بال ختم ہو جاتے ہیں۔

بال زینت ہیں، مراد یہ ہے کہ جو بندہ لوگوں کے ساتھ ری لے شن شپ (Relationship) میں کوشاں نہیں، اسکی دینی زینت رخصت ہو جاتی ہے۔

ہاں! کوئی اتنا بگڑا ہوا ہے کہ ہزار جتن کے باوجود راضی نہیں ہوتا، پھر بھی کوشش کرنے والے کو اسکے عمل کا ثواب ضرور ملے گا۔

جب ہر طرح کی اصلاح کا دور دورہ ہو جائے گا، پھر رب ذوالجلال سجدوں میں اتنا اجر نہیں دے گا، جتنا اس ایک عمل میں عطاء فرمائے گا، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سجدوں کی اہمیت نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ صلاح ذات البین کا درجہ سجدوں سے بھی بڑا ہے۔

تین بڑے جرم

رب ذوالجلال یہ واضح فرمانا چاہتا ہے کہ عذاب میں اسکی خوشی نہیں، اسکی مرضی ہے کہ لوگ آگ میں نہ جلیں، پھر بھی کوئی جلتا ہے تو تین بڑے جرم کر رہا ہے۔

1- ایک تو وہ نافرمانی کر رہا ہے۔

2- دوسرا اللہ کی چاہت کے خلاف کر رہا ہے۔

3- تیسرے نمبر پر جہنم میں جا کر اپنا نقصان کر رہا ہے۔

ننانوے کا قاتل

ایک طویل حدیث کو اختصار سے پیش کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال نے صلح کا کتنا حسین نظام رکھا ہے۔

جو کچھ صلح میں ہے، وہ عقل کے ترازو پر تولا نہیں جا سکتا، یہ حدیث شریف کئی سوالوں کا جواب بھی ہے اس سے پہلے ایک اور حدیث مبارکہ کا مفہوم سمجھ لیں۔ایک آدمی ننانوے کا قاتل تھا۔

جب اسے رحمت سے مایوس کر دیا گیا تو اس نے سو (100) پورے کر دیئے، پھر اسے کہا گیا کہ فلاں بستی میں جاؤ تمہاری توبہ قبول ہو جائیگی۔ رستے میں اسکی وفات ہوگئی۔

اب ایسے میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا"...... جہاں سے اس جگہ تک چل کے آیا ہے، پیمائش کرو، اور جہاں جانا چاہتا ہے وہاں تک کا بھی حساب کرلو، اگر ولی کے قرب میں فوت ہوا تو ہم اسے جنت دینگے۔

ادھر خود زمین کو حکم دے دیا کہ جہاں سے چل کے آیا ہے، وہاں سے پھیل جاتا کہ سفر زیادہ بن جائے، یہ باقاعدہ خدائی فیصلہ تھا۔

ایک اعتراض

اب کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حقوق العباد بندے کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوتے، ایک بندے کا ناحق قتل بہت بڑا جرم ہے،سو کا قاتل کیسے بخشا گیا؟

اعتراض کا جواب

اس اعتراض کا جواب بھی مذکورہ حدیث مبارکہ میں ہے، مستدرک للحاکم کی روایت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہیں فرماتے ہیں۔

"بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ اِذْرَأَيْنَاهُ يَضْحَكُ"...... ہم نے دیکھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک مسکرائے، "حَتّٰى بَدَتْ ثَنَايَاهُ" ...... یہاں تک کہ آپکے سامنے کے دانت بھی ظاہر ہوئے۔

جب مسکراہٹ کی وجہ سے گل قدس کی پتیاں آگے پیچھے ہوتی تھیں تو اولوں سے بھی زیادہ سفید دندان مبارک کی تجلی پڑتی تھی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں۔

"اِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَؤُ الْجُدُر"...... جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نگاہیں جھکا کے بیٹھے ہوئے تھے، ادھر تجلی پڑی تو پتہ چلا کہ محبوب علیہ السلام مسکرا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اکثر ایسے مواقع پر پیش پیش رہتے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی پوچھا۔

مَا اَضْحَكَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِأَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے؟

صحابہ کا یہ عقیدہ تھا، محبوب علیہ السلام یہاں ہی نہیں، یہاں بیٹھے ہوئے کہاں کہاں دیکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اس ماحول میں بظاہر ایسا کوئی سبب نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کی کیا وجہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب عنایت فرمائیں تاکہ ہم بعد میں آنے والوں کو

بتا سکیں کہ ہمارے محبوب علیہ السلام فرش پر ہوتے تھے تو نگاہ کہاں جاتی تھی؟

﴿میں میدان قیامت دیکھ رہا ہوں﴾

محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِی جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃ"۔

اے عمر! میں آج میدانِ قیامت دیکھ رہا ہوں۔

اب دیکھو! لوگ تو یہ ترازو لیے پھرتے ہیں کہ کل کا پتہ ہے یا نہیں، محبوب علیہ السلام میدان محشر کے معاملات بھی ابھی دیکھتے ہیں۔

فرمانے لگے، اللہ کے سامنے یہ دو مرد کھڑے ہیں...... نہ بیٹھے ہیں...... بلکہ گھٹنوں کے بل حاضر ہیں۔

"فَقَالَ اَحَدُ ھُمَا :یَارَبِّ خُذْلِیْ مَظْلِمَتِیْ"۔

ایک نے کہا کہ اے اللہ! اس بندے نے مجھ پر ظلم کیا تھا، آج یوم حساب ہے، میں اس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

خالق کائنات جل جلالہ جواب دیتا ہے۔

"کَیْفَ تَصْنَعُ بِاَخِیْکَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِہٖ شَیئٌ"۔

تو اپنے بھائی سے کیا بدلہ لے گا اس کے تو نامہ اعمال میں کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔

﴿بدلہ لینے کا مطلب﴾

اب یہ بات ضمناً سمجھ لیجئے کہ حق چاہنے یا بدلہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے مجھے تھپڑ مارا تھا...... میں اسے تھپڑ ماروں یا جس نے مجھے قتل کیا تھا...... میں اسے قتل کروں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسکی ساری نیکیاں مجھے دے کر مجھے بدلہ دے دیا جائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دن بندے کا ذہن کتنا تیز ہوگا، اسے پتہ ہے کہ میں جا کر اور نیکی تو نہیں کر سکتا، لہٰذا جو تھپڑ کھایا تھا، آج اسکے بدلے میں نیکی لے لوں۔ اس طرح تھپڑ کا بڑا فائدہ ہو جائے گا۔

چنانچہ کہے گا: یا اللہ جل جلالک! اسکی نیکیاں مجھے دے دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، اس نے بہت سے لوگوں کو مارا ہوا تھا، تیری باری بعد میں آئی ہے، وہ سب اسکی نیکیاں لے چکے ہیں، اب اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا۔

﴿نیکیاں ختم ہو گئیں﴾

محبوب علیہ السلام نے فرمایا: وہ بندہ بڑا چالاک ہے، اللہ کے سامنے اپنا مقدمہ صحیح لڑ رہا ہے، کہتا ہے، ٹھیک ہے۔

"وَلَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهٖ شَيْءٌ" ...... اسکی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں، مگر میرے گناہ تو ابھی باقی ہیں۔

میرے اوپر ظلم ہوا تھا، اس نے مجھے مارا تھا، دنیا میں میرا خون کیا تھا، آج میرے گناہ اسکے پلڑے میں ڈال دو۔

﴿سب سے بڑا مفلس﴾

اسکی یہ بات معقول بھی ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث شریف میں ہے ایک بندہ نیکیوں کی گٹھڑیاں لے کر آئے گا۔

"وَيَأْتِيْ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا ......(مشکوٰۃ ص 435)

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ آئے گا مگر کسی کو گالی دی تھی...... کسی پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگایا تھا...... کسی کا مال کھایا تھا،...... کسی کا خون بہایا...... کسی کو مارا تھا...... یہ اس

قوم کا سب سے بڑا مفلس ہوگا۔

وہ سارے لائن میں ہیں، اللہ اسکی نیکیاں انہیں دے گا مگر محشر میں مختلف مواقع ہیں۔ جب یہ اپنے گناہ ظالم کے پلڑے میں ڈالنے کو کہے گا تو خدا اسکی توجہ پھیر دے گا۔

﴿الیوم العظیم﴾

"فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یہ جملہ بولتے ہی محبوب علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ دیکھو!

"اِنَّ ذَاكَ الْيَوْ مَ عَظِيْم"...... یہ دن بہت بڑا ہوگا۔

ہر بندہ بوجھ اتارنے کی فکر میں ہوگا، اس نے پہلے سوچ رکھا ہے کہ رب کے سامنے کیس (Case) پیش کرنے میں اگر نیکی نہ بھی ملے، صرف بوجھ اتر جائے تو یہ بھی غنیمت ہے۔

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسوؤں کی رم جھم اس وقت ہوئی مگر بعد کی آتش جہنم کو ٹھنڈا کر دیا۔ کتنا عظیم فیضان ہے۔

فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اللہ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیئے ہیں

محبوب علیہ السلام کے آنسو موتیوں کی طرح گرنے لگے، یہ اٹل حقیقت ہے کہ حقوق العباد خدا خود معاف نہیں کرے گا، مگر جب چاہے تو اس کے آگے کون رکاوٹ بن سکتا ہے؟

جنت کی طرف دیکھو

رب ذوالجلال اسی بندے سے فرمائے گا:

''پہلے تم ایک کام کرو،

فَانْظُرْ فِي الْجَنَانِ ......ایک نگاہ میری جنت کی طرف تو ڈالو۔

فَرَفَعَ رَاسَهُ ......وہ سر اٹھائے گا۔

اب یہ سب کچھ قیامت کے روز ہوگا مگر نبی کریم ﷺ کی آنکھ ابھی مشاہدہ کر رہی ہے پھر کیا ہوگا؟

''وَقَالَ يَارَبِّ اَرَىٰ مَدَائِنَ مِنْ ذَهَبٍ وَّقُصُوْرًا مِّنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلَةً بِاللُّؤْلُؤِ۔...... ''اے اللہ! مجھے سونے، چاندی کے بہت سے شہر اور محلات نظر آئے، ان سب پر ہیرے، جواہرات لگے ہوئے ہیں''۔

اپنا جھگڑا بول گیا

جنت تو پھر جنت ہے، یہ بندہ جو کہتا تھا کہ مجھے فلاں کی نیکیاں دے دو، کبھی کہتا تھا کہ مجھے فلاں نے تھپڑ مارا تھا، میرے گناہ اس کے پلڑے میں ڈال دو۔

جنت دیکھنے کے بعد وہ اپنا جھگڑا ہی بھول گیا،

اب عجیب انداز میں گفتگو کا آغاز کرتا ہے۔ کہتا ہے

''لِاَيِّ نَبِيٍّ هٰذَا وَلِاَيِّ صِدِّيْقٍ هٰذَا وَلِاَيِّ شَهِيْدٍ هٰذَا''۔

اے اللہ! ہمیں بتا کہ یہ جنت تو نے کس نبی کے لئے بنائی ہے؟......کس رسول کے لیے بنائی ہے؟......کس صحابی کے لیے بنائی ہے؟......کس صدیق کے لیے بنائی ہے؟......کس شہید کے لئے بنائی ہے؟

صلح کا انداز

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ کا یہی سبب تھا کہ اللہ جل جلالہ نے کس انداز سے صلح کروائی ہے؟ یہ رب کی رحمت کا حصہ ہے کہ وہ بندہ جنت دیکھ کر اب بھول گیا کہ میرا قاتل کون ہے؟ اور اسے سزا کیا دلوانی ہے؟

بار بار جب رب سے پوچھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرماتا ہے "هٰذَا لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ"...... جواب بڑا خوبصورت ہے کہ یہ اس کے لیے ہے جو اس کی قیمت ادا کرے گا۔

ابھی بک نہیں ہوئی

مطلب یہ ہے کہ اس کی ریزرویشن (Reservation) ابھی نہیں ہوئی ...... انبیاء کی جنتیں علیحدہ ہیں ......صدیقین کی جنتیں علیحدہ ہیں ......شہدا کی جنتیں علیحدہ ہیں۔

یہ جنت ابھی بک نہیں ہوئی......

اب اس شخص کو حوصلہ ہوا کہ سیٹ ابھی تک خالی ہے، مل سکتی ہے......

کہتا ہے یا رب:

وَبِمَنْ يَّمِلكُ ذَالِكَ؟"...... کوئی ایسا بندہ ہے جو اس کی قیمت دے سکے؟

جنت کی قیمت بھلا کون دے سکتا ہے؟

جنت کی قیمت

اب یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ سارے غیب کے معاملات ہیں، میرے محبوب علیہ السلام نے سارے غیب کھول کر بیان فرما دیئے۔ جنت کی قیمت کے بارے پیارے محبوب علیہ السلام کا جملہ ہے:

"مَوْضِعُ السَّوْطِ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا"۔

پوری جنت ایک طرف،...... جنت کا ایک مربع ایک طرف،......ایک ایکڑ ایک طرف :...... ایک کوڑے جتنی جنت یعنی ایک گز مربع جنت ایک پلڑے میں ہو اور پوری دنیا اور جو کچھ دنیا بھر میں ہے ایک پلڑے میں ہو،...... پھر بھی جنت والے پلڑے کی قیمت زیادہ ہے۔

اب یہ بندہ جو اپنے جھگڑے بھول گیا ہے...... اس مخمصے میں ہے کہ اتنی قیمتی جنت کون خرید سکتا ہے؟...... جنت کا ریٹ (Rate) پوچھتا پھر رہا ہے۔

رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

اَنْتَ تَمْلِکُهٗ ...... اسکی قیمت تیری جیب میں بھی ہے۔

تو تعجب سے پوچھتا پھر رہا ہے کہ "اس جنت کو کون خریدے گا؟"۔

حالانکہ تیرے دل میں بھی میں نے ایسی دولت رکھی ہے کہ تو خرید سکتا ہے، اب یہ پوچھتا ہے، "اے اللہ! وہ کیا چیز ہے جس کے بدلے میں خرید سکتا ہوں؟"۔

معاف کرنے کا صلہ

خالق کائنات جل جلالہٗ نے فرمایا:

"بِعَفْوِكَ عَنْ اَخِيْكَ"......(مستدرك للحاكم ج :4 ص 576)

وہی بھائی جسے تو سزا دلوانے کے لیے گھسیٹ رہا تھا، کبھی اسکی نیکیاں لینے کی بات کرتا تھا، کبھی اپنے گناہ اسکے ذمے ڈلوانے کو کہتا تھا۔

اس بھائی کو معاف کر دے، ہم یہ جنت تمہیں دے دیں گے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ بے نیاز ذات ہے، دونوں بھی جل جائیں تو اسے کوئی پرواہ نہیں مگر بندوں پر واضح فرمانا چاہتا ہے کہ میں یوں صلح کروا کر نوازتا ہوں۔

صلح پر یہ طے تھا کہ بندے کا حق تھا مگر اللہ نے بخشوالیا، یہ وہ انداز ہے کہ خدا بخشنا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، حق والا خود ہی خوش ہو کر بخشے گا، بلکہ دل ہی اس قدر

مطمئن ہو جائے گا کہ تڑپے گا، مجھ سے کوئی بخشوائے تو سہی، میں بخشنے کیلئے تیار ہوں۔

﴿جہنمی، جنتی بن گیا﴾

میرے محبوب علیہ السلام فرما رہے ہیں: صحابہ! میں نہ مسکراؤں تو کیا کروں؟ وہ پکا جہنمی تھا، میرے رب نے اسے جنتی بنا دیا ہے۔

﴿نبی علیہ السلام کی سماعت﴾

یہ ہے اصلاح کا اجر اور اسکا ایک انداز۔

یہاں سے ایک عقیدہ بھی واضح ہوا جو آج لوگوں کی الجھن بھی ہے، صحیح حدیث مبارکہ سے حل ہو گئی۔

محبوب علیہ السلام کے کان کوئی معمولی کان تو نہیں جو اس زمانے میں نہ سنیں۔ وہ محبوب علیہ السلام تو وہاں مدینہ میں بیٹھے ہوئے...... 20 بیس صدیوں بعد،...... 30 تیس صدیوں بعد...... بلکہ قیامت کے بعد...... جس نے بولنا تھا...... سن رہے تھے...... دیکھ بھی رہے تھے...... بولنے والا...... اگرچہ پیدا بھی نہیں ہوا...... محبوب علیہ السلام پھر بھی سن رہے تھے۔

﴿غیب کی خبر﴾

جو میدان محشر کے سارے مناظر دیکھ رہے ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں قیامت کے متعلق خبر نہ ہو، یہ اللہ کی طرف سے حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا گیا ورنہ محبوب علیہ السلام غیب بھی جانتے ہیں، جو کچھ غیب میں ہے، اسے بھی جانتے ہیں۔ جنت غیب ہے اور جو کچھ جنت میں ہے اسکی بھی خبر دے رہے ہیں۔

محبوب علیہ السلام نے واضح فرما دیا کہ جس وقت تمہارا رب عزوجل یوں اصلاح فرمانے والا ہے پھر تمہیں بھی ضرور اصلاح کرنی چاہیے۔

اصلاح کا اجر

اصلاح کا اجر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:

"فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَحْزَنُوْنَ"...... جو اصلاح کا کام کریں گے، ان پر نہ خوف ہو گا نہ غم۔ یہ طے شدہ ہے کہ یہ اجر اللہ کے ولیوں کے لیے ہے۔

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"۔

خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہو گا نہ غم۔ (سورہ یونس رقم الآیۃ 62)

دھرتی کا سب سے بڑا انعام

یہی اجر اللہ نے اصلاح والوں کو دیا ہے، تو پتہ چلا کہ گندے نظریات اور بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کرنا کوئی معمولی کام نہیں...... اس پر اجر رب ذوالجلال کے قرب اور ولایت کی شکل میں ملتا ہے۔ چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اس لیے اس وقت دھرتی کا سب سے بڑا انعام ولایت ہے۔

اور وہ انعام کیسے ملے گا؟

فرمایا: اپنی اور اپنے ماحول کی اصلاح کر لو، ہمارا وعدہ سچا ہے، جو یہ کام مکمل درجے میں کرے گا، ہم اسے ولایت کا تاج پہنائیں گے۔

بے حساب اجر

خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

"وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا"...... جس نے تمہارے ساتھ برائی کی، اس کا بدلہ تو یہ ہے کہ جوابی کارروائی کی جائے جو جوابی تھپڑ مارنے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن

"فَمَنْ عَفٰى"...... وہ معاف کر دے۔

"وَاَصْلَحَ"...... اور صلح کر کے تعلقات صحیح کر لے،

"فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ "......اس کا اجر اللہ عزوجل کے ذمہ کرم ہے۔

یہ جملہ ایک لحاظ سے وہاں بولا جاتا ہے، جہاں اجر کی کثرت مقصود ہو۔

اجر دینے والا رب ہو، لینے والا بندہ ہو تو لایا کیسے جاسکتا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اصلاح کرنے والوں کے اجر کو واضح کر دیا۔

وہ اصلاح نظریات اور افکار کی ہو...... یا اعمال کی ہو...... معاملات کی ہو......یا مخلوق کے ساتھ تعلق کے حوالے سے ہو......اللہ کے لحاظ سے ہو...... یا دربار رسالت کے ساتھ رابطے کے لحاظ سے ہو۔ اللہ عزوجل اپنی شان کے مطابق اجر عطاء فرمائے گا۔

اصلاح کے بعد فساد

پھر فرمایا:

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا"

زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔

کیونکہ اب تمہارا مقام و مرتبہ پہلے والا نہیں رہا، تمہارا اسٹیٹس (Status) بن گیا ہے۔

اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے: "وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا"

اصلاح کے بعد اب دو کام تمہارے ذمے ہیں۔

1- یہ خوف رکھو کہ کہیں اصلاح میں بگاڑ نہ آجائے۔

2- یہ امید رکھو کہ تمہیں اصلاح کا اجر ضرور ملے گا۔

اب تمہاری شان یہ ہو گئی ہے کہ۔

"اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ"(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ:56)

اب تم اللہ کے قریبی بن گئے ہو، اصلاح کے بعد یہ آیت ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کا قرب اور رحمت سب سے بڑی دولت ہے، تم رحمت میں آ چکے ہو، کہیں اس سے محروم نہ ہو جانا، اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے، تم رب سے تعلقات خراب کر کے رحمت سے دور نہ ہو جانا۔ اگر بدستور تم یونہی رہے تو رحمت تمہارے قریب رہے گی۔

جب اسلام پردیسی ہو جائے

سید عالم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس وقت فساد آ جائے اور میرا اسلام بے گھر اور پردیسی ہو جائے، اس وقت جو لوگ اصلاح کریں گے ہم نے ان کے لیے جنت کے وعدے کر دیئے ہیں۔

"فَطُوْبٰی لِلْغُرَبٰی، اَلَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَااَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِی مِنْ سُنَّتِی"......(ترمذی، رقم الحدیث:663)

سنت سے مراد یہاں پورا دین ہے، فرمایا کچھ لوگ خرابی کریں گے، ان کے بعد جو اصلاح کا بیڑا اٹھالیں گے، ان کو جنت کی خوشخبری سنا رہا ہوں۔

سو شہید کا اجر

کہیں فرمایا:

"مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ"

(ترغیب: 80/1......مشکوٰۃ حدیث نمبر: 176)

جو فساد کے وقت میری سنت کا جھنڈا بلند کرے گا، اسے سو 100 شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

﴿ہمیں کیا کرنا ہے؟﴾

میرے بھائیو! اس گفتگو کا مقصد یہی ہے کہ آج جس ماحول میں ہم رہ رہے ہیں۔
ہر طرف بدعملی اور بداعتقادی کا فساد ہی فساد ہے،...... ہر طرف دھواں ہے
......، ہر طرف آلودگی ہے......، ہر طرف گھٹن ہے،...... وہ تعلقات جو انسان کو کبھی
عروج پر پہنچاتے تھے،...... آج کمزور ہو چکے ہیں،...... انکی اصلاح کی ضرورت
ہے۔ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان نے اس عظیم مقصد کے لیے اپنا کام شروع کر دیا ہے،
یہ وہ مقصد ہے جس کو قرآن مجید نے ہر آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے پیشِ نظر درس صراط مستقیم کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے، ہم اسے پورے
ملک بلکہ پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔

آپ اس گاڑی کے اولین سواروں میں سے ہیں، اس ناطے سے آپ پر یہ ذمہ
داری عائد ہوتی ہے کہ

بَلِّغُوْ عَنِّی وَلَوْ آیۃ کے تحت اس پیغام کو آگے سے آگے پھیلائیں۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

وَآخِرُ دَعْوَانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆

تحفظ حدود اللہ اور حدود آرڈیننس
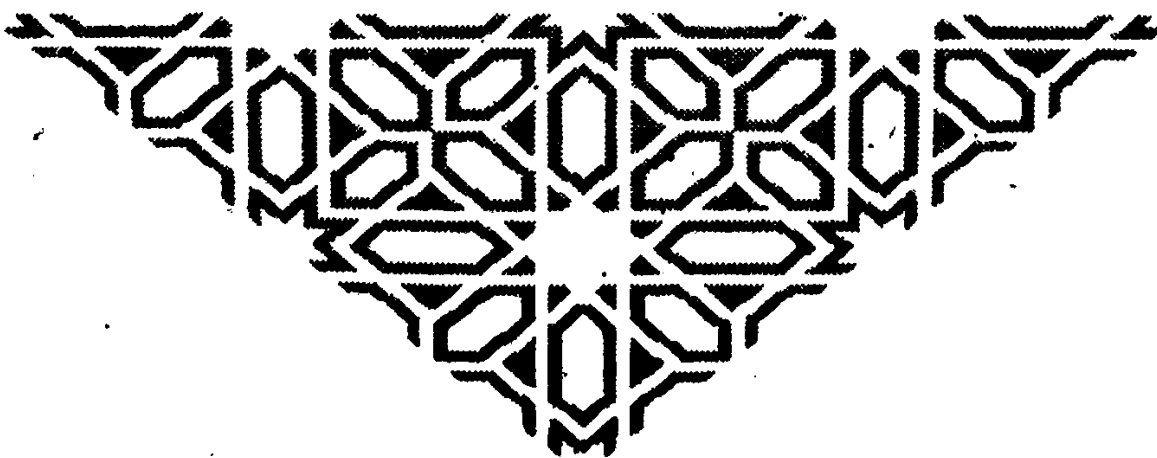
پہلے اسے پڑھیئے

گلستان و چمن میں طرح طرح کی پھول پتیاں ہوتی ہیں، ہر ایک پھول اپنی الگ رعنائی اور دلکشی کا حسین اور خوشنما دلپذیر منظر پیش کرتا ہے ہر پتی اپنے دامن میں کئی اوصاف و خصائل کی جامع ہوتی ہے مگر ان سب ہستیوں اور بوٹوں میں جو حیثیت گل سر سبد کی ہوتی ہے اسکی حقیقت و ماہیت کو تجربہ کار "گلشن آراء" ہی اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے۔

ایسے ہی گلستان اہلسنت میں طرح طرح کے خوشبوار مہکتے پھول موجود ہیں لیکن ان سب مہکتے پھولوں میں ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی حفظ اللہ تعالیٰ کی حیثیت گل سر سبد کی سی ہے۔ آپ ہر میدان میں تمام علماء کرام سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ درس حکومت کی طرف سے منظور کردہ "تحفظ خواتین بل" سے پہلے کا ہے، یہ خطاب دلپذیر ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی نے علم و حکمت کے مرکز اسلامک یونیورسٹی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں ادارہ صراط مستقیم کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن میں 28 اگست 2006ء بروز پیر بعد نماز مغرب کو فرمایا تھا جبکہ حکومت نے اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کے لئے امریکہ کے ایماء پر 17 نومبر بروز جمعۃ المبارک 24 شوال کو "تحفظ حقوق نسواں بل" منظور کیا تھا۔

تحفظ خواتین بل کی منظوری کے بعد ترمیمی بل کے نام سے موسوم ڈاکٹر صاحب کی تحریر کو بھی اسی کتابچے میں شامل کر دیا گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نورِ مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے آج ہمیں ادارہ صراط مستقیم اور بزم جلالیہ کے زیر اہتمام جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام میں ماہانہ درس قرآن میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

﴿تحفظ حدود اللہ اور حدود آرڈیننس﴾

میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال بزم جلالیہ اور ادارہ صراط مستقیم کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی گزارنے کے لئے جو دین عطاء فرمایا ہے اس پر عمل کرنے کیلئے ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقوبت (Punishment) کا اعلان فرمایا ہے۔

﴿عقوبت کی اقسام﴾

(۱) ایک تو وہ ہیں عقوبتیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دی جائیں گی، جو آج اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہیں کر رہے ہیں ان کے لیے وہ عقوبتیں روز محشر کو ہونگی۔

(۲) دوسری وہ سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں متعین کی گئی

ہیں، تو دنیا میں جو سزائیں اسلام کی طرف سے متعین ہیں۔

ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔

ایک کو حد(punishment stipulated in the Quran and sunnath) کہا جاتا ہے اور دوسری سزاؤں کو تعزیر(Discenetionary punishment) کہا جاتا ہے۔

چونکہ کوئی قانون اور کوئی ضابطہ اس وقت تک کارگر ثابت نہیں ہوتا، جب تک اسکی خلاف ورزی کرنے والوں سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

قرآن مجید میں اور دین متین میں جو لائف کوڈ Life Code اور ضابطہ حیات پیش کیا گیا ہے اس میں بھی اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسکی خلاف ورزی کرے گا تو اسے یقیناً سخت انجام کا سامنا کرنا ہوگا۔ دنیا میں وہ سزائیں جو شریعت مطہرہ کی طرف سے دی جاتی ہیں ان میں سے پہلی قسم کی سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے۔

﴿حدود کی تعریف﴾

هِیَ الْعُقُوبَاتُ الْمُقَدَّرَةُ مِنَ الشَّارِعِ نَوعاًوَمِقْدَاراً

حدود ان سزاؤں کو کہا جاتا ہے کہ جو شارع کی طرف سے متعین ہوں اپنی نوع کے لحاظ سے بھی اور مقدار کے لحاظ سے بھی واضح نصوص کے ساتھ، جس طرح کہ (۱) زنا کے بارے میں حد ہے (۲) قذف کی حد ہے (۳) سرقہ کی یعنی چوری کی حد ہے (۴) شراب نوشی کی حد ہے (۵) حد سکر (البدائع الصنائع:33/7)

﴿تعزیرات کی تعریف﴾

تَعْزِيْرَاتٌ هِیَ الْعُقُوْبَاتُ غَيْرُ الْمُقَدَّرَةِ شَرْعًا

"وہ عقوبات جن میں شرعی طور پر کوئی معین نہیں ہے"۔

یعنی یہ وہ سزائیں ہیں کہ جو شارع کی طرف سے معین نہیں ہیں، یہ حاکم کی رائے کے مطابق اور وقت کا جو قاضی ہے۔اس کے فیصلہ کے مطابق ہوتی ہیں۔

وہ اپنی سوچ سے ان جرائم کے لیے جو سزا معین کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے، لیکن اس میں اس کے لیے ایک ضابطہ ہے کہ وہ حاکم کوئی بھی تعزیر بناتے وقت ایسی تعزیر نہیں بنا سکتا کہ جو حد سے زیادہ بن جائے، حد سے کم ہو اس تعزیر کو معین کر سکتا ہے۔

حد کی تشریح...... حد کا جب لغوی معنی بیان کرتے ہیں تو یہ ہر شخص کے لیے واضح ہے اور حد ایک عام بولا جانے والا لفظ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میری زمین کی حد یہاں تک ہے، فلاں شہر کی حد یہاں تک ہے، فلاں ملک کی حد یہاں تک ہے، تو حد منتہیٰ کو کہا جاتا ہے، جہاں کوئی چیز جا کر ختم ہو جاتی ہے اس انتہاء کو حد کہا جاتا ہے۔

اسی بنیاد پر دربان کو حداد کہا جاتا ہے کہ وہاں تک رسائی حاصل کرنے تک حد ہے وہاں تک وہ لوگوں کو روک سکتا ہے اور اس سے آگے وہ لوگوں کو جانے نہیں دیتا، اجازت کے بعد ہی لوگ اس سے آگے جا سکتے ہیں۔

حدود کا یہ پورا نظام قرآن مجید اور سنت مطہرہ کی تعلیمات سے موید اور موکد ہے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 187 میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

تا کہ لوگ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کریں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ......

(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 229)

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو تجاوز کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں:

ایک اعتراض کا جواب

عمومی طور پر یہ خیال ہے کہ حدود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم متعارض ہے ایک جگہ فرمایا قریب بھی نہ جاؤ دوسری جگہ فرمایا تجاوز نہ کرو دوسرے حکم سے یہ سمجھ آ رہی ہے کہ حدود کے قریب جانے کی گنجائش ہے بس تجاوز منع ہے جبکہ پہلی آیت قریب جانے کی بھی گنجائش نہیں دیتی تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حد کا معنی منع کرنا اور دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا ہے۔ اس واسطے حدود شرع وہ ہیں جنہوں نے حلال اور حرام کے درمیان فاصلہ کیا ہے۔ کچھ تو وہ حددد ہیں جن کے قریب جانا ہی جائز نہیں ہے، جیسے شراب ہے یا زنا وغیرہ چنانچہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔

اس آیت کا تعلق ان امور سے ہے۔

کچھ حدود ایسی ہیں جن کا ارتکاب جائز ہے مگر ان سے تجاوز جائز نہیں ہے جس طرح کہ چار عورتوں سے شادی کرنا اس میں چوتھا نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حد ہے مگر یہ نہیں کہ چوتھا نکاح کرنا ناجائز ہے بلکہ وہ جائز ہے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔

ایسے امور کے بارے میں یہ آیت ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، یا یہ جواب ہے کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(۳) وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ (سورۃ النساء رقم الآیۃ: 41)

جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمادے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔

﴿تحفظ حدود اللہ کا پس منظر﴾

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی عملی زندگی کے اندر جن مقامات پر شدت سے لوگوں کے ساتھ سلوک کیا اور شدت کا جن مقامات پر اظہار کیا، وہ یہی حدود اللہ کا احترام ہے کہ جس وقت حدود اللہ کی مخالفت میں نکلے ہیں یا حدود اللہ کی مخالفت کیلئے وہ لوگ آگے بڑھے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ اللعالمین ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے مطابق اپنی طرف سے شدید مواخذہ کا اظہار فرمایا۔

سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

وَاللّٰهِ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهٖ فِیْ شَیْءٍ یُؤْتٰی اِلَیْهِ قَطُّ۔

(صحیح بخاری کتاب الحدود باب اقامۃ الحدود والانتقام رقم الحدیث: 6288)

"مجھے اللہ کی قسم ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی پر بدلہ کسی سے نہیں لیا" کبھی بھی آپ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قریش مکہ کی بدسلوکیاں اور مشرکین مکہ کی ناہمواریاں یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے وہ مقدس جسم جو عرش سے بھی مقدس ہے۔ وہ جسم لہولہان ہوا آپ کا خون بہہ نکلا آپ کے گلے میں معاذ اللہ کپڑا ڈالا گیا اور اس طرح کی اذیتیں دی جاتی رہیں مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں سے اپنے لئے انتقام نہیں لیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

کہ ایک ایک مقام ایسا ہے کہ جہاں پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی حرکت کو برداشت نہیں کیا وہ کونسا مقام ہے۔ فرمانے لگیں۔

حَتّٰی تُنْتَهكَ حُرُمَاتُ اللّٰهِ۔

''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی حرمات کو پامال کیا گیا''۔

جب اللہ کی حدود کی خلافت ورزی ہوئی ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور انتقام لیا ہے۔ ایسے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی حرمات اور شعائر کی توہین پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انتقام لیا تو یہ انتقام کونسا تھا۔

فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ

یہ اللہ کے لیے انتقام تھا۔

تو یہاں سے یہ بات بھی بالکل واضح ہوگئی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتنا ابر کرم بنایا ہے اور آپ کے اندر برداشت اور حوصلہ کے کتنے ذخائر ہیں، کہ ذاتی معاملات میں آپ نے کبھی بھی انتقام نہیں لیا لیکن اس سلسلہ میں یہ واضح کر دیا کہ جو حرمات ہیں اور حدود ہیں، ان کا ادب لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے آپ نے ان سے انتقام لیا اور اس میں پھر اپنی طرف سے سختی کا اظہار بھی فرمایا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس مضمون کو کوئی شخص اس طرح نہ سمجھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس وقت کوئی بندہ سختی سے پیش آتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے معاملے میں اس کو معاف فرما دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے پر خاموش رہیں اور آپ کی جس وقت کوئی توہین کرے تو ہم یہ کہہ دیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ انتقام نہیں لیا تو ہم بھی انتقام نہ لیں یہ استدلال اور یہ سوچ سراسر غلط ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معاف کرنا اپنے حق کو معاف کرنا ہے، اپنے حق سے دست بردار ہونا ہے اور اپنے حق کے معاملے میں کسی کو چھوڑ دینا ہے، وہ چاہیں تو معاف کر دیں اور چاہیں تو اپنے حق پر کسی کو سزا دے دیں، لیکن ہمارے لیے یہ گنجائش نہیں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں کسی ایسی نرمی کا اظہار کریں یا کوئی ایسا نرم رویہ اپنائیں چونکہ ہمارے لئے اللہ کے جتنے بھی شعار ہیں ان میں سے سب سے زیادہ جسکی عظمت ہے، وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

اس واسطے دیگر حدود اور حرمات کا ایسا ادب واحترام ہمارے لئے لازم نہیں جتنا ادب واحترام رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے۔

اس بنیاد پر آپ کا وہ عمل جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔

اس سے ہمارے لیے سنت یہ ثابت ہوئی کہ جہاں ہمارے ذاتی معاملات ہوں وہاں ہم عفو ودرگزر کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیں جہاں ہمارے ذاتی

پرابلم (Problem) ہوں وہاں پر جولوگ ہماری مخالفت کر رہے ہیں یا ہم سے کوئی ناروا سلوک کرتے ہیں ہم ان کو معاف کر دیں۔

لیکن جہاں حدود اللہ کا معاملہ ہوگا، جب ہمارے نبی علیہ السلام نے انتقام لیا ہے، تو یہ انتقام لینا ہمارے لئے سنت بن گیا ہے۔ اس معاملے میں ضرور انتقام لیا جائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی کا جو معاملہ ہے وہ یقیناً سارے معاملات میں سے بڑا معاملہ ہے اور وہ دین کی سب سے بڑی اصل ہے اور دین کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔ اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اور آپ کی تعظیم وتوقیر کے لحاظ سے امت کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ کے خلاف کوئی ناروا لکھا جائے یا کوئی ایسی حرکات کی جائیں جو نازیبا ہوں۔

یہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کو معاف کیا ہم اپنے دشمنوں کو معاف کر دیں نہ کہ یہ معنی بنایا جائے کہ ہم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں کو معاف کر دیں۔ اور دوسری طرف یہ صورتحال بالکل واضح ہو گئی کہ حدود اللہ پر احتجاج اور حدود اللہ کا تحفظ یہ کتنا پسندیدہ عمل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مقدس عمل سے اپنی امت کے لیے اس کی سنت کو اور اسکے سنت ہونے کو واضح فرما دیا اور قیامت تک اپنے عمل سے حدود کو ایک تحفظ عطاء فرمایا ہے۔ حدود یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین کردہ ہیں۔

وہ رحمٰن بھی ہے اور وہ رحیم بھی ہے، حدود کی وجہ سے اس کی رحمت پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حددود سے یقیناً معاشرے میں امن آتا ہے، معاشرے کے اندر بہار آتی ہے۔

حدود کے نفاذ سے معاشرے کو وہ برکتیں ملتی ہیں کہ جسکا کوئی انسان تصور ہی نہیں

کر سکتا، ایک چھوٹا سا کنبہ ہے، ایک باپ ہے، ایک والدہ ہے۔ وہ ماں جو اپنے بچوں پر بڑی شفیق ہوتی ہے اور بڑی نرم دل ہوتی ہے لیکن اسکے باوجود اپنے بچوں کی تادیب کیلئے اسے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ اسکے بچے کبھی بھی مہذب نہیں ہو سکتے اور اسکے بچے کبھی بھی اچھے بچے نہیں کہلا سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ تو پوری روئے زمین کو اور پورے جہان کو ایسا امن و اصلاح دینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور شفقتیں ماں کی رحمتوں سے اور شفقتوں سے کہیں زیادہ ہیں تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے نظام حدود کو واضح کر کے اپنی طرف سے پوری سوسائٹی اور معاشرے کے لیے برکتوں کا اہتمام کیا ہے اگر آج کوئی حیاباختہ خاتون حدود کے خلاف بولتی ہے، کوئی مغرب زدہ انسان حدود کے خلاف بولتا ہے یا کوئی سیاسی لیڈران سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہتا ہے تو اسے سوچنا چاہیے۔ اگر خود اس کی بیٹی کے ساتھ ایسا عمل ہو جائے کہ جس پر شریعت نے گرفت کی ہے تو کیا وہ اس وقت بھی یہی کہے گا کہ یہ سزا جو اس زیادتی کرنے والے کو ملنی چاہیے یہ بڑی سخت ہے۔ اس وقت وہ خود اس کا طلب گار ہو گا، خود اس کا حامی بن جائے گا۔

تو ہر بندے کو یہ سوچنا چاہیے کہ جس وقت خود اسکا یہ تقاضا ہے کہ جب میرے حقوق کوئی بندہ غصب کرتا ہے تو اس کو سزا ملنی چاہیے، اس بندے کی تادیب ہونی چاہیے اور اس کا مواخذہ ہونا چاہیے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حکمتوں کے پیش نظر جو پوری مخلوق کو حقوق عطاء کرنے والا ہے اور پوری مخلوق کے لئے ضابطے دیکر ہر ایک مخلوق کو اپنی اپنی حد کے اندر رکھنا چاہیے۔ یقیناً اس نے ہزاروں حکمتوں کے پیش نظر ان حدود کے نظام کو وضع فرمایا ہے۔

حدود کے نفاذ کے حکمتیں

جس سوسائٹی میں حد لگتی ہے اس کی برکت کتنی ہے، نظام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ضابطوں کے مطابق عمل کیا جاتا ہے تو اس وقت اسکی صورتحال کیا ہوتی ہے اور اللہ کی کتنی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ا۔رحمتوں کا نزول:

ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ پاک محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِقَامَةُ حَدٍ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَّطَرٍ اَرْ بَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ

(مشکوٰۃ ص، 313)(سنن ابن ماجه، ص، 281)

اللہ کی حدود میں سے کسی حد کو قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتیں بارش برسنے سے بہتر ہے۔

رب ذوالجلال کی طرف سے جب بارش کا نزول ہوتا ہے تو وہ زمینیں جو بانجھ ہو چکی ہوں وہاں پر سبزہ اگ آتا ہے وہاں کھیتیاں اگتی ہیں، باغات پھلتے اور پھولتے ہیں اور وہ لوگ خوشحال ہو جاتے ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب ہے کہ ایک حد کو معاشرے میں نافذ کرنے سے اتنی برکتیں ملتی ہیں، جتنی اس بارش کی برکتیں نہیں کہ روزانہ رات کو بارش برسے اور دن کو سورج طلوع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ایک حد کو کسی مجرم پر نافذ کرنے سے جو برکتیں سوسائٹی کو

میسر آتی ہیں وہ ان بارشوں کی برکات سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اس واسطے یہ نظام حدود ظالمانہ نہیں ہے یہ نظام حدود اللہ کی طرف سے رحمت اور برکت کا سلسلہ ہے بارش کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی اور بارش کی مثال اس لیے بیان کی گئی کہ جس وقت مخلوق کا کوئی فرد زمین پر گناہ کرتا ہے تو ان کے جرائم اور گناہوں کی وجہ سے رحمتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول نہیں ہوتا اور جب حد نافذ ہو گی تو جرائم ختم ہو نگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہو جائے گا۔ اور یہاں برکتوں سے مراد وہ معنوی برکتیں ہیں کہ جو آپ اس پس منظر میں دیکھ سکتے ہیں اب ایک شخص جس کے پاس زمین کی پیداوار اتنی ہے جس کا اندازہ ٹنوں کے لحاظ سے لگایا جا سکتا ہے مگر پھر بھی وہ بے چین ہے اس کے گھر میں پھر بھی اداسی ہے ہر وقت اسکو سکون نہیں ہے۔ تو پتہ چلا اتنی دولت کے باوجود وہ برکت سے محروم ہے اور وہ لوگ جن کے پاس اتنی زیادہ پیداوار نہیں پھر بھی اسکا پیسہ ناجائز مقدمات میں صرف ہو جاتا ہے اور کہیں وہ بیماریوں کے علاج کے اندر لگ جاتا ہے تو پتہ چلا کہ وہ پیداوار برکت سے خالی تھی اور اس کے اندر رب ذوالجلال کی خصوصی نعمتوں کا ظہور نہیں تھا۔

ہم جس برکت کی بات کرتے ہیں کہ حد کے قائم ہونے سے برکت کا نزول ہوتا ہے، اس برکت سے مراد وہ برکت ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ حسی طور پر تھوڑا بھی دے لیکن اسکا دل اتنا غنی ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ساری نعمتیں رب ذوالجلال نے میری مٹھی میں دے دی ہیں، اس کو چین اور سکون ملتا ہے۔ اس کو ہر وقت دل کے اندیشے نہیں ہوتے گھبراہٹ طاری نہیں ہوتی اور وہ رحمتیں برسات کی شکل میں آتی ہیں، کہ جس کے بعد نہ قتل و غارت ہوتی ہے نہ ڈاکہ زنی ہوتی ہے نہ کسی طرح کے کوئی ایسے معاملات

ہوتے ہیں اب برسات کا نزول ہو جائے اور پھر مسائل باقی رہیں لوگوں کے گھر پیسوں سے بھرے ہوئے ہوں اور پھر بھی پرابلم باقی رہیں تو یہ وہ صورتحال ہے کہ جس میں ابھی اللہ تعالیٰ کی وہ برکتیں شامل نہیں ہیں کہ جن کا اعلان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدود کے نفاذ کی شکل میں کیا ہے۔

لہٰذا جب سوسائٹی کے اندر حدود نافذ ہو جائیں گی، اس وقت ابر کرم کا ہر قطرہ اس انداز میں امت کو نوازے گا جو یہ مانگیں گے رب وہی عطاء فرمائے گا۔

اتنا چین ہوگا کہ کسی کو اپنی عزت کے لٹ جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا، اس انداز میں وہ پرامن زندگی گزارے گا، موڑ موڑ پر لوگوں کا بہتا ہوا خون نہیں ہوگا اور گلی گلی میں لوگوں کا مال نہیں لوٹا جارہا ہوگا۔

یہ آج جتنے مسائل پیدا ہوئے ہیں جس سے پوری سوسائٹی کا امن تہہ و بالا ہے، اسکا سبب یہ ہے کہ نظام حدود معطل ہے اور نظام حدود کو رائج نہیں کیا جارہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے اللہ کے فیصلوں کا یہ اعلان ہو رہا ہے کہ تم اگر برکت چاہتے ہوں، امن و آشتی چاہتے ہو اور اپنی معیشت اور معاشرت کے سارے مسائل کا حل چاہتے ہو، تو اپنی سوسائٹی میں حدود کو نافذ کردو۔ حدود کے نفاذ کے ساتھ ہی نہ ورلڈ بینک کی ضرورت رہے گی نہ کسی کے آگے قرضے کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔

نہ ہی کسی بندے کو پہرے دار کی ضرورت ہوگی اور نہ یہ ہوگا کہ جس کی بچی گھر سے سکول پڑھنے نکلی ہے تو واپس آنے تک تک اس کا دل تڑپتا رہے۔ نہیں نہیں پورے کا پورا ماحول امن و آشتی کی تصویر بن جائے گا اور یہ وہ برکتیں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے حدود کے نفاذ کے اندر عام فرمادیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا احترام اور فحاشی کا خاتمہ

جس وقت ہم حدود اللہ کا یہ نظام دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتیں سامنے آتی ہیں جنکا تذکرہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کیا تھا، جب حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا۔

لَوْرَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ اِمْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ

(بخاری، کتاب الحدود رقم الحدیث 6386 ......مشکوٰۃ286)

اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی بندے کو دیکھ لوں تو میں اسے سیدھی تلوار سے ماروں گا۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ بات پہنچی اور صحابہ نے بڑا تعجب کیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے غیرت والے ہیں۔ تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا:

اَتَعْجَبُوْنَ مِن غَيْرَةِ سَعْدٍ۔

اے میرے صحابہ تم سعد کی غیرت پہ تعجب کرتے ہو۔

وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ

خدا کی قسم میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں۔

اور پھر میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّی

اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔

جس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا رب مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور میں حضرت سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور تم حضرت

سعد کی غیرت پہ تعجب کرر ہے ہو۔

اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ تعجب کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت سے زیادہ آپ غیرت والے ہیں اور آپ کی غیرت سے زیادہ اللہ غیرت والا ہے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متحیر ہوئے غیرت تو ایک اضافی صفت ہے جو بندے کو اپنے کچھ رشتوں کے بارے میں ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی غیرت کیا ہے۔تو میرے آقا ﷺ فرمانے لگے میرے صحابہ اللہ کی غیرت یہ ہے کہ

مِنْ اَجَلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَابَطَنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت کی وجہ سے ظاہری اور باطنی فحاشی حرام کی ہے۔

اللہ نے جو فحاشی حرام کی تو یہ اللہ کی غیرت کا تقاضا ہے رب ذوالجلال جو فرماتا ہے کہ اے بندو تمہاری آنکھ پاک رہنی چاہیے اور غیر محرم کی طرف تم بدنگاہی سے نہ دیکھو۔گویا میرا رب فرماتا ہے کہ لوگو یہ میری غیرت ہے کہ میری مخلوق کے اندر انسانوں کی جو عورتیں ہیں انکا ادب ہو، احترام ہو، کچھ کی طرف دیکھنا رب ذوالجلال نے حرام کیا ہے تو یہ ایک حد بنیا دی ہے، فرمایا ہر طرف دیکھ سکتے ہو۔

آسمان کو دیکھو، آسمان کے ستاروں کو دیکھو، شمس وقمر کو دیکھو باغ و بہار کو دیکھو چمبیلی و گلاب کو دیکھو، جس کو چاہو دیکھو اللہ نے تمہاری آنکھوں کے لئے کوئی سامنے حجاب نہیں بنائے ایک جگہ بیٹھ کے کہیں دور تک دیکھ سکتے ہو، مطلب یہ ہے کہ جس رب نے آنکھ دی ہے، جس رب نے بینائی دی ہے۔اس نے تمہارے دیکھنے کے لیے بہار کو بنایا ہے، اس کے نکھار کو بنایا ہے اور ہر چیز کو حسین بنایا ہے۔اس رب کی یہ چاہت ہے کہ میرے بندے کی یہ آنکھ پاکباز رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اگر حد بنا دی کہ میں نے ہر چیز کی طرف دیکھنا تمہارے لیے

جائز قرار دیا ہے لیکن غیر محرم کی طرف نہ دیکھو یہ میری غیرت ہے۔

اب جس وقت ایک شخص غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہے تو معاذ اللہ اس نے کتنا بڑا جرم کیا ہے کہ اللہ کی غیرت کیخلاف چل نکلا ہے تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جتنی بھی چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں یہ ساری کی ساری اس لئے حرام کی ہیں کہ فحاشی جنم نہ لے تو اب ہمارے لیے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جو بھی حدود ہیں یہ خالق کائنات جل جلالہ کی غیرت کا حوالہ ہیں۔

اب ان حدود میں جس وقت کوئی بندہ ترمیم کا سوچتا ہے تو معاذ اللہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چھیڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خط بنائے گئے ہیں ان خطوط کو مٹانے کے لیے یہ بندہ ہو کر رب ذوالجلال کو مشورے دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کیخلاف اپنا کوئی قانون بنانا چاہتا ہے اور ضابطہ وضع کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس معاملے کو نہایت ہی حساس قرار دے دیا۔ فرمایا، اگر کوئی اللہ کی حدود کو چھیڑتا ہے اور اسکی غیرت کیخلاف چلتا ہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ وہ کس کی غیرت کیخلاف چل نکلا ہے۔

رب ذوالجلال کا ہم پہ کرم ہے کہ محبوب علیہ السلام کے صدقے فوراً گرفت نہیں ہوتی اور فوراً عذاب نازل نہیں ہوتا، ورنہ یہی انسان تھے جس وقت تھوڑا سا آگے پیچھے کرتے تھے۔ بستیاں الٹ دی جاتی تھیں خنزیر بن جاتے تھے، بندر بن جاتے تھے۔ ان پر خون کا عذاب اتر جاتا تھا اور وہ زمین میں دھنس جاتے تھے۔ یا ایسی دردناک آواز آتی تھی وہ بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جاتے اور مر جاتے تھے۔ بجلیوں سے جل کے راکھ ہو جاتے تھے۔ آج یہ جو نہیں ہو رہا تو اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا ایک سہارا ہے کہ بندے جلد توبہ کر لیں، جلد باز آ جائیں اور جلد اپنے

آپ کی اصلاح کرلیں ورنہ جس وقت ایک انسان (معاذ اللہ) اللہ کی غیرت میں دخل دے تو کون ہے جو اس سے بچ سکتا ہے۔

جس وقت ایک چھوٹا سا بندہ اپنی غیرت کے خلاف کچھ نہیں برداشت کرسکتا اور وہ رب جو کن کہے اور سب کچھ ہو جائے تو اس کی غیرت کے خلاف کام کر کے پھر بچ کیسے سکتا تھا تو اس آخری زمانے کے اندر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں کا سہارا ہے۔

ورنہ یہ جتنے لوگ افرنگ کی دکانوں کے کھلونے بنے ہوئے ہیں اور انگریزوں کے اشاروں پہ ناچتے ہیں اور جن کے چہرے مسلمانوں والے ہیں لیکن ان کے دماغ انگریز کے ہیں یہ سارے کے سارے لوگ فوراً عذاب کی گرفت میں آجاتے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہلت دی جارہی ہے اور ایک چانس دیا جارہا ہے کہ تم آج ہی ان کرتوتوں سے باز آجاؤ اور توبہ کرلو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں سرکار علیہ السلام کے صدقے معاف فرمادے۔

۳۔ تحفظ زندگی:

ان حدود کی حکمتوں کو جس وقت ہم مزید دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے آتا ہے کہ قصاص میں اس آدمی کو قتل کیا جائے گا جس نے کسی کو عمداً قتل کیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنے حسین انداز میں بیان کیا اور ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○

(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 179)

اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ......

تمہارے لیے قصاص میں حیات ہے۔ حالانکہ جب قصاص لیا جاتا ہے تو بندہ مرجاتا ہے، قصاص میں قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دیا جاتا ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ حیات ہے تو اسکا کیا مطلب ہے؟

اسکا مطلب یہ ہے کہ جب کسی قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے گا تو اب دوسرے متنبہ ہو جائیں گے کہ اگر میں نے کسی کا خون بہایا تو میرا بھی بہایا جائے گا۔ میں نے کسی کا سر قلم کیا تو میرا بھی سر قلم کیا جائے اور اگر میں نے کسی کو گولی ماری تو مجھے بھی ماری جائے گی۔

اس کی وجہ سے آگے ماحول میں رکاوٹ آجائے گی تو دوسرے لوگوں کی جان محفوظ ہو جائے گی تو یہ مطلب ہے کہ جس وقت نظام حدود رائج ہوگا ایک زندگی محفوظ ہو جائے گی بظاہر یہ تھا کہ مقتول کے عوض میں قاتل کو مٹایا جارہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمادیا اسکو یہ نہ سمجھو کہ یہ ظلم ہوا ہے فرمایا نہیں جس وقت قاتل کو مقتول کے بدلے میں پھانسی پر چڑھایا گیا ہے اس کو قتل کر دیا گیا ہے تو یہ تمہارے لئے معاشرے کی زندگی بن گئی ہے۔ اب جس وقت رب ذوالجلال کا نظام نافذ ہو جائے گا، تو دوسرے لوگوں کی زندگی محفوظ ہو جائے گی۔

حسامی میں ہے۔

فَاِنَّهَا فِي الظَّاهِرِ تَعْذِيْبٌ وَاِنَّمَا حَسُنَتْ لِزَجْرِ النَّاسِ عَنِ الْمَعَاصِ

اقامت حدود وظاہری طور پر تعذیب ہے لیکن لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے لحاظ سے اس میں حسن ہے۔

﴿حد نافذ کرنے میں احتیاط﴾

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح کر دی کہ حد کو اُٹھانے

کی کوشش کی جائے گی اُس کے لیے پکے گواہ ہونے چاہیں، اُسکے لیے خاص نظام وضع کیا گیا ہے اور پھر اس بات کو بالکل واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ کسی کو تکلیف دی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران رقم الآیۃ 108)

یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں، ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں اور اللہ جہانوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

اللہ تعالیٰ ان حدود کو لا کر ظلم کو روکنا چاہتا ہے اگر کوئی بندہ ان حدود کو ظالمانہ کہے گا تو معاذ اللہ اس نے اللہ کی عدالت پر ہٹ کر دی ہے اور رب ذوالجلال کی عدالت کو اس نے ظلم سے تعبیر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ میری ساری کی ساری حدود میں ظلم نہیں عدل ہے۔ ان میں رحمت ہے اور یہ حدود ان میں رحمت اور برکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر گواہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دیکھئے۔

آپ فرماتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِدْرَؤُوْا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی درء الحدود رقم الحدیث 263 ...... مشکوٰۃ: 311)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے حکمرانو جتنا تم سے ہوسکتا ہے تم مسلمانوں سے حدود کو اٹھا دو۔ اگر کوئی گنجائش ہو تو ملزم کا راستہ خالی کر دو۔

دیکھیں اسلام کیا کہتا ہے۔

جس قدر ہو سکتا ہے اور جتنی بھی گنجائش ملتی ہے تو حد اٹھانے کی کوشش کرو لگانے کی کوشش نہ کرو۔ اس کو مانو اور اس کا ضابطہ پورا کرو یہ کوشش نہ کرو کہ جلد کسی کا ہاتھ کٹے یہ کوشش کرو کہ ہاتھ کٹنے سے بچے۔ شرائط کو اچھی طرح دیکھو خواہ مخواہ تھوڑی سی بات پر ان کو حد نہ لگا دو۔

اب دیکھو ان مغرب زدہ لوگوں کا واویلا جو یہ شور مچا رہے ہیں کہ اسلام ضرور لوگوں کے ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے اور اسلام لوگوں کو سختی کے پنجے میں جکڑ دینا چاہتا ہے۔ نہیں نہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

مَااسْتَطَعْتُم......

جتنا بھی امکان ہے حد کو اٹھانے کی کوشش کرو۔

فَاِنْ كَانَ لَهُ مَخرجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ......

اگر کسی بندے کے بچنے کی گنجائش ہے تو اس کیلئے رستہ چھوڑ دو اس کو بچالو اور ساتھ یہ فرما دیا۔

اِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُخطِىَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يُخْطِىَ فِي الْعُقُوبَةِ

(جامع ترمذی، باب ماجاء في درء الحدود رقم الحديث 263 ......مشکوٰۃ: 311)

اگر کوئی قاضی یا کوئی جج کسی کو معاف کرنے میں غلطی کر دے تو یہ اچھا ہے، اس کے مقابلے میں کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے۔

ایک یہ ہے کہ اس نے سوچ کر فیصلہ عدالت سے کیا لیکن اس سے غلطی ہو گئی، نفس الامر میں اس کی سزا بنتی نہیں تھی اور اس نے دے دی۔ دوسری طرف یہ کہ نفس الامر میں تو بندے کا جرم تھا اس قاضی نے ذرائع سے اچھی طرح چھان بین کی ہے اور اس کے نزدیک ثابت یہ ہوا کہ یہ مجرم نہیں ہے۔ حالانکہ وہ نفس الامر میں مجرم تھا، تو کیا ہوتا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں جو سزا دینے میں غلطی کرے اس سے اچھا وہ ہے جو معاف کرنے میں غلطی کر جائے۔

ا۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی سے رشوت لیکران مجرموں کو چھوڑتا پھرے وہ معاملے تو مردود اور مسترد ہیں یہ قاضی ہے اور عادل ہے اس نے سارے سورسز (Sources) چھان بین کیلئے استعمال کئے ہیں اس کے بعد اس نے ایک فیصلہ کیا ہے تو وہ فیصلہ سزا کا کیا لیکن حقیقت میں وہ بندہ سزا کا مستحق نہیں تھا تو اب یہ جو غلطی ہے بڑی غلطی ہے۔

لیکن اگر وہ نفس الامر میں مجرم تھا اس قاضی نے تمام کوشش اور ہمت صرف کی اور بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بندہ مجرم نہیں ہے اس کو معاف کردو جبکہ وہ حقیقت میں مجرم تھا اس نے معاف کر دیا تو میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا یہ غلطی اس کے فائدے میں رہ جائیگی۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ بندوں پر ضرور جبر کیا جائے جبکہ مقصد تو صرف برائی کو روکنا ہے اور حد کے لیے تمام تقاضے بروئے کار لانا اس کے باوجود اگر خلاف واقعہ بات ہوگئی تو میرے محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں اس جج کے مقابلے میں کہ جس نے غیر مجرم کو مجرم بناد یا یہ جج اچھا رہے گا کہ بندہ مجرم تھا مگر اس نے تحقیق کے بعد فیصلہ معافی کا کر دیا یہ معافی اسلام میں پسند کر لی جائیگی۔

شہادت اور ڈی این اے ٹیسٹ

یہ ٹھیک ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مجرم کو چھوڑے لیکن تقاضے مکمل کرنے کے بعد کبھی یہ ہوتا ہے کہ مجرم کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

شریعت میں جن قرائن کو رکھا گیا ہے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہادت کا جو نصاب ہے اور نظام ہے اسکی بھی کئی حکمتیں ہیں اور اسکے بھی کئی تقاضے ہیں اور پھر شاہد کیلئے جو شرطیں ہیں کہ وہ عادل ہو یہاں تک کہ وقت شہادت پھر اس کو خدا یاد دلایا جاتا ہے کہ سارا فیصلہ تیری بات پر ہوگا اب تو سوچ لے کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے یہ سارے تقاضے اور سارے نشیب و فراز ایک انسانی دماغ سوچ سکتا ہے۔

مگر اس کو کوئی کمپیوٹر نہیں سوچ سکتا ایک کنواری عورت حاملہ ہو پھر بھی محض اس بنیاد پر اس پر حد زنا نہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے جبراً زنا کیا گیا ہو اس ے سارے فلسفوں کو کوئی ڈی این اے ٹیسٹ نہیں سوچ سکتا اس واسطے شریعت مطہرہ میں D.N.A ٹیسٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور کسی لیبارٹری اور لیب کے رزلٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس میں وہی حیثیت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظام شہادت کو عطاء فرمائی ہے نہ ہم شہادت کی جگہ کسی اور چیز کو رکھ سکتے ہیں نہ نصاب شہادت بدل سکتے ہیں اس میں جس وقت ایک طرف قاضی کو بھی متوجہ کیا جارہا اور ساتھ شاہد کو بھی متوجہ کیا جارہا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اس برائی کو روکنے کا ایک نظام وضع کیا گیا ہے مگر شریعت ہرگز سو فیصد یہ نہیں چاہتی کہ ضرور ہی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور ضرور اس کو کوڑے مار دیئے جائیں، تقاضے تو پورے کیے جائیں مگر اس کے باوجود خلاف واقع صورتحال میں فیصلہ ہو گیا تو پھر قاضی نے جس وقت سارے تقاضے پورے کیے ہیں تو شریعت اس سے کوئی مواخذہ نہیں کریگی۔

اس سلسلہ میں آج ہمیں نظام حدود کے لحاظ سے یہ بات کرتے ہوئے اور حدود آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہوئے چند باتوں کو پیش نظر رکھتا ہے۔

حدود کے بارے میں ایک ضروری ہدایت

سب سے پہلی بات حدود اللہ اور حدود آرڈیننس کے لحاظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں دین دیا ہے اور جو شریعت مطہرہ عطاء کی ہے اس کے بارے میں ہم اپنی عقل کو تابع سمجھتے ہیں۔

اصل فیصلہ تو شریعت کا ہے لیکن عقل اس کے تابع ہے عقل کو شریعت کے فیصلے کی سمجھ آ جائے پھر بھی ٹھیک ہے اور سمجھ نہ آئے پھر بھی ٹھیک ہے بات شریعت کی مانی جائیگی یہ نہیں ہے کہ عقل مانے تو پھر شریعت ہے اس میں پھر شریعت کا کیا کمال ہے پھر تو ماننے والا اپنی عقل کی بات مان رہا ہے۔

ماننے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس حد تک اپنے رب کے حکم کا پابند ہو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝

(سورة الاحزاب رقم الآية 36)

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو انہیں معاملہ کا کچھ اختیار رہے تو شریعت میں جتنی بھی حدود ہیں وہ ساری کی ساری غیر قیاسی ہیں حدود شارع کی طرف سے ہیں، حدود کو عقل سے نہیں بنایا جا سکتا اور حدود میں عقل کا دخل ہی نہیں ہے۔

آج سب سے بڑا فتنہ یہ ہے حدود کو عقل کے حوالے کیا جا رہا ہے آج تھڑوں پر بیٹھے ہوئے جاہل لوگ حدود اللہ پر بحث کر رہے ہیں آج نام نہاد دانشور شریعت میں احتجاج کرتے پھر رہے ہیں۔

جہاں بدلنے کا وہ بھی گمان رکھتے ہیں
جو گھر کے نقشے میں پہلے دکان رکھتے ہیں

وہ لوگ آج پوری شریعت کے بارے میں رائے ظاہر کر رہے ہیں، حدود کا پہلا قانون یہ ہے کہ کبھی حدود کو عقل سے نہیں بلکہ اللہ کے فرمان سے سمجھا جائے گا۔

بنیادی طور پر دیکھ لیجئے کفر بڑا جرم ہے یا کسی پر زنا کی تہمت لگانا یہ بڑا جرم ہے مگر کفر پر تو کوئی حد نہیں ہے۔ کفر کے بعد اگر کوئی توبہ کرتا ہے اس کی توبہ قبول ہے جو کچھ اس سے پہلے کیا وہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے کسی پر بدکاری کی تہمت لگائی اور پھر کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور اس پر ضرور حد لگے گی تو چاہیے تھا جو بڑا جرم ہو عقل کے فیصلہ کے مطابق اس بڑے جرم کی توبہ قبول نہ ہوتی اور چھوٹے جرم پر توبہ قبول ہو جاتی مگر قرآن کا فیصلہ کیا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ

(سورۃ الانفال رقم الآیۃ 38)

"فرما دو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا اگر وہ باز آ جائیں تو انہیں گزشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جائینگے"۔

اگر کسی نے کفر کیا اور پھر کلمہ پڑھ لیا توبہ کر لی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے مگر کسی بندے پر کسی نے جھوٹا الزام لگایا اور اس کے پاس گواہ نہیں ہے تو کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اس پر ضرور حد لگے گی خواہ یہ کہے کہ میں نے مذاق سے کہا تھا جو کچھ بھی کہتا پھرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس پر حد قذف ضرور لگے گی تو پتہ چلا حد کو سمجھنے کی پہلی اکائی یہ ہے کہ حدود میں عقل کو مداخلت دی ہی نہیں جا سکتی، عقل علیحدہ ہے حدود کے اندر اس کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

اب دیکھو شراب پینا ایک ناجائز چیز کو پینا ہے اور خون پی جانا بھی حرام چیز کو پینا ہے۔ شراب پینا بھی حرام ہے اور خون پینا بھی حرام ہے۔ مردار کھانا یہ بھی حرام ہے مگر

خون پینے پر کوڑوں کی سزا نہیں ہے مردار کھانے پر تو کوڑوں کو سزا نہیں ہے شراب پینے پر کوڑوں کی سزا ہے۔

اب اگر کوئی اپنی عقل کو لائے تو پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام کو عقل کے مطابق استوار کرنا چاہتا ہے۔ نہیں نہیں اسلام عقلوں کے تابع نہیں یہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور اللہ کے احکام کے تابع ہے لہٰذا یہ دو مثالیں اس سلسلہ میں کافی ہیں۔ جو لوگ آج عقل کے گھوڑے دوڑاتے پھر رہے ہیں، ہر دکان پر ہر گلی بازار میں حدود پر بحث کر رہے ہیں اور معاذ اللہ رب کو مشورہ دینا چاہتے ہیں، کہ یوں ہونا چاہیے یہ سزا تھوڑی ہے یہ سزا زیادہ ہے اس سزا کو نکال دینا چاہیے، اس کو داخل کر لینا چاہیے۔

یہ سارے کے سارے اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، رب ذوالجلال نے حدود کو عقل کے ترازو پر تولنے کی گنجائش ہی نہیں دی اور اجازت ہی نہیں ہے۔

اس لیے حدود کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کو سمجھنے اور حدود کو نافذ کرتے وقت ہم عقل سے نہیں پوچھیں گے جو رب نے فرما دیا ہے عقل کو اس کے تابع کر دیں گے۔

دوسری طرف حدود کے لحاظ سے ہمیں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس وقت آج ہم آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں جو ان کی تجاویز دی گئی ہیں وہ قرآن وسنت کے بالکل متصادم ہیں۔

ابھی جب یہ سلسلہ شروع ہوا تھا ہم نے اس وقت یہ بات کہی تھی بالخصوص 29 جولائی 2006ء تحفظ حدود اللہ سیمینار جامعہ نعیمیہ جب وہ ہم سے کہتے تھے کہ اس میں ہم ترمیم کر کے بہتری لانا چاہتے ہیں، تو ہمارا اس آرڈیننس کے بارے میں موقف یہ تھا کہ

اس آرڈیننس کے بارے میں گزشتہ اٹھائیس سالوں سے جب بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے تو یہ آواز ان لوگوں کی تھی جو اسلام کے دشمن ہیں تو آج بھی اسلام کے خیر خواہ اس میں ترمیم کا نام نہیں لے سکتے۔ یہ وہی شراب ہے جو یورپ کے میخانوں میں تیار کی جارہی ہے اور اس کا نام بدل کرامت کو پلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

جیو چینل پر مذاکرہ میں میرے سوا جب علماء بھی اس میں ترمیم کے حق میں تھے جن کا تعلق دیگر فرقوں سے ہے میرا یہ موقف رہا یہ جو چھوٹے چھوٹے معمولی سقم ہیں کہ مرد کی اٹھارہ سال کی عمر اور عورت کی سولہ سال کی عمر پہلے آرڈیننس میں موجود ہے تو یہ معمولی چیزیں تھیں جو قابل اصلاح ہیں اس کے لحاظ سے ہم نے اس وقت کہا تھا کہ ہم اس آرڈیننس کو ایسے لوگوں کے حوالے نہیں کر سکتے کہ ہمیں نہ انکی عدالت پر یقین ہے اور نہ ان کی اسلامی سوچ پر یقین ہے پورے کا پورا آرڈیننس ان کو دے دینا یونہی ہے جیسے کسی بندے کی انگلی خراب ہو اور اس کو کوئی آپریشن تھیٹر میں داخل کرے اسکے بعد اس کا سینہ چاک کردے۔ مریض کو لے تو جائے انگلی کے خراب ہونے کے بہانے لیکن آگے اس کا پیٹ چاک کردے، ہمیں اس وقت یہ قرائن بتارہے تھے کہ یہ لوگ اس آرڈیننس کی جو انگلی خراب ہے یا اس کے بہانے اس کو تھیٹر میں داخل کر کے اس کا سینہ چاک کرینگے۔

آج تم نے دیکھا، وہی کچھ ہوا جس کے بارے میں خیال کیا جارہا تھا۔ آج زنا بالرضا کو آرڈیننس سے خارج کیا گیا اور یہاں تک کہ دست اندازی پولیس کے بھی ناقابل بنادیا گیا تو پھر کیا ہوا کہ جتنا شور تھا آرڈیننس کے خلاف اس سے ایک ہی فائدہ ان لوگوں کو ہوا جو این جی اوز ان لوگوں سے لینا چاہتی تھیں اور جو مغرب کا پروگرام تھا اس کے تحت سب کچھ کرنا چاہتے ہیں، ان مغرب زدہ لوگوں کا جو نظریہ تھا

ان کی پالیسی کا جو نچوڑ ہے اس سے ایک بات نکلتی ہے۔

مرد عورت اگر اپنی رضا مندی سے برائی کر لیں تو اس پر مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔ آج حکومت دو ٹکے کے ملاؤں کو اور مفتیوں کو اپنے ایوان میں بٹھا کر آرڈیننس کی ترمیم کرنا چاہتی ہے جتنا انہوں نے اس ترمیم کا شور مچایا۔ آج اس دور میں عورتوں کے حقوق کا کوئی تحفظ باقی نہیں رہا۔ کیا دوسرے جتنے بھی پاکستان میں جرائم تھے وہ سارے ختم ہو گئے اور صرف یہ ایک سلسلہ باقی رہ گیا تھا کہ جس میں اصلاح کی ضرورت تھی۔

اس کے پیچھے ایک سوچی سمجھی پلاننگ تھی قوم ثمود کا ایک پیچھے وبال تھا اور آج دیکھو اگر اب بھی کسی مومن کو یقین نہیں آتا اسے کب یقین آئے گا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا ہے کہ

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

(سورۃ النور رقم الآیۃ: 2)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے زانیہ اور زانی کے لئے فاجلدوا کے الفاظ فرمائے ہیں تو اسکے قانون کے مقابلے میں ایک قانون بنایا جا رہا ہے کہ جب زنا بالرضا کیا جائے تو اس پر پرچہ بھی درج نہیں ہو سکتا۔ اس جوڑے کو پکڑا بھی نہیں جا سکتا، اس کو قرآنی سزا بھی نہیں دی جا سکتی تو کیا اسلام کے اندر اس قسم کی کوئی گنجائش ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ جو رضا مندی سے جرم کیا جائے وہ جرم ہی نہیں ہے اور جو رضا مندی سے برائی کی جائے وہ برائی ہی نہیں ہے یہ اس آرڈیننس کی ترمیم کے پیچھے سارا واویلا تھا یہ زمانے کو بے راہ روی کا شکار کرنا چاہتے تھے۔

جو یورپ کے اندر حرام کاری کا منظر ہے اس کو اس پاک سرزمین پر لانے کیلئے یہ آڑ بنا رہے تھے، بہانے بنا رہے تھے اور اب یہاں تک صورتحال آگئی کہ وہ بھونکتے پھر رہے ہیں کہ اگر رضا کے ساتھ زنا کر دیا جائے تو یہ کوئی جرم نہیں ہے، حالانکہ ان لوگوں کو یہ پتہ نہیں کہ یہاں پر مرد اور عورت جس کی رضا کو یہ بنیاد بنا رہے ہیں، یہ حد زنا تو ان کا حق ہی نہیں ہے۔ حد زنا حق ہے اللہ کا اگر حد زنا کسی بندے کا حق ہوتا تو پھر یہ ہوتا کہ جس کی مرضی ہے وہ صلح اور معاہدہ کر لے۔

حد زنا حقوق اللہ میں سے ہے اور ان حقوق میں سے ہے جو خالص اللہ کے ہیں، خالص اللہ کے جو حقوق ہیں ان میں سے ایک خالص حق حد زنا ہے۔ جیسے تعظیم قبلہ اللہ کا حق ہے، ایسے ہی فقہاء نے لکھا کہ حد زنا بھی اللہ کا حق ہے۔

اور ہر وہ حق جس میں عام مخلوق کا فائدہ ہو وہ اللہ کا حق ہوتا ہے۔ تعظیم قبلہ عام لوگوں کے فائدے کیلئے ہے کہ ان کا سجدہ اس طرف ہوتا ہے اور تعظیم قبلہ سے ان کو فوائد ملتے ہیں، وہ تعظیم قبلہ جیسے حق باری تعالیٰ ہے۔ ایسے ہی حد زنا بھی حق باری تعالیٰ ہے اور جو اللہ کا حق ہو اسے کون چھوڑ سکتا ہے، اسے کون معاف کر سکتا ہے، اس میں کسی کی رضا کا دخل کیا ہے، اس میں کسی کی سوچ کا دخل کیا ہے اس واسطے یہ لوگ اسلام کے قانون نظام شریعت اجتہاد اور تجدید کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں، دین کو معاذ اللہ بدلنے کے لیے سارے کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

اس وقت جو آرڈیننس کی صورت ہمارے سامنے لائی جا رہی ہے اس کا ایک خلاصہ یہ ہے جو صلح صفائی سے آپس میں برائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ کرتے پھریں ہم ان کو نہیں پکڑیں گے ان پر پرچہ نہیں ہو سکے گا۔

تو یہ قیام پاکستان اور نظریہ پاکستان پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہے یہ اسلام

کی اساس کو کاٹنے کے مترادف ہے اور کبھی مسلم امہ ایسے بھگوڑوں کو ایسا کام کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ عورتوں کی گواہی کو مردوں کی گواہی کے برابر کیا جارہا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں، جب وہ فرماتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ

اگر دو مرتبہ نہ ہوں تو پھر فرمایا:

فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ ......(سورۃ البقرہ رقم الآیۃ 282)

تو ایک مرد اور دو عورتیں

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی نص میں یہ بات واضح کردی ہے تو اس کے بعد ہمیں اپنی طرف سے عقل دوڑانے کی اور عقل سے فیصلے کروانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ معمولی کام نہیں ہوگا یہ کفر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فیصلے پر اس انداز میں تنقید یا ہٹ کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی شدید گرفت ہے۔

اب تم دیکھ لو کہ ابلیس کو اللہ کے دربار سے نکالا گیا تھا، مسترد کیا گیا تھا تو اس کا جرم کیا تھا اس نے کیا کیا تھا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے سجدہ نہ کیا تو وہ سجدہ نہ کرنے سے نکل گیا۔

سجدہ نہ کرنا اتنا بڑا جرم نہیں جتنا بڑا جرم اس نے کیا تھا، جب اس نے کہا تھا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ

(سورۃ الاعراف رقم الآیۃ 12)

میں تو آدم علیہ السلام سے افضل ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ امام بیضاوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ بنا کر ابلیس نے

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ضمناً یہ کہہ دیا کہ میرے رب کو یہ پتہ نہیں کہ حکم کیسا دینا چاہیے اور کس کو دینا چاہیے۔ اس نے رب کے فرمان پر تنقید کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ یہ پتہ نہیں کہ مجھ جیسے افضل کو یہ حکم دے رہا ہے کہ غیر افضل کو میں سجدہ کروں۔ آگ اوپر جاتی ہے اور مٹی نیچے جاتی ہے میں آگ سے بنا ہوں اور وہ مٹی سے بنا ہوا ہے اور مجھے یہ کہا جا رہا ہے کہ میں اسے سجدہ کروں۔

تو یہ ربّ ذوالجلال کے مقابلے میں نام نہاد روشن خیالی کا آغاز تھا، ابلیس کا یہ جملہ نام نہاد روشن خیالی کی ولادت تھی، آج جس کے بچونگڑے ہمارے معاشرے میں چل پھر رہے ہیں۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا
ہر فکر نہیں طائر فردوس کی صیاد
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

آج کچھ لوگ جس پر فخر کرتے ہیں اور آج جس کو وہ روشن خیالی کہتے ہیں، یہ ابلیس کی ایجاد ہے۔ اس نے رب ذوالجلال کے سامنے یہ کہا تو اس بنیاد پر وہ کافر ہوا۔ اس بنیاد پر وہ نکلا، اس بنیاد پر اس کو دھتکارا گیا ورنہ کتنے مسلمان ہیں جن سے نماز پنجگانہ رہ جاتی ہے وہ نماز کے منکر نہیں فرض سمجھتے ہیں، تنقید بھی اس پہ نہیں کرتے مگر غافل ہیں پڑھ نہیں سکتے۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جس نے دن میں پانچ نمازیں قضاء کی ہیں کیا تم اس کو کافر سمجھتے ہو نہیں سمجھتے حالانکہ سجدہ تو اس سے بھی رہ گیا اگر سجدہ کے رہنے پر ابلیس کافر بنتا تو پھر یہ سارے لوگ کافر ہو جاتے جو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آئے یا گھر میں ادا نہیں

کی تو یہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہیں یہ فاجر ہیں انہوں نے گناہ کبیرہ کیا ہے مگر یہ کافر نہیں ہیں ایمان دار ہیں۔

جب کوئی نماز کا انکار کر دے گا یا نماز کا مذاق اڑائے گا تو اس وجہ سے ایمان ختم ہو جائے گا تو ابلیس سجدہ کے ترک کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوا بلکہ نام نہاد روشن خیالی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں وہ اپنی سوچ کو لے آیا اور اس نے ضمناً اللہ پر تنقید کر دی کہ میرے رب نے جو حکم دیا ہے یہ اچھا نہیں ہے مجھے جو سجدے کا حکم دیا یہ اچھا نہیں تو جس طرح ابلیس اللہ کے دربار سے دھتکار کے نکال دیا گیا ایسے ہی آج جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان پر تنقید کی ہے۔

انہیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ۔

اگر دو مرد گواہ نہیں بن سکتے تو ایک مرد اور خواتین گواہ بن جائیں، تو قرآن نے ایک مرد اور دو عورتوں کو یکساں کیا ہے۔اب اس میں کسی مفتی کے فتوے کا کوئی دخل نہیں ہے تو اب اگر کوئی شخص یہاں پہ اکڑتا ہے اور طعنے دیتا ہے کہ ان ملاؤں نے دین کو بگاڑ دیا ہے تو وہ ملاؤں کو نہیں کوس رہا بلکہ وہ اللہ پر تنقید کر رہا ہے۔

ایسا شخص اکیلا ہی مجرم نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر جو اسکی باتیں سنیں اور رد نہ کریں وہ بھی اسی جیسے مجرم شمار ہوتے ہیں۔

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖۤ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ......(سورۃ النساء رقم الآیۃ 140)

جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ انکار کیا جاتا ہے اور انکی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔ورنہ تم بھی انہیں

جیسے ہو جس وقت آیات سنتے ہو کہ ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو پھر تم ان کے پاس نہ بیٹھو پاس بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ تم انکی آواز نہ سنو خواہ وہ ٹی وی کی سکرین سے آ رہی ہوں، خواہ ریڈیو سے آ رہی ہو۔

اس کو سننا ایسے حرام ہے جیسے رب نے ہمارے لیے زنا اور شراب کو حرام کیا۔ خواہ وہ حاکم وقت کی تقریر ہو خواہ وہ اس کے کسی چمچے کی آواز ہو، خواہ وہ کوئی عیسائی لیکچرار ہو جو ایسی باتیں کر رہا ہو، کوئی بھی ہو ہمارے لیے ہمارے رب نے اس کو حرام کیا ہے کہ تم اس کو سن نہیں سکتے ان کے پاس بیٹھ نہیں سکتے، اس کو تم نے رد کرنا ہے تو اس پہ ڈٹ جاؤ اسکو رد کرو۔ لیکن اگر تم نے ان کی بات کو سنا اور تم نے خاموشی اختیار کی اور تم بیٹھے رہے تو پھر کیا ہوگا۔

اِنَّكُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھی انکی مثل بن جاؤ گے۔

صرف بیٹھ کر جو تم نے انکی باتوں کو سن لیا اور تم نے رد نہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم بھی ان کی مثل ہو جاؤ گے اور انکی طرح ہو جاؤ گے۔

اس واسطے آج جو صورتحال ہمارے لیے بن گئی ہے۔ ان میں سب سے بڑا فرض ان قطعی نصوص کے بعد ہم پر یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں کو صاف رکھیں، اپنے دماغوں کو صاف رکھیں، قوم میں یہ جو رویہ بن گیا ہے کہ دین پہ رائے زنی میرا منصب ہے، یہ میرا کام ہے، یہ مسئلہ میرے بولنے سے حل ہو جائے گا۔

جو کام مجتہدین کا تھا وہ کام اس وقت جاہلین نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور مسلسل اس کے خلاف بول رہے ہیں، اس سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم روشن خیال ہیں ہم نے ملک وملت کی خدمت کی ہے یا کر رہے ہیں، ایسی صورتحال

ہمارے لیے ہرگز قابل برداشت نہیں ہے اور نہ ہی ایسی صورتحال کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسلم امہ کا سب سے بڑا فریضہ ہے کہ ایسے روشن خیالوں کیخلاف جہاد کریں اور یہ حدود جو قرآن وسنت میں متعین ہیں وہ اس پر مرحلہ وار حملہ کر رہے ہیں، کبھی کسی کو بدلتے ہیں اور کبھی کسی قانون کو نافذ کر رہے ہیں۔ دین کے بدلنے کے لیے ساری کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

پہلے مرحلے پر ہی ہمیں سینہ سپر ہونا چاہیے اور ان لوگوں کا مقابلہ کرنا چاہیے کہ ہم نے واشنگٹن کا کلمہ نہیں پڑھا ہے اور نہ ہی ہم نے وائٹ ہاؤس سے کسی عہد وفا کا اقرار کیا ہے ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا کلمہ پڑھا ہے اور ہم نے ان سے وفا کا حلف اٹھایا ہے، ان سے وفا ہی مسلمانوں کے لیے نجات کی ضامن ہے اور اسی وجہ سے ہی دنیا میں ہماری عزت ہو سکتی ہے اور عقبیٰ میں بھی ہماری عزت ہو سکتی ہے۔ میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال میری ان آہوں کو قبول فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین

ترمیمی بل

(غلطیاں اور دھوکے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

حدود آرڈیننس جو کہ شرعی حدود کا ایک گراں قدر قانون تھا۔ اسلام دشمنوں کی سازش پر اس کے خلاف پراپیگنڈے کا محاذ کھولا گیا۔ اس میں موجود معمولی سقم کی آڑ میں حدود اللہ پر سنگین حملہ کیا گیا اور سقم ختم کرتے کرتے یک گونہ آرڈیننس کو ہی ختم کر

دیا گیا ہے کیونکہ حد زنا آرڈیننس کی کل 22 دفعات تھیں ان میں سے 21 دفعات کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ 6 میں ترمیم کر دی گئی ہے اب صرف 4 باقی رہ گئی ہیں جبکہ ترمیمی بل منسلکہ ب کے آغاز میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ آرڈیننس میں غلطی نہیں تھی بلکہ اس کا استعمال غلط کیا جاتا تھا ملاحظہ ہو۔

''چونکہ یہ ضروری ہے کہ قانون کے غلط اور بے جا استعمال کے خلاف خواتین کی دادرسی کی جائے''۔

پتہ چلا قانون صحیح تھا اسے استعمال کرنے والے غلط استعمال کر رہے تھے عقل و خرد کا تقاضا تو یہ ہے کہ غلط استعمال کرنے والوں کو بدل دیا جاتا ان کی اصلاح کی جاتی لیکن یہاں الٹا قانون کو بدل دیا گیا ہے۔ نیز بدلنے والوں کے پاس اب کیا گارنٹی ہے تحفظ خواتین بل کا استعمال غلط نہیں ہوگا جبکہ یہ غلط استعمال ہوگا تو جس بنیاد پر حدود آرڈیننس کو بدلا اس بنیاد پر تو نافذ ہونے سے پہلے اس کی منسوخی کا اعلان بنانے والوں نے آغاز ہی میں کر دیا۔

اس میں خواتین کی دادرسی مقصود نہیں تھی بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بے حیائی عریانی، فحاشی اور نام نہاد روشن خیالی کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ سب کچھ کیا گیا۔

غلطیاں اور دھوکے

﴿زنا بالجبر کی سزا﴾

تحفظ خواتین بل میں مذکور دفعہ 376 ملاحظہ ہو۔

جو کہ زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہے اسے سزائے موت یا کسی ایک قسم کی سزائے قید جو کم سے کم پانچ سال یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال ہو سکتی ہے دی جائے گی، اور

جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔ جبکہ شق نمبر 9 کے تحت جدول نمبر 3 میں اس جرم کی سزا یہ تحریر ہے۔ سزائے موت یا کم از کم دس یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک سزائے قید اور جرمانہ۔

﴿مواخذات﴾

ا۔ سزا کے لحاظ سے زنا کی اقسام، زنا بالجبر اور زنا بالرضا بنانا ہی درست نہیں ہے ۔ سزا کے لحاظ سے شریعت مطہرہ میں جبر اور رضا جدا جدا اقسام نہیں ہیں، شریعت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا میں فرق کا مدار شادی شدہ ہونے اور کنوارا ہونے پر ہے، جبر اور رضا کے لحاظ سے فرق نہیں ہے۔

۲۔ کنوارا اگر زنا بالجبر کرے تو شریعت میں اسکی کی سزا سو کوڑے ہے جبکہ بل میں اس سزا کی خلاف ورزی کی گئی ہے اور اس کے لیے سزائے موت یا قید کو وضع کیا گیا ہے۔

۳۔ شادی شدہ مرد اگر زنا بالجبر کرے تو اسکی شرعی سزا رجم ہے جب کہ بل میں رجم کو ترک کیا گیا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں کنوارے زانی کی سزا صرف کوڑے ہے خواہ وہ بالجبر کرے یا بالرضا اس کی سزا کوڑوں کی بجائے سزائے موت بھی نہیں ہوسکتی، قید کی سزا بھی نہیں دی جاسکتی۔

۵۔ شادی شدہ زانی کو جس نے جبراً زنا کیا قید کی سزا دینا بھی قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

۶۔ جرمانے کی سزا بھی اس مقام پر خلاف شرع ہے۔

۷۔ عقلی طور پر بھی پانچ سال قید یا سزائے موت، دس سال قید یا سزائے موت کو

برابر نہیں مانا جاسکتا جو اس بل کا حصہ ہے۔

۸۔ 5 سے 25 سال کی قید کی سزا دینے میں اختیار ہے یہ بھی بڑا تباہ کن ہے جس سے طبقاتی کشمکش ہوگی۔ امیروں کے لئے سزا کچھ اور غریبوں کے لیے کچھ ہوگی۔

جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ

(سورۃ النور رقم الآیۃ 2)

یہاں کنوارے زانی کی سزا واضح ہے خواہ بالجبر کرے یا بالرضا کرے اسے سو (۱۰۰) کوڑے مارے جائیں گے۔

جس نے زنا بالجبر کیا ہو اور اس پر چار گواہ موجود ہوں اور وہ کنوارا ہو تو قرآن اس کے لیے واضح حد بیان کرتا ہے مگر ترمیمی بل میں اسے واضح تعذیر میں داخل کر دیا ہے۔

زنا بالجبر کی تعریف

ترمیم بل کی دفعہ نمبر 375 میں زنا بالجبر کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا۔ ''کسی مرد کو زنا بالجبر کا مرتکب کہا جائے گا جو ماسوائے ان مقدمات جو بعد ازاں مستثنیٰ ہوں کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل تین حالات میں سے کسی میں جماع کرے۔

اول اس کی مرضی کیخلاف دوم اس کی رضا کے بغیر سوم اس کی رضامندی سے یا اس کے بغیر جب کہ وہ سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔

۹۔ سولہ سال سے کم عمر لڑکی خواہ اس کی رضا ہو اس سے بدکاری کو (خود ساختہ اصطلاح) زنا بالجبر میں داخل کرنا کسی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔

۱۰۔ سولہ سال سے کم عمر بالغہ لڑکی اپنی مرضی سے جو بدکاری کروا رہی ہے حد کی مستحق ہے۔ اس کو سزا نہ دینا معاشرے کو آگ میں جھونکنے کے مترادف ہے یہ امتیازی سلوک

ہے، ایسی عمر کی لڑکیوں کو بدی کے لئے کھلا چھوڑنے کی حوصلہ افزائی ہے۔

۱۱۔ پہلی اور دوسری اقسام کے لحاظ سے اگر کوئی اپنی بیوی کی مرضی کے بغیر اس سے جماع کرے گا تو اسے بھی زنا بالجبر کا مجرم بنایا جا سکتا ہے۔

﴿زنا بالرضا﴾

زنا بالجبر کو تو واضح طور پر حد سے خارج کر دیا گیا ہے زنا بالرضا کو بھی در پردہ حکم قرآن سے نکال دیا گیا ہے چنانچہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ کے تحت کسی بھی زانیہ اور زانی کو حد نہیں لگائی جا سکے گی۔

۱۲۔ زنا بالرضا کو باقی رکھنے کے لیے آرڈیننس کی دفعہ نمبر 5 کا حوالہ دیا جا رہا ہے جہاں مطلقاً زنا کا ذکر ہے۔ آرڈیننس کی دفعہ تحریراً باقی رکھی گئی ہے مگر عملاً ختم کر دی گئی ہے۔ حدود آرڈیننس میں یہ جرم (Congnizable) یعنی قابل دست انداز پولیس تھا مگر ترمیمی بل میں اس کو نا قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کی F.I.R تھانے میں درج نہیں کروائی جا سکتی بلکہ اس کی Compliant شکایت عدالتی میں ہو سکتی ہے کیونکہ ترمیمی بل کی شق نمبر 8 کے تحت 203 ج فحاشی کی صورت میں نالش۔ کی جز دوم میں لکھا ہے۔ ''کسی جرم کا اختیار رکھنے والی عدالت کنندہ افسر فوری طور پر مستغیث اور فحاشی کے فعل کے کم از کم از چشم دید گواہوں کے حلف پر جانچ پڑتال کرے۔

مقدمہ کے اندراج کے لئے عدالت کا سفر جج کی آمد کا متوقع دن انتظام اور چشم دید گواہوں کا میسر آنا اور ان کا عدالت کیلئے باعث اطمینان ہونا، پھر کافی وجہ کا موجود

ہونا ان تمام مراحل کے بھی وارنٹ گرفتاری نہیں بلکہ عدالت کی طرف سے سمن جاری ہونگے۔ واضح ہوا کہ آرڈیننس کا باقی حصہ بھی اس شق کی بنیاد پر غیر موثر ہوگیا۔

۱۳۔ مقدمے کے اندراج گواہوں کی شرط بھی غیر شرعی ہے اس لیے گواہوں کی ضرورت فیصلے کے وقت ہے۔ F.I.R کے وقت نہیں۔

۱۴۔ زنا بالرضا کو اگر قابل دست اندازی پولیس رکھا جاتا اور طریق نالش کو نہ بدلا جاتا تو یہ کہنا صحیح تھا کہ زنا بالرضا کی حد کو نہیں چھیڑا گیا۔ کچھ دھوکہ کھائے ہوئے لوگ ایسا کہہ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زنا بالرضا کی حد کو بھی نہیں چھیڑا گیا۔

۱۵۔ Lewdness فحاشی کی اصلاح میں بہت بڑا دھوکہ ہے تحفظ خواتین بل 2006ء کے شق نمبر 8 مجوزہ دفعہ 496 الف کے بعد 496ب میں فحاشی کی تعریف اور اسکی سزا کو بیان کیا گیا ہے، فحاشی۔

1۔ کوئی مرد اور کوئی عورت جو آپس میں شادی شدہ نہ ہوں اگر انہوں نے ایک دوسرے کیساتھ رضا مندی سے جماع کیا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ فحاشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

2۔ جو کوئی بھی فحاشی کا ارتکاب کرے گا تو اسے پانچ سال تک کی مدت کے لئے قید کی سزا دی جائے گی اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے کے جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں زنا کو فاحشہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَالّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ......(سورۃ النساء رقم الآیۃ 15)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں۔

مستند تفاسیر میں فاحشہ کا مطلب زنا سے بیان کیا گیا ہے۔

لیکن یہ فرق جاننا ضروری ہے ہر زنا فحاشی ہے مگر ہر فحاشی زنا نہیں ہے، چنانچہ بل میں لفظ فحاشی جو استعمال کیا گیا ہے تو اسے غیر زنا کیلئے معین کر دیا گیا ہے، جو اسکی تعریف کی گئی ہے وہی زنا بالرضا ہے گویا زنا بالرضا کو لفظ فحاشی کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے کہ یہ زنا ہی نہیں ہے یہ بہت بڑا دھوکا ہے اگر چہ بعض علماء کہہ گئے ہیں جو عمل یقینی زنا ہے مگر عدالت میں اس کا اثبات نہیں کیا جا سکتا اسے فی الجملہ تو زنا ہی کہا جائے گا۔

ایک عالم دین ترمیمی بل کے جائزہ میں لکھتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رو سے چار گواہوں کی غیر موجودگی میں کسی جرم کو زنا قرار دینا مشکل تھا البتہ زنا سے کم تر کوئی نام دیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ انہوں نے اسے "فحاشی" کا نام دینے کی تجویز پیش کی۔

ایک صورت مسئلہ کا محض ایک احتمال کی بنیاد پر نام بدل دینا یہ کیسے درست ہے فحاشی کی جو تعریف کی گئی ہے ایک جوڑا جنہوں نے بدکاری کی ہے اور رضامندی سے کی گئی ہے ایک میں اس کے بعد کئی احتمال ہو سکتے ہیں چار گواہ ہونے کے علاوہ تین احتمال ہیں۔

1-ان کے اس فعل پر چار گواہ نہ ہوں۔

2- کوئی گواہ تو نہیں مرد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ اقرار کرے۔

3- کوئی گواہ تو نہیں عورت کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ اقرار کرے۔

آخر والے دونوں احتمالات میں چار گواہ نہ ہونے کی شکل میں بھی اسے زنا کہا جائے گا۔

فحاشی کی تعریف میں گویا کہ مجرم جوڑوں کو سمجھا دیا گیا تم جو ایسا کر رہے ہو یہ ایسا

نہیں کہ کسی صورت میں زنا کہلائے یا زیادہ برا کام ہو۔

اس تعریف میں سقم یہ ہے کہ مجرموں کیلئے جرم ہلکا کر دیا گیا۔

پھر یہ ہے کہ جس جوڑے نے یہ کام کیا ہے وہ بھی اپنے فعل کو زنا کہنے کے لیے چار گواہوں کی تلاش کریں گے۔

پھر یہ بھی ہے کہ زنا بالجبر میں بھی تو یہ احتمال ہے کہ چار گواہ نہ ملیں تو کیا اس کے لیے بھی کوئی اور اصطلاح بنانی پڑے گی۔

فحاشی کی مذکورہ تعریف سے عوام کو یہ تاثر مل رہا ہے کہ اگر لوگ دیکھ لیں تو یہ فعل گناہ ہے ورنہ معمولی بات ہے چنانچہ چاہیے کہ تعزیری سزا بیان کرنے کے لیے عنوان یہ بنایا جاتا ''الزام زنا ثابت نہ ہوسکنے کی صورت میں سزا'' ہاں یہ ٹھیک ہے کہ جس نے دعویٰ کیا ہے، اثبات سے پہلے وہ بدکاری وغیرہ کا لفظ بولتا رہے۔

۱۶۔ فحاشی کی تعریف اور سزا میں تضاد ہے تعریف میں ہے کہ مرد و عورت جن کا آپس میں نکاح نہیں ہے انہوں نے بالرضا جماع کیا ہے تو وہ فحاشی کے مرتکب ہوئے ہیں اس کے اثبات کا طریقہ کار بیان نہیں کیا گیا۔

اگر اثبات چار گواہوں سے ہے تو پھر ثابت ہو جانے کے بعد تو یہ بالیقین زنا ہے اس کی سزا پانچ سال قید اور دس ہزار روپے جرمانہ کس بنیاد پر ہے اور چار گواہوں کے سوا کوئی طریقہ اثبات ہے مثلاً دو گواہ ہیں یا تین گواہ ہیں تو پھر فحاشی ثابت کرنے کے لئے تو یہ کافی ہے تو اس کو فحاشی کا جھوٹا الزام کہنا درست نہیں ہے اگر یہ کہو کے جھوٹے الزام سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی گواہ نہ ہو تو اسکا بیان بل میں موجود نہیں ہے۔

دفعہ 203 ج فحاشی کی صورت میں نالش کے تحت لکھا ہے مقدمہ کے اندراج کے لیے کم از کم دو گواہ ضروری ہیں تو فیصلہ کے چار گواہ بطریق اولیٰ ہونگے تو پھر کیسی

فحاشی ہے جو کہ فحاشی ہو اور زنا نہ ہو۔

۱۷۔ فحاشی کی تعریف کے مطابق کسی پر فحاشی کا جھوٹا الزام قذف ہے مگر دفعہ 496 میں قذف کی قرآنی سزا کو ختم کر دیا گیا ہے۔

۱۸۔ ترمیمی بل میں ''دیگر قوانین کے خلاف جرائم'' کے تحت جدول میں زنا کی سزا کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

اگر محصن نہ ہو تو سو کوڑوں تک کی سزا

یہ بھی قرآن مجید کے منافی ہے کیونکہ سو تک کا مطلب بنتا ہے سو سے کم جتنی بنتی ہے دی جائے سو سے زائد نہ ہو جبکہ سو سے کم دینا جائز نہیں ہے پورے سو کوڑے سزا ضروری ہے۔

حد میں تعطیل و تخفیف کا معاملہ

۱۹۔ حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر 20 شق نمبر 5 میں کہا گیا ہے۔

'' ضابطہ فوجداری کے باب نمبر 29 کی دفعات کا اطلاق اس آرڈیننس کی دفعات نمبر ۵ یا ٦ کے تحت دی جانے والی سزاؤں پر نہ ہوگا۔

باب نمبر 29 کی دفعات میں صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، تخفیف کرنے یا تبدیل کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔

دفعات 5 یا 6 زنا کی حد کا ذکر ہے تو آرڈیننس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ صوبائی حکومت یا اور کسی کو حد کو معطل کرنے تخفیف یا تبدیل کا کوئی اختیار نہیں لیکن ترمیمی بل کے انیسویں عنوان (آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979 کی دفعہ 20 ترمیم) کے تحت سوم شق یہ ہے۔

’’ذیلی دفعہ (5) کو حذف کردیا جائے گا۔
مطلب یہ بنا کہ ترمیم بل تحفظ خواتین ہیں صوبائی حکومت کو زنا کی ہر سزا جو انہوں نے زنا بالجبر کی رکھی ہے یا بالرضا کی وہ معطل کرنے بدلنے یا تخفیف کا اختیار ہے۔
حالانکہ حکم خداوندی اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون بدل سکتا ہے۔

لعان کا معاملہ

جب کوئی خاوند کسی عدالت میں اپنی بیوی کے خلاف زنا کا الزام لگائے اور بیوی اس الزام کو درست نہ مانے تو قذف آرڈیننس کی دفعہ نمبر 14 میں لعان کا حکم شریعت کے مطابق موجود ہے اگر لعان کی کارروائی شوہر اور بیوی میں سے کوئی شریک نہیں ہوتا تو اس کی سزا آرڈیننس کی مذکورہ دفعہ کی شق نمبر 3 میں یوں ہے۔
اگر خاوند یا بیوی اس طریقہ کار پر جو ذیلی دفعہ (1) مذکور ہے عمل کرنے سے انکار کرے تو خاوند یا بیوی (جیسی صورت میں) کو قید میں رکھا جائے گا جب تک۔
(الف) شوہر کی صورت میں کہ وہ مذکورہ ضابطہ پر عمل پیرا ہونے پر راضی ہو جائے۔
(ب) بیوی کی صورت میں کہ یا تو وہ مذکورہ ضابطہ پر عمل پریا ہونے پر راضی ہو جائے یا شوہر کے الزام کو سچا قبول کرلے۔
ترمیمی بل میں چھبیسویں عنوان آرڈیننس نمبر مجریہ 1979ء کی دفعہ 14 کی ترمیم میں ہے۔
ذیلی دفعہ 3 حذف کردی جائیگی۔
تو ایسی صورت میں اکثر عورت پر مصیبت آئے گی جب شوہر عدالت میں نہیں آئے گا تو عورت اپنے آپ کو بری ثابت کرسکے گی اور نہ ہی نکاح فسخ کرا سکے گا۔

۲۱۔قذف آرڈیننس کی دفعہ 14 شق نمبر 4 میں ہے۔

وہ بیوی جو شوہر کے عائد کردہ الزامات کو درست تسلیم کر چکی ہو تو نفاذ حدود کے جرم زنا آرڈیننس 1979ء کے تحت جرم زنا مستوجب حد کی سزا دی جائیگی۔

یعنی لعان میں عورت زنا کا اقرار کرے تو اس پر حد لگائی جائیگی۔

جبکہ تحفظ خواتین بل کے چھبیسویں عنوان میں لکھا ہے۔

شق نمبر 4 حذف کر دی جائیگی، مطلب یہ بنا کہ تحفظ خواتین بل کے مطابق اگر کوئی عورت لعان کی کارروائی میں زنا کا اقرار کر لے پھر بھی اس پر حد نہیں لگائی جائے گی جو کہ شریعت سے کھلی بغاوت ہے۔

حدود پر دیگر قوانین کی برتری

۲۲۔حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر 3 میں ہے۔

اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی دوسرے قانون پر حاوی ہونگی۔

اس دفعہ کی بدولت حدود کا معاملہ بہت محفوظ تھا اور کئی پیچیدگیوں سے نجات حاصل تھی۔

مگر تحفظ خواتین بل کے بارہویں عنوان

آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979ء کی دفعہ 3 کا حذف کرنا۔

اس ترمیم نے حدود کو دیگر قوانین کے مقابلہ میں مغلوب کر دیا ہے۔

۲۳۔آرڈیننس کی دفعہ نمبر 4 میں زنا کی تعریف یوں ہے۔

زنا۔ایک مرد اور عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں زنا کے مرتکب ہونگے، تحفظ خواتین میں عنوان نمبر 13۔

آرڈیننس نمبر 7 مجریہ 1979ء کی دفعہ 4 کی ترمیم، لفظ جائز طور پر (Validly) حذف کرنے کی تجویز۔

اس سے بھی زنا کیلئے رکاوٹ ختم کی گئی ہے کیونکہ جو شادی جائز طور پر نہیں قرآن وسنت کے خلاف ہوگی اور زنا کاری ہوگی۔

۲۴۔ کسی عورت کو برہنہ کرنا بے حرمتی کرنا اور اقدام زنا وغیرہ پر سزا کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔

۲۵۔ تحفظ خواتین بل میں 5 گواہوں کا تقاضا کیا گیا کیونکہ مدعی کے علاوہ چار گواہ مانگے گئے ہیں حالانکہ شریعت میں مدعی سمیت چار گواہ مطلوب ہوتے ہیں۔

﴿تحفظ خواتین یا تذلیل خواتین﴾

یہ بل خواتین کی تحقیر و تذلیل کا بل ہے۔

ا۔ کوئی مرد عورت کے ساتھ بدفعلی کرے تو شریعت نے اسے بہت بڑا جرم قرار دیتے ہوئے حد مقرر کی ہے لیکن اگر کوئی مرد کسی گدھی سے ایسا کرے تو اس پر حد نہیں تعزیر ہے۔ اس بل میں عورت کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی سزا کو حد سے نکال کر تعزیر میں داخل کر کے عورت کو معاذ اللہ گدھی سے ملا دیا گیا ہے کہ یہ عورت کا تحفظ ہے۔

۲۔ لعان کی شکل میں مرد کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ لعان کی کارروائی میں نہ بھی آئے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا بیچاری عورت نہ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر سکے گی اور نہ ہی اس سے دامن چھڑا کے کسی اور سے نکاح کر سکے گی۔

۳۔ شرعی طور پر مرد جب عورت کو طلاق دے دے عدت گزر جائے تو وہ

آگے نکاح کر سکتی ہے مگر ہمارے ملک کے عائلی قانون کے مطابق طلاق تب موثر ہوگی جب اس کا نوٹس یونین کونسل چیئر مین کو بھیجا جائے تو ہوتا یوں ہے کہ مرد عورتوں کو طلاق دے دیتے ہیں یونین کونسل میں نوٹس نہیں ہوتا تو عورت عدت کے بعد آگے نکاح کر لیتی ہے تو پہلا خاوند اس پر زنا کا کیس کر دیتا ہے چونکہ یونین کونسل میں نوٹس نہیں ہوتا چنانچہ مرد کی حمایت کی جاتی ہے کہ طلاق غیر موثر ہے اور عورت کے لیے مصیبت بن جاتی ہے یہاں بھی شریعت عورت کو پناہ دیتی ہے شرعی طور پر طلاق کے موثر ہونے کے لیے یونین کونسل کے چیئر مین کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قانونی طور پر عورت کا حامی حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۳ تھی۔

اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی دوسرے قانون پر حاوی ہونگی۔

چنانچہ آرڈیننس چونکہ شریعت کے مطابق ہے شریعت میں طلاق موثر ہو چکی ہے چنانچہ عائلی قانون کی کوئی حیثیت نہیں ہے مگر اب شق کو ترمیمی بل میں حذف کر کے عورت کو مصائب کی وادی میں دھکیل دیا گیا ہے۔

اصل معاملہ مرد و عورت کے نفع و نقصان یا ہار جیت کا نہیں ہے زنا پر حد یہ حقوق میں سے ہے۔

یہ بل حقوق اللہ پر ڈاکہ ڈالنے کا بل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین رکھنے والے مرد و زن کو اس بل کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

قوم ثمود کا ہاتھ

فرمان ہے یہی تو خدائے ودود کا
اکرام لازمی ہے بس اس کی حدود کا
مومن تو حکم باری پہ کرتا ہے سر کو خم
ظالم برا مناتا ہے حق کی قیود کا
احکام ایزدی کا اڑاتے ہیں جو مذاق
خطرہ ہے ان پہ نار سقر کے خلود کا
فرمانِ رب کے سامنے لے آئے جو عقل
تلمیذ ہے ابلیس کا ، ازلی حسود کا
میسر نہیں ہے جن کو تحریک اک روز کی
الزام دے رہے ہیں ہمیں وہ جمود کا
بدلا گیا ہے یہاں جو نظام حدود کو
مانو کے پیچھے ہاتھ ہے قوم ثمود کا
سن لیں جو ڈرانے نکلے ہیں ہمیں وائٹ ہاؤس سے
ہم نے پڑھا ہے کلمہ خدا کے وجود کا
آصف یہی ہے دین کہ سجدہ برائے رب
اور تحفہ بھیجتے ہیں نبی ﷺ پہ درود کا
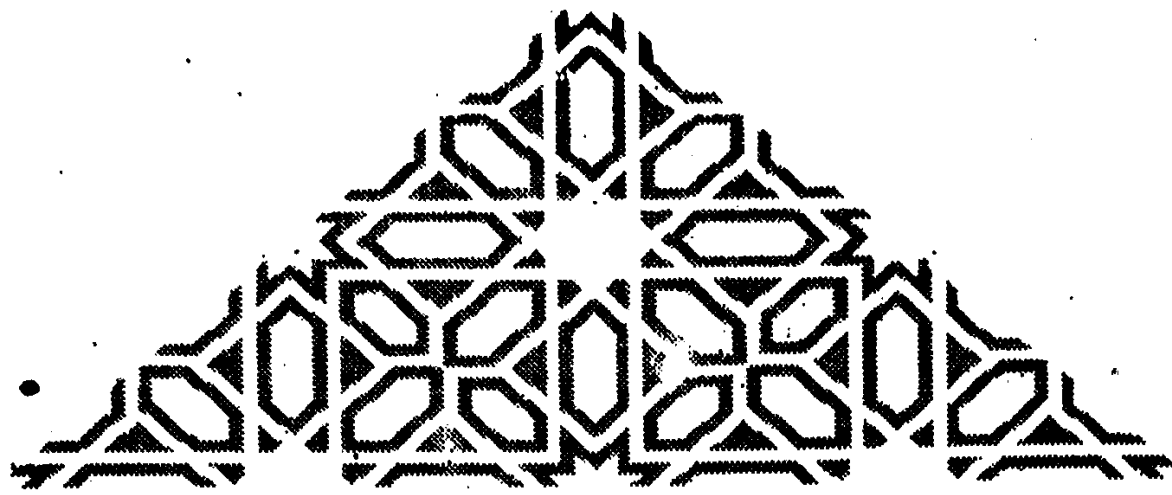
باب نمبر

7

محبت ولی کی شرعی حیثیت
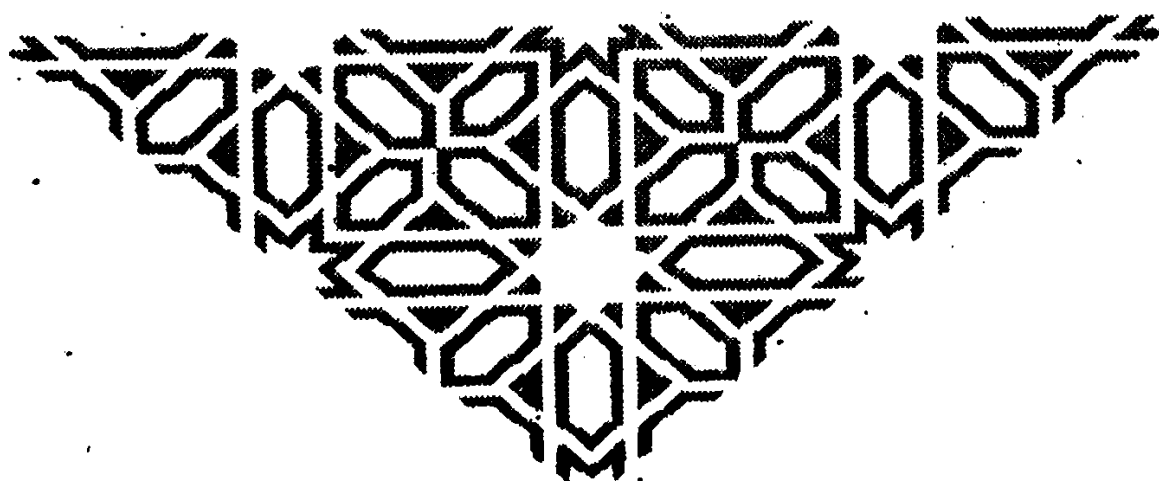
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام
باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

آج کی یہ عظیم الشان محفل فردِ اکرم، قطب الاقطاب، غوث الاغیاث، قندیلِ نورانی، شہباز لامکانی، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منعقد ہے۔ آج کی ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

محبت ولی کی شرعی حیثیت

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کی یہاں حاضری اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خالق کائنات اس مقام پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت عالم اسلام کی ممتاز شخصیات میں سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صف اولیاء کرام میں آپ کو جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے وہ ایک واضح حقیقت ہے۔ بغداد شریف کے باب الشیخ میں آپ کی ولایت کا آفتاب اسی طرح درخشاں ہے۔ آج بھی اس آفتاب کی کرنوں سے پوری دنیا میں روحانیت کے چراغ جل رہے ہیں۔

بغداد شریف جو ولایت کے لحاظ سے اجنبی سرزمین نہیں تھا، وہ بغداد شریف جس کے ایک محلے میں پانچ ہزار اولیاء کے مزارات ہیں، اس بغداد شریف میں جب آپ کی ولایت کا سورج طلوع ہوا تو وہ لوگ پہلوں کو بھول گئے۔

جس بغداد شریف میں حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت حبیب عجمی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی عظیم شخصیات ہوئیں، وہ بغداد شریف جہاں کے ماحول نے ولایت کے عظیم شاہسواروں کو دیکھا تھا اور جہان ولایت کے گلستان کے حسین پھولوں کا مشاہدہ کیا تھا، اسی بغداد شریف میں آپ کی ولایت کا شجر سایہ دار پر بہار ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ واقعی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مبالغہ سے نہیں بلکہ حقیقت سے کہا تھا کہ ہم سے پہلے لوگوں کے سورج طلوع ہوئے اور غروب ہو گئے لیکن ہمارا سورج اللہ کے فضل سے ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

ولی کے نام کا ادب

بغداد شریف میں تعلیم کے دوران میری ملاقات تیونیا کے ایک سفیر سے ہوئی، جن کا نام شیخ عبدالباقی تھا، میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے ہاں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت وارادت کا اظہار کیا جاتا ہے؟ کیا آپ

کے ہاں بھی لوگ گیارہویں کی محفل منعقد کرتے ہیں؟ میرے سوال پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تم یہ پوچھتے ہو کیا وہاں کے لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کے نام سے واقف ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں تو حضرت شیخ سے لوگوں کی محبت کا یہ حال ہے کہ وہ جس وقت تک وضو نہیں کر لیتے، اس وقت تک غوث پاک کا نام اپنی زبان سے ادا نہیں کرتے۔ الغرض حضرت غوث پاک رحمہ اللہ تعالی کی محبت ایک ایسا پل ہے کہ جس نے مشرق ومغرب کو ملا رکھا ہے۔

کائنات میں جہاں جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرنیوالے، حضور نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے موجود ہیں، وہاں وہاں حضرت غوث پاک کی عقیدت وارادت کا پرچم لہرا رہا ہے۔

آج کی اس نشست میں، میں اس فکری اور عقیدے کے موضوع ''محبت اولیاء کی اسلام میں حیثیت'' پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ سے محبت کریں، نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کریں، (کچھ لوگ تو دوسری محبت کی طرف بھی نہیں آتے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا نام لیتے ہیں) پھر ہمیں کسی اور کی محبت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ لہٰذا ہمیں اس تناظر میں دیکھنا ہے کہ اللہ کے ولی سے محبت کی شریعت میں حیثیت کیا ہے اور یہ محبت کتنی ضروری ہے؟ خالق کائنات جل جلالہ، کی بارگاہ میں اس محبت کا مقام ومرتبہ کتنا ہے؟ کون سے وہ عوامل ہیں جو کائنات میں یہ محبتیں دلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہماری اس بحث سے بہت سے سوالات کا جواب خود بخود آ جائے گا۔

قرآن اور محبت ولی

میں قرآن وسنت کا ایک مختصر خاکہ اس مختصر وقت میں آپ کے سامنے پیش کروں

گا کیونکہ پوری تفصیل بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔ اگر میرے پیش کردہ دلائل کو آپ اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں گے تو اس موضوع کے ہر مسئلے کا جواب آپ کو آجائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا○

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، عنقریب ان کیلئے رحمٰن، محبت کر دیگا۔ (سورۃ مریم :رقم الآیۃ 96)

سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ...... ان کی محبت اللہ لوگوں کے دلوں میں پیدا فرما دے گا۔

﴿ولایت کی بنیاد حسن عقیدہ وعمل﴾

وہ لوگ جو مومن ہوئے، کامل مومن ہوئے، اور ایمان لانے کے بعد انہوں نے عمل صالحہ کئے یعنی ایمان اور عمل دونوں لحاظ سے نقطۂ عروج پر پہنچے، ان کا ایمان اور ان کا عقیدہ ہر عیب سے، ہر کمی سے، پاک تھا۔ وہ ایمان کے لحاظ سے بھی کامل تھے اور عقیدے کے لحاظ سے بھی خالص تھے۔ بے عمل نہیں تھے بلکہ عمل صالح ان کا طرۂ امتیاز تھا، ان کے سوز یقین کے ماتھے پر عمل کی جھومر سجی ہوئی تھی، پوری زندگی انہوں نے اللہ کی بندگی میں گزار دی۔ خالق کائنات فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان و عمل کی معراج حاصل کر لی، میں ان لوگوں کی محبت دوسرے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہوں۔ ولی انہی دو منازل سے بنتا ہے۔

جب تک عقیدہ صحیح نہ ہو ولایت کا سبق نہیں ملتا
جب تک عمل صالح نہ ہو ولایت کی سند نہیں ملتی

عمل صالح سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب خالق کائنات کسی کو اپنا

قرب عطا فرما دیتا ہے تو اس کا واضح مطلب ہے کہ یقیناً اللہ اس سے پیار کرتا ہے اور جس سے اللہ پیار کرتا ہے تو اس کا پیار ساری مخلوق کیلئے لازم ہو جاتا ہے۔

محبتِ ولی، اللہ کی محبت

ہمارا موقف یہ ہے کہ

اللہ کے ولی کی محبت اللہ کے غیر کی محبت نہیں ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت اللہ کے دشمن کی محبت نہیں ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے۔

اور یہ محبت تو وہ محبت ہے

جس کا سبق عرش بریں سے سکھایا جاتا ہے

جس کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی ہے

یہ وہ محبت ہے کہ کسی کے سینے میں آجائے تو

وہ سینہ ولی کا محبّ بن جاتا ہے

خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے

آپ غور تو کریں، کبھی آپ نے یہ سوچا کہ

آپ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کی محبت دلوں میں آباد کئے ہوئے ہیں، یہ محبت آپ کو کس نے سکھائی ہے؟ آپ اپنے ذہن کے اوراق کو کھنگالیں کہ جب شعور کی حد کو پہنچے تو آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کا تعارف کس نے کروایا!! ایک شخص بغداد شریف سے ہزاروں میل دور پیدا ہوتا ہے مگر جب عالم شعور کو پہنچتا ہے تو اس کی یادداشت کے پہلے صفحے پر غوث پاک کا نام لکھا ہوتا ہے۔

وہ کون سی قوت ہے جو

محبتوں کا یہ بیج دلوں میں بوتی ہے

محبتوں کے اس گلستان کو آباد کرتی ہے۔

بخاری شریف، مسلم شریف کی ایک حدیث شریف سے اس کا جواب ملتا ہے۔

ولی کی محبت کے چرچے

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ۔

(صحیح مسلم شریف کتاب البر والصلۃ باب "اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اَمَرَ جِبْرِیْلَ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہٗ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ")

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

ایک وہ مقام آتا ہے، ایک وہ وقت آتا ہے، جب

اللہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔

اللہ اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے۔

اللہ اس خاکی پتلے سے پیار کرتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جو

بڑی مشقتوں اور محنتوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ

بندہ اللہ سے محبت نہ کرے اور اللہ بندے سے محبت کرنا شروع کر دے۔ جب بندہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جذب کر دیتا ہے تو اس کا عوض یہ ملتا ہے کہ خالق کائنات بندے سے محبت کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بندہ اللہ سے اتنی محبت نہیں کر سکتا جتنی خدا بندے سے محبت کرتا ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے۔

رب کی رحمت بلاتی ہے

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ باعًا وَاِنْ اَتَانِی یَمْشِی اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً

(بخاری شریف کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ رقم الحدیث 6856)

اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں گز بھر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔

وَاِنْ اَتَانِی یَمْشِی

اور جو میرے راستے میں پیدل چل کے آتا ہے۔

اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً

میں اپنی شان کے مطابق دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ساری باتیں جو اس حدیث شریف میں ہیں متشابہات سے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل چلنے سے پاک ہے، دوڑنے سے پاک ہے، ایک گز قریب ہونے سے پاک ہے بلکہ ہر وقت قریب ہے یہ بندے کا اپنا احساس ہے کہ وہ کس وقت اپنے

آپ کو اللہ کے قریب سمجھتا ہے۔

محبت ولی پر انعام

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا کہ بندہ تو تھوڑی سی محبت کرتا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی محبت کا کہیں زیادہ اس کو انعام دیتا ہے۔ جب بندے نے اللہ سے محبت کی تو خالق کائنات نے اس کے جواب میں محبت کا عوض کیا عطا فرمایا؟

اس محبت کا عوض یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ کائنات میں ہر طرف انسانوں کے ذہنوں میں اپنے ولی کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو اللہ کی محبت کی طرف مائل کیا اور اس کے عوض میں خالق کائنات نے مخلوق کو آپ کی محبت کی طرف مائل کر دیا۔ یہ بندگان خدا عزوجل ساری زندگی بندوں کا رب تعالیٰ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں، اس کے عوض میں خالق کائنات ان کے ذکر کو دوام بخش دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود لوگ ان کی محافل سجاتے ہیں۔

ولی کی محبت کا تقاضا

لمحۂ فکریہ تو یہ ہے کہ جس عظیم شیخ کی ہم محافل منعقد کرتے ہیں، ان کی تعلیمات کو اپنی آنکھوں کا نور بھی سمجھتے ہیں یا نہیں؟

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام کی محض دیگ پکا کے، تقسیم کر دینا ان کی محبت کی انتہا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی سچی محبت یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو بھی سمجھا جائے اور پھر ان پر عمل بھی کیا جائے۔

جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب

اللہ اس بندے سے محبت کرتا ہے تو بڑا عجیب منظر ہوتا ہے کیونکہ اس محبت کا جھنڈا عرش بریں پر لہرا رہا ہے۔

صحیح مسلم شریف کتاب البر والصلۃ والادب کی حدیث کا کچھ حصہ میں نے اوپر بیان کیا۔

﴿حضرت جبرائیل علیہ السلام اور محبت ولی﴾

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ

جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو چھپا کے نہیں رکھتا بلکہ حضرت جبرائیل امین کو بلا کر فرماتا ہے۔

اِنِّیْ اُحِبُّ فَلَانًا

میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔

اے جبرائیل! وہ فلاں دھرتی پر رہنے والا درویش، مرد فقیر، دن رات میری رضا حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مسلسل راتوں کو قیام وسجود، تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن وذکر اذکار سے میری خوشنودی کا طالب رہا، اور دن بھر بھی نماز، روزہ اور دوسرے نیک اعمال سے مجھے راضی کرتا رہا، یعنی اس کی زندگی کے شب وروز مجھے راضی کرنے میں گزر رہے ہیں اب میں اُس سے راضی ہو گیا ہوں بلکہ میں نے اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔

اے جبرائیل! میرے اس فلاں کٹیا میں رہنے والے، بغداد کی دھرتی میں رہنے والے، لاہور کے دیس میں رہنے والے، فلاں دھرتی میں رہنے والے کو لوگ سادہ سا انسان سمجھ رہے ہیں لیکن اب میں نے اسے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔

اے جبرائیل!

فَاَحِبَّہٗ

تم بھی اس بندے سے محبت کرو۔

اے جبرائیل! جس سے میں محبت کرتا ہوں اس سے تمہیں بھی محبت کرنا ہے۔

﴿ولی کی محبت کا اعزاز﴾

غور فرمائیں:

اگر اللہ کے ولی کی محبت ......شرک ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت ......اللہ کے دشمن کی محبت ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت ......بدعت ہوتی

اگر اللہ کے ولی کی محبت کی ......اسلام میں گنجائش نہ ہوتی۔

تو ہرگز ہرگز

خالق کائنات خود ولی سے پیار نہ کرتا۔

حضرت جبرائیل امین کو اس کا گواہ نہ بناتا۔

اے جبرائیل!

جب میں خالق ہو کے اس سے محبت کرتا ہوں تو

تجھے مخلوق ہو کے اس سے محبت کرنا پڑے گی۔

میں کوئی الف لیلی داستان نہیں سنا رہا یہ بخاری و مسلم شریف کی حدیث ہے۔ صحیح مسلم شریف کے الفاظ ہیں۔ قرآن مجید کی آیات ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس محبت کو چھپاتا نہیں بلکہ حضرت جبرائیل کو بتا کر حکم فرماتا ہے۔

فَاَحِبَّهٗ......

اے جبرائیل! جب میں اس ولی سے محبت کرتا ہوں تو تو بھی اس سے محبت کر۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام یونہی اس امر ربانی کو سنتے ہیں تو فوراً ولی کے محب بن جاتے ہیں۔
آگے کیا ہوتا ہے۔

﴿آسمانوں پر محبت ولی﴾

ثُمَّ يُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ......
پھر آسمان میں ندا فرماتے ہیں
یعنی یہ محبت رکتی نہیں۔

آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے اولیاء کی محبت کو ختم کرنے کیلئے کیا کچھ نہ کیا، کتنے ڈالر خرچ کئے، کتنی تحریکیں اٹھیں، کتنے طوفان اٹھے مگر
اللہ کے ولی کی محبت دلوں سے ختم نہ ہو سکی۔
کیوں نہ ہو سکی؟
اس لئے کہ اس کا آغاز فرش زمین سے نہیں بلکہ عرش بریں سے ہوا ہے۔
اس لئے کہ اس کا سبق خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے۔
اے جبرائیل! تو فرشتوں کا سردار ہے، مگر ولی اللہ کی محبت کے بغیر تیرا بھی چارا نہیں۔ یہ تیرے نصاب کا حصہ ہے۔
اے جبرائیل! جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔
پھر جبرائیل علیہ السلام آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں۔
(يَآاَهْلَ السَّمَآءِ) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَاَحِبُّوْهُ۔
اے آسمان والو! اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔
اے آسمان کے فرشتو! بغداد کی دھرتی میں رہنے والے شیخ عبد القادر سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتا ہے، میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم پر بھی ان کی محبت

لازم ہوگئی ہے۔

حدیث میں ہے۔

فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ......

چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ حدیث شریف میں آتا ہے

حاملین عرش کو سب سے پہلے خطاب ہوتا ہے

اے عرش عظیم کو اٹھانے والے فرشتو! تمہارا خدا عزوجل فلاں ولی سے محبت کرتا ہے، حضرت جبرائیل امین محبت کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اس ولی اللہ سے محبت کرو۔

جب حاملین عرش محبت کرتے ہیں تو پھر ساتوں آسمانوں پر اس ولی سے محبت کا اعلان ہوتا ہے۔

اسلام میں ولی کا مقام

دیکھیں! فلاں بندہ، خدا نہیں لیکن اس کی محبت خدا تعالیٰ کے اس سے محبت کرنے کی وجہ سے اتنی عظیم ہوگئی ہے کہ خدا کے بندوں، فرشتوں پر اس کی محبت لازم ہوگئی ہے۔

یہ ہے شریعت میں ولی کی محبت کا مقام

یہ ہے اسلام کے اندر ولی کا Status (مقام ومرتبہ)

اس محبت کو پھیلانے کے، اس کی تبلیغ کرنے کے خود حضرت جبرائیل امین (Organizer) مقرر کئے گئے ہیں۔

وہ خود تبلیغ کررہے ہیں اور آگے سارے فرشتوں کو اس کا سبق پڑھا رہے ہیں

زمین پر ولی کی محبت

صحیح مسلم شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ جب ساتوں آسمانوں پر ولی کی محبت کا تذکرہ ہوتا ہے تو

ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِیْ الْاَرْضِ۔

پھر اس کیلئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

زمین پر کسی ولی کی عام قبولیت نہیں ہوتی، کوئی اسے اس وقت تک پہچان نہیں سکتا، جب تک عرش بریں، ساتوں آسمانوں میں اس کا تذکرہ عام نہ ہو جائے۔

فرشتوں کا جلوس نیچے اترتا ہے۔ وہ کائنات کے چپے چپے سے گزرتا ہے، جہاں جہاں سے گزرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اس ولی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

ولی کی محبت کا تعارف

یہ اس سوال کا جواب ہے کہ ہمیں غوث پاک کا تعارف کس نے کروایا۔ کائنات کے کونے کونے میں یہ غوث پاک کے شیدائی کیوں موجود ہیں، دنیا کے کونے کونے میں غوث پاک، حضرت داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم جیسی شخصیات کے ماننے والے کس طرح پیدا ہو گئے؟ ان کو ان کا تعارف کروانے والا کون ہے؟ کون سی قوت ان کی محبت کی تخم ریزی کرتی ہے؟

یہ حدیث شریف ثابت کر رہی ہے کہ یہ نظام قدرت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی لوگوں کے دلوں میں ولی کی محبت پیدا فرما دیتا ہے۔

ولی کی محبت کا تحفہ

حضرت ھرم بن حیان فرماتے ہیں:

مَا اَقْبَلَ عَبْدٌ بِقَلْبِهٖ اِلَى اللّٰهِ اِلَّآ اَقْبَلَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَرْزُقَهٗ مَوَدَّتَهُمْ وَرَحْمَتَهُمْ۔ (تفسیر ابن کثیر ج3 ص 148 مکتبہ حقانیہ پشاور)

جب کوئی بندہ اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اللہ مومنین کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مومنین کی اس کے ساتھ محبت وعقیدت کا تحفہ دیتا ہے۔

بندہ اپنے دل کو مسلسل اللہ کی طرف متوجہ کر کے اتنا خالص ہو چکا ہے کہ اب
شہرت سے بے نیاز ہے،
نام ونمود سے بے نیاز ہے،
وہ نہیں چاہتا کہ
مجھے کوئی جانے،
میرا تعارف ہو
کائنات میں میرا شہرہ ہو،

مگر خالق کائنات کی محبت کا یہ صلہ ہے کہ جو اس کی محبت میں خود کو فناہ کرتا ہے، اس کی محبت میں مرتا ہے، اللہ ہمیشہ کیلئے اس کو زندہ کر دیتا ہے۔

ولی اللہ اگر
اللہ کا غیر ہوتا،
اللہ کا مخالف ہوتا،
اللہ کا دشمن ہوتا،

تو اللہ تعالیٰ ہرگز لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل نہ کرتا۔ جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود حضرت جبرائیل امین سے یہ سارا کام کروا رہا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے ولی کی محبت حقیقت میں اللہ ہی کی محبت ہے۔ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ جس وقت کوئی بندہ اللہ کی محبت میں

کامل ہو جاتا ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگ پڑتا ہے تو اب اس بندے کا، اللہ کے ولی کا، یہ مقام ہو جاتا ہے کہ

جو اس کی طرف قدم اٹھا کے چلتا ہے وہ اللہ کی طرف چلتا ہے،

جو اللہ کے ولی کے ساتھ ربط عقیدت قائم کرتا ہے،

جو اللہ کے ولی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے،

جو اللہ کے ولی کی الفت میں زندہ رہتا ہے،

خالق کائنات ایسے شخص کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے

میں یہ جو کچھ بیان کر رہا ہوں مبالغہ نہیں بلکہ صحیح مسلم شریف کی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

ولی کی ملاقات کا فائدہ

سید عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

پہلی امتوں میں ایک شخص اپنے گھر سے اللہ کے ایک بندے سے ملاقات کے لئے نکلا جس بندے سے وہ ملاقات کیلئے نکلا ہے وہ

اللہ کا محبوب ہے،

اللہ کا پیارا ہے،

اللہ کا ولی ہے،

اب ایک شخص اللہ کے ولی کی طرف سفر کر رہا ہے۔ لہٰذا شریعت کے اندر اللہ کے ولی کی طرف سفر حرام سفر نہیں، ناجائز سفر نہیں۔ یہ بندے کا اللہ کے بندے کی طرف سفر خالق کائنات کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہے کہ خالق کائنات نے اس سفر کرنے والے بندے کو بھی اپنے ولی کی وجہ سے اپنا محبوب بنالیا ہے۔

﴿مرید صادق کا پیر صادق کی طرف سفر﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص اس اللہ کے بندے کو ملنے کیلئے دوسرے گاؤں جانے لگا۔

فَاَرْصَدَ اللّٰہُ لَہٗ عَلٰی مَدْرَجَتِہٖ مَلَکًا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھادیا۔

یہ مرید صادق کا پیر صادق کی طرف سفر ہے۔

مرید شیخ کامل سے ملنے کیلئے جارہا ہے، راستے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی شکل میں فرشتہ کھڑا کردیا ہے۔

فرشتے نے اس سے پوچھا کہ

اَیْنَ تُرِیْدُ......

کہاں کا ارادہ ہے؟

کس وجہ سے سفر کررہا ہے؟

اس نے جواب دیا

اُرِیْدُ اَخًالِّیْ فِیْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ۔......

میں اس گاؤں میں اپنے بھائی کے پاس اس سے ملنے جارہا ہوں،

میں اس گاؤں میں اپنے شیخ صادق سے ملنے جارہا ہوں،

کہا گیا۔

ھَلْ لَّکَ عَلَیْہِ مِنْ نِّعْمَۃٍ تَرُبُّھَا۔

کیا تمہارا اس پر کچھ احسان ہے جس کا بدلہ لینے چلے ہو،

سرکار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، اس شخص نے جواب دیا:

لَا غَيْرَ اِنِّىْ اَحْبَبْتُهٗ فِى اللّٰهِ۔

نہیں، بلکہ میں تو اس سے خدا کیلئے محبت کرتا ہوں۔

میرا اس کا لین دین کا کوئی تعلق نہیں،

میں اس سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں لینا چاہتا،

میں نے اس سے کوئی مال نہیں لینا،

بات صرف یہ ہے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں۔

اَحْبَبْتُهٗ فِى اللّٰهِ

میں اس لئے اس سے پیار کرتا ہوں کہ

اس نے مجھے رب تبارک وتعالیٰ کا راستہ بتایا ہے۔

میرا اور اس کا پیار اس وجہ سے ہے کہ وہ خدا والا ہے۔

﴿ولی کی محبت پر انعام خداوندی﴾

دیکھئے جب اس شخص نے یہ جواب دیا تو فرشتہ بول پڑا

اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ

میں انسان نہیں ہوں، فرشتہ ہوں، آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ میں تیرے استقبال میں اس لئے کھڑا ہوں۔

تم ایک ایسے شخص کی طرف سفر کر کے جا رہے ہو جسے

اللہ نے اپنا محبوب بنالیا ہے۔

جو اللہ کا ولی ہے۔

جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتا ہے اور تو صرف اللہ کی رضا کیلئے اس سے محبت کرتا ہے۔

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا تیری طرف یہ پیغام لایا ہوں۔

اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب باب الحب فی اللہ الفصل الاول)

اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو۔

دیکھئے

اللہ کے ولی کا اللہ کی بارگاہ میں کس قدر مقام ومرتبہ ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت کس قدر مقبول ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت کا کس قدر فیض ہے۔

اللہ کے ولی کا محبّ اللہ کا محبّ ہے۔

ولی کی محبت

ولی کی نسبت

ولی کی ارادت

ولی کی عقیدت

کا اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہے کہ

جو اللہ کے ولی سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب فی فضل الحب فی اللہ رقم الحدیث 4656)

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسے تم اس سے محبت کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ تم اس کے ایک ولی سے محبت کرتے

ہو۔اس اللہ کے ولی،اس اللہ کے بندے کا یہ مقام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنا محبوب بنالیا ہے،اب جو اللہ کے محبوب کا، اللہ کے ولی کا، محبوب بنتا ہے، مرید بنتا ہے،خالق کائنات اسے بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

اللہ کے ولی کی محبت ایک ایسا زینہ ہے کہ جس کی وجہ سے بندے کو اللہ کا محبوب ہونے کا شرف مل سکتا ہے۔ خالق کائنات کی کائنات کے اندر ولی اللہ وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کی وجہ سے خالق کائنات ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔اللہ کے اولیاء کی بارگاہ کی حاضری خالق کائنات کے قرب کا ذریعہ ہے۔میں یہ مبالغے سے نہیں کہہ رہا،صحاح کی حدیث شریف میں ہے۔

ننانوے کا قاتل

حضرت ابو سعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا

(صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب قبول توبۃ القاتل رقم الحدیث :4967)

تم سے پہلی امتوں میں سے، بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ اس شخص نے ننانوے قتل کیے۔اس نے لوگوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑے راہب کا پتہ بتایا گیا، وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا، اس نے جواب دیا، نہیں ہو سکتی۔

فَقَتَلَهُ...... تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔

اب جب کہ وہ سو قتل کر بیٹھا اس کے دل کو سکون نہ آیا، اس نے پھر لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تا کہ وہ توبہ کیلئے کوشش کرے، تا کہ خالق کائنات میرے گناہوں کو معاف فرما دے، جب وہ یہ پوچھ رہا تھا تو کسی نے کہا

انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا ...... فلاں بستی میں جاؤ

یعنی فلاں بستی میں اللہ کا ایک ولی رہتا ہے تم وہاں اس کے پاس چلے جاؤ ہو سکتا ہے خالق کائنات تمہاری توبہ قبول فرمالے۔

﴿ولی کی بستی کی طرف سفر﴾

اب یہ شخص اس ولی اللہ کی طرف چل نکلا، اور توبہ کرنا چاہتا ہے، لیکن ابھی راستے میں ہی تھا کہ موت کا وقت قریب آ گیا، نڈھال ہو کر گرا۔

اب روح پرواز کرنے والی ہے لیکن طلب صادق ہے۔

اس کے دل میں شدید خواہش ہے، کہ کاش میں اللہ کے ولی کی بارگاہ میں پہنچ جاؤں اور میری توبہ قبول ہو جائے۔

جب وہ نڈھال ہو کر زمین پر گرا تو اس نے پھر بھی کوشش برقرار رکھی۔

فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار رقم الحدیث :3211)

جب اس کے پاس موت آئی تو اپنے سینے کے بل آگے بڑھا۔

سینے کے زور سے بھی کچھ اس نے چاہا کہ میں آگے ہو جاؤں۔

زمین پر اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا، سینہ رگڑتا ہوا، اللہ کے ولی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

یہ شخص موت کے منہ میں ہے لیکن پھر کوشش کر رہا ہے کہ اس دیس، اس دھرتی کے قریب ہو جاؤں جہاں اللہ کا ایک کامل بندہ بیٹھا ہے۔ مگر موت نے آلیا اور حیات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جب وہ شخص فوت ہو گیا تو

﴿فرشتوں کی آمد﴾

فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ۔

رحمت کے فرشتے بھی آ گئے اور عذاب کے فرشتے بھی آ گئے،

جنت میں لے جانے والے فرشتے بھی آ گئے اور دوزخ میں لے جانے والے بھی آ گئے۔ ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا

فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهٖ اِلَى اللّٰهِ

رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا۔

دیکھئے: اللہ کے ولی کی طرف اٹھتے ہوئے قدم اللہ کی طرف قرار پاتے ہیں۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ جنتی ہے۔

اگر چہ یہ اللہ کے ولی کے پاس پہنچ نہیں سکا لیکن توبہ کی نیت سے اللہ کے ولی کے پاس جا رہا تھا۔ یہ دل سے موم ہو چکا تھا، یہ اللہ کے نیک بندے کا تصور دل میں لئے جا رہا تھا۔ لہٰذا یہ ہمارا ہے، ہم اسے جنت میں لے کر جائیں گے۔

وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ اِنَّهٗ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا

عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے بالکل کوئی نیک کام نہیں کیا سوچو تو سہی، سو آدمیوں کا قاتل ہے

اس نے ایک دو نہیں، سو ناحق قتل کئے ہیں

یہ جنت میں کس طرح جا سکتا ہے، ہم اس کو جہنم میں لے کے جائیں گے۔

اب مسئلہ کس طرح حل ہو۔

جنت والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے۔

جہنم والے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہے۔

﴿فرشتے کی آمد اور مسئلہ کا حل﴾

اللہ تبارک نے ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس بھیجا، اور انہوں نے اس کو اپنے درمیان حاکم بنالیا، اس نے کہا۔

قِيْسُوْا مَا بَيْنَ الْاَرْضَيْنِ فَاِلٰى اَيَّتِهِمَا كَانَ اَدْنٰى فَهُوْلَهٗ۔

دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہوا اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔

جس جگہ یہ شخص فوت ہوا ہے اس جگہ سے جہاں سے یہ چلا تھا۔ اس درمیان کی جگہ کی پیمائش کرو۔

اور جہاں فوت ہوا ہے اور جہاں اس نے جانا تھا، اس جگہ کی بھی پیمائش کرلو جو فاصلہ زیادہ ہوگا، اسی کے مطابق فیصلہ ہو جائے گا۔

﴿رب کا زمین کو حکم﴾

فَقَاسُوْهُ فَوَجَدُوْهُ اَدْنٰى اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ اَرَادَ۔

جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا۔

دیکھیں خالق کائنات کو اپنے ولی کی بارگاہ کی حاضری کتنی پسند ہے۔

کہ خالق کائنات نے اس شخص کو جو ناکام تھا اس کو کامیاب کروا دیا کیونکہ وہ شخص جہاں گرا تھا اس جگہ کا فاصلہ ولی کی بارگاہ سے زیادہ دور تھا، ابھی وہ mid way پہ نہیں پہنچا تھا، ابھی گھر سے اس نے تھوڑا سفر کیا تھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ ابھی وہ نصف سفر طے نہیں کر سکا کہ موت کے فرشتے نے اس کی روح قبض کر لی۔

فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِیْ وَاِلٰی هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو دور ہو جا اور اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

اللہ کے ولی کی بارگاہ میں جانے والا گمراہ نہیں ہوتا، جہنم کا ایندھن نہیں بنتا بلکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے فرشتہ بھیج کر ان کو یہ فارمولا دیا پھر زمین کو وحی کی۔ وہ زمین جو اس کے گھر سے مقام فوت تک تھی اس کو فرمایا

تَقَرَّبِیْ...... تو سمٹ جا

اور جو اس کے مرنے کی جگہ سے لے کر ولی کے گھر تک تھی اس کو فرمایا

تَبَاعَدِیْ...... تو پھیل جا

اب اس پیمائش کے مطابق یہ شخص اپنے گھر سے نکل کر ولی کی بارگاہ کا جو فاصلہ تھا، اس کا اکثر حصہ طے کر چکا تھا لہٰذا

ننانوے کا قاتل اور فیضان ولی

فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ۔

پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اس کو جنت میں لے گئے۔

وہ بستی جس کی طرف سفر جنت کی ضمانت بن گیا ہے۔

اس بستی میں معاذ اللہ خالق کائنات تو رہائش پذیر نہیں ہے۔

خالق کائنات مکان سے پاک ہے، جہت سے پاک ہے

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں اللہ کی طرف سفر کروں تو کیسے کرے،

کس سمت قدم اٹھائے۔ لیکن اللہ کے ولی کا اللہ کے ہاں وہ مقام ہے کہ جس کی طرف اٹھتے ہوئے قدم اللہ کی طرف قرار پائے ہیں۔

وہ بستی جس کے قرب کو نجات کا مدار بنا دیا گیا، وہ مقام ولایت تھا اللہ کے ولی کا گاؤں تھا، اس نے اس گاؤں کے قرب کو جنت کی ضمانت قرار دے دیا۔

چونکہ یہ شخص ولی کے قرب میں پہنچ چکا ہے لہٰذا اس پر جہنم کی آگ حرام ہو چکی ہے۔

یہ مقام ہے جس کی نسبت ہے ولایت سے

یہ مقام ہے اللہ سے محبت کرنے والوں کا

یہ حدیث شریف صحیح مسلم شریف کتاب التوبہ کے باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ میں ہے۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ بخاری شریف کتاب الانبیاء کے آخر میں پارہ نمبر 14 میں بھی ہے۔ (بخاری شریف ج ا ص 493)

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ (ص 203)

کی پہلی فصل میں بھی ہے۔

یہ حدیث ابن ماجہ ص 192 اور مسند امام احمد ج 3 ص 20 میں بھی ہے۔

اولیاء اللہ کیلئے بشارت

جہاں نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقام ولی، نسبت

ولی، محبت ولی کی وضاحت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں تو دوسری طرف قرآن مجید فرقان حمید برہان رشید مقام ولی کو بیان کرتا نظر آتا ہے۔

اولیاء اللہ کیلئے بشارت ہے۔

کس طرح بشارت ہے؟

بشارت کی تفاسیر میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ خالق کائنات اولیاء کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة الآداب باب اذا اثنی علیه الصالح رقم الحدیث 4780

)......(مسند امام احمد، مسند ابی ذر الغفاری رقم الحدیث 20416)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی ایک عمل کرتا ہے لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسے اچھا کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مومن کی بشارت کا جلدی ملنے والا حصہ ہے۔

ایک شخص کام تو اللہ کیلئے کرتا ہے مگر لوگ اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص کا اس کام سے مقصد لوگوں کی محبت Cash کیش کروانا نہیں تھا۔ اس شخص کا اس کام سے مقصد لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا نہیں تھا۔

لیکن لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے، لوگ اس سے محبت کرنے لگے ہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے عمل کا کیا بنے گا؟

اللہ والے اللہ سے اخلاص کے ساتھ محبت کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو چھپا کے رکھتے ہیں کہ ہمارا کسی کو پتہ نہ چلے اور ہماری ساری توجہ خالق کائنات جل جلالہ کی طرف رہے مگر خالق کائنات اپنی رضا چاہنے والوں کو قیامت تک کیلئے مشہور فرما دیتا ہے۔

میں نے بغداد شریف دجلہ کے کنارے وہ چلہ گاہ دیکھی ہے جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ چھپ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہتے تھے۔ میں نے وہاں قرآن مجید کی منزل پڑھی جہاں آپ بیٹھ کے پڑھا کرتے تھے۔

انہوں نے زندگی بھر خود کو چھپا چھپا کے رکھا لیکن آج ان کی سیرت پر سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ ان کی کرامات تواتر سے بیان کی جاتی ہیں۔

یہ کون سی قوت ہے جس نے ان کی شہرت پوری کائنات میں پھیلا دی ہے۔

نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رسول الله صلى الله عليه وسلم لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ یَعْمَلُ فِی صَخرۃٍ صَمَّاءَ لَیْسَ لَھَا بَابٌ وَلَا کُوَّۃٌ لَاَخْرَجَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ لِلنَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ۔ (تفسیر ابن کثیر ج 4 ص 219)

اگر کوئی شخص بند چٹان میں بیٹھ کے

جس کا کوئی دروازہ نہ ہو،

جس کی کوئی کھڑکی نہ ہو،

جس کا کوئی روشن دان نہ ہو،

اس چٹان میں بیٹھ کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرے

دنیا والوں کی آنکھ سے چھپ کر اللہ کی بندگی کرتا رہے

پوری زندگی اسی طرح چھپ کر ہی گزار دے۔

لَاَخْرَجَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ لِلنَّاسِ کَائِنًا مَا کَانَ

اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کا لوگوں میں شہرہ فرما دے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضور نبی اکرم، نور مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر غفاری نے پوچھا کہ ایک شخص خدا کیلئے کرتا ہے، اس سے اس کی یہ غرض نہیں کہ لوگ مجھ سے محبت کریں، مجھے جانیں لیکن لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، اس سے پیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس شخص کے عمل کا کیا بنے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرى المؤمِنِ

بشریٰ سے مراد یہ ہے کہ خالق کائنات لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔

لٰہذا یہ خالق کائنات کی طرف سے ایک صلہ ہے۔

یہ خالق کائنات کی بارگاہ میں ولی کی مقبولیت کی ایک دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی محبت کو اپنی توحید کیلئے کوئی خطرہ نہیں سمجھتا جس طرح کا خطرہ آج کے لوگوں نے بنا دیا ہے۔

اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو خالق کائنات یہ محبت پیدا ہی نہ ہونے دیتا جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود یہ محبت پیدا فرمائی ہے۔

لٰہذا یہ محبت حقیقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی محبت ہے۔

حضرت امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کمال ہوتا ہے وہ لذاتہ محبوب ہوتا ہے یعنی کمال سے جو محبت کی جاتی ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں بلکہ کمال کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے۔

کمال لذاتہ محبوب ہوتا ہے۔ کمال کے ساتھ محبت کرنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کمال خود دلیل ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سب کمالوں سے بڑا کمال یہ ہے کہ بندے کا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سے بھر جائے، بندے کا دل نور معرفت سے بھر جائے۔

یہ سب سے بڑا کمال ہے۔ جب ادنیٰ کمال بھی خود لوگوں کو متوجہ کر سکتا ہے تو اس سب سے بڑے کمال کی وجہ سے لوگوں کے دل خود بخود ولی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت ولی مخدوم نہیں بلکہ ولی کے دل میں جو اللہ کی محبت ہے وہ مخدوم ہے۔

حقیقت میں جو لوگوں کے دل ولی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں یہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو ولی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہے۔

یہ محبت مخدوم بن گئی ہے اور پوری کائنات خادم بن گئی ہے۔

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے دل میں اللہ کی محبت تھی، ساری زندگی مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے ملاتے رہے، انکی رہنمائی فرماتے رہے تو خالق کائنات نے اس کے عوض انہیں یہ انعام عطا فرمایا کہ پوری کائنات میں ان کا تذکرہ ہو رہا ہے، ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

دشمن ولی سے اعلان جنگ

دیکھیں: اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس محبت کا کتنا بڑا مقام ہے۔

اب اگر اس محبت پر تنقید کی جائے

اگر اس محبت کو بت کی محبت قرار دیا جائے۔

اگر اس محبت کو شرک فی الالوہیت قرار دیا جائے۔

تو اس سے بڑا جرم کیا ہوگا۔

اسی لئے خالق کائنات جل جلالہ کے حبیب ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔

(بخاری شریف کتاب الرقاق باب التواضع، مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات باب ذکر اللہ عزو جل و التقرب الیہ رقم الحدیث:6021)

جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔

خالق کائنات فرماتا ہے کہ جب میں نے اسے اپنا ولی بنالیا، جب میں نے اسے اپنا دوست بنالیا، اور اس کی محبت کو عام فرمادیا، جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگائی، آسمانوں پر اس کی محبت کے نعرے لگوائے، کائنات میں اس کی محبت عام کردی، پھر تم میرے ولی کو گالیاں دو، میرے ولی پر تنقید کرو تو یہ میرے ولی کے ساتھ نہیں بلکہ میرے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

ولایت کوئی معمولی مقام نہیں

چونکہ ولی کا مقام بہت بلند ہے اس لئے ولی کی محبت بھی بڑی ضروری ہے خالق کائنات نے یہ الفاظ بول کر بندوں کو توبہ کی طرف مائل کیا ہے۔

ولیوں کے گستاخ زندہ کیوں؟

یہ نہ کہنا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلان جنگ کیا ہوتا تو جتنے ولیوں کے گستاخ ہیں، سارے مارے جاتے۔

اب دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہان رشید میں سودخوروں کو بھی یہ کہا ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (البقرہ آیت نمبر :279)

تم اللہ سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ اگر تم سود لینا دینا بند نہیں کرو گے۔

اب دیکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سودخوروں کو جنگ کا چیلنج کیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود صحیح سلامت پھر رہے ہیں۔ قرآن غلط تو نہیں، جنگ کا چیلنج موجود ہے لیکن

خالق کائنات نے ان سود خوروں کو مہلت دے رکھی ہے کہ باز آ جائیں اور جہنم کے عذاب سے بچ جائیں۔

ایسے ہی اولیاء اللہ کے جو گستاخ ہیں انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چیلنج کے باوجود نیست و نابود نہیں کیا تو یہ اس لئے ہے کہ اللہ کی رحمت نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے تاکہ توبہ کرلیں اور جہنم کے دائمی عذاب سے بچ جائیں۔

یہ ولی اللہ ہے اور قرآن مجید میں نَاقَةُ اللّٰهِ (اللہ کی اونٹنی) کا ذکر بھی موجود ہے۔ جنہوں نے ناقۃ اللہ کی ٹانگوں پر ضربیں لگائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

جو اللہ کی اونٹنی کا گستاخ ہے وہ عذاب کا مستحق ہے، مذموم ہے، اور اللہ کے ولی کا گستاخ تو اس سے کئی درجہ عذاب کا مستحق اور مذموم ہے۔

نَاقَةُ اللّٰهِ...... اللہ کی اونٹنی...... اللہ کی طرف مضاف ہے۔

اللہ کی نسبت کی وجہ سے، اللہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے، اونٹنی کا یہ مقام و مرتبہ ہو گیا ہے کہ جس نے اس اونٹنی کی گستاخی کی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو باطل پرست قرار دیا،

اب غور کریں کہ جو اللہ کے ولی کی گستاخی کریں وہ حق پر کس طرح ہو سکتے ہیں!!

خالق کائنات جل جلالہ، ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

ولی کی محبت کے بارے میں جو گزارشات اختصار کے ساتھ پیش کی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں یاد رکھنے اور آگے پہنچانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆☆☆☆

باب نمبر

8

فکرِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَلْاٰخِرَۃُ اَکْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکْبَرُ تَفْضِیْلاً

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ، وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برہانہ، کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات، مفخر موجودات، زینت بزم کائنات، دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں، حامی بے کساں، قائد المرسلین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثان منبر ومحراب، ارباب فکر ودانش، اصحاب محبت ومودّت،

حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

''تحریک فکر آخرت'' کے روح رواں، وارثان منبر ومحراب، عظماء ملت، عوام اہلسنت، اللہ کے فضل وکرم سے اور اس کی خصوصی توفیق سے آج ہم سب کو ''محفل فکر آخرت'' میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

فکر آخرت

میری دعا ہے کہ خالق کائنات ہم سب کو فکر آخرت کے زیر سایہ اپنی زندگی کے شب وروز گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، اسے کائنات کا مخدوم بنایا، ہر چیز کو اس کے واسطے پیدا فرمایا اور اس انسان کو خالق کائنات نے یہ سوچ دی کہ اے انسان تجھے میں نے سب کچھ دیا ہے، یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی حساب نہیں ہوگا، میں نے کسی کے سامنے پیش نہیں ہونا، میری حرکات وسکنات کے بارے میں کہیں لکھا نہیں جا رہا، میرا کہیں کوئی ریکارڈ تیار نہیں ہو رہا، میری باتوں کی کوئی فہرست نہیں بن رہی۔

میرے ہاتھ پاؤں کے افعال کے بارے میں کچھ لکھا نہیں جا رہا، میری آنکھ جو

کچھ دیکھتی ہے اور میرا کان جو کچھ سنتا ہے شاید اس کے بارے میں کوئی دفتر مرتب نہیں ہو رہا۔

خالق کائنات نے فرمایا کہ اے انسان تجھے ہرگز ایسا نہیں سوچنا چاہئے، ہم نے تجھے بڑے مقاصد اور اعلیٰ حکمتوں کیلئے پیدا کیا ہے۔ جب ساری کائنات تیری خدمت میں ہے تو ہم نے تمہیں اپنی خدمت کیلئے پیدا کیا ہے۔ تیرا نصاب تیرے سامنے ہے، اس نصاب کو سامنے رکھ۔ تجھے یقیناً لوٹنا ہے، حساب دینا ہے، ہر بات کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے، اس فکر میں زندگی بسر کرتا کہ تو کبھی بھی غافل نہ ہو سکے۔

قرآن مجید نے بندے کو پہلے تو عقیدۂ آخرت دیا تا کہ اس کو فکرِ آخرت نصیب ہو سکے جبکہ مخالف قوت شیطان کی طرف سے لوگوں کو بار بار یہ کہا جا رہا تھا اور کہا جا رہا ہے کہ صرف یہ دنیا کی زندگی ہے، اس کے بعد نہ حساب ہوگا، نہ عتاب ہوگا، نہ پوچھا جائے گا، نہ کسی طرح کا کٹہرا تمہارے لئے قائم کیا جائے گا۔

آخرت درجے اور فضیلت میں زیادہ

خالق کائنات نے سب سے پہلے اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے انسان کو عقیدہ آخرت عطا فرمایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل رقم الآیۃ :21)

اور بے شک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔

اے بندے تو دنیا میں کئی مراتب سمجھتا ہے، تیرے نزدیک کئی درجات ہیں، تو کئی معیار سمجھتا ہے۔ دنیا میں کتنے ہی درجات اونچے کیوں نہ ہوں، دنیا میں کتنا ہی بڑا منصب کیوں نہ ہو، دنیا میں تیری کرسی کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہو، یاد رکھ اصل میں بلندی آخرت کی بلندی ہے، کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، فضیلت آخرت کی فضیلت ہے۔

دنیا میں تو تاجور ہے لیکن آخرت میں تیرا کوئی پرسان حال نہ ہوگا، تجھے جہنم نصب ہو تو اس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں ہے۔ دنیا میں اگر تو زندگی کٹیا میں گزار دے اور آخرت میں جنت کے کاشانے تیرے لئے ہوں تو تجھ سے بڑے فائدے میں کون رہے گا۔ لہٰذا سب سے بہترین چیز آخرت ہے، درجات کے لحاظ سے بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا پہلے ذکر کیا جو آخرت سے توجہ ہٹا رہے تھے۔ انبیاء ورسل کو بھیجا کہ لوگوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرو۔ وہ تبلیغ کرتے ہیں تو منکر قوم کے بڑے لوگ چھوٹوں کو بھی متنفر کرتے ہیں، شک میں ڈالتے ہیں، آخرت کے عقیدے سے پیچھے ہٹاتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام اور فکر آخرت

جب حضرت ھود علیہ السلام قوم کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ تمہیں حساب دینا ہے تو قوم کے سردار کہتے ہیں:

اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَکُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ○

(پارہ18، رکوع 3: سورہ المومنون آیت :35)

اے لوگو! کیا یہ تمہیں ڈرا رہے ہیں جب تم مرجاؤ گے اور ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں قبروں سے نکالا جائے گا۔

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا ......(پارہ 18 سورہ المومنون، آیت 37)

یہ صرف دنیا کی زندگی ہے۔

نَمُوْتُ وَنَحْیَا ...... ہم زندہ ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں

یہ ایک نظام چلا ہوا ہے بس یہی زندگی ہے۔

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ......

ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔

جب اٹھیں گے نہیں تو حساب کیسے ہوگا۔ ہمارے ذرات ریت میں مل جائیں گے، ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، گوشت گل سڑ جائے گا، کون بنائے گا، کون اٹھائے گا؟ جب ہم اٹھیں گے ہی نہیں تو حساب کیسے ہوگا؟ جب حساب نہیں ہوگا تو زندگی ڈر ڈر کے گزارنے کی ضرورت کیا ہے، ہر وقت محتاط رہنے کی کیا ضرورت ہے، ہر وقت اپنے آپ کو خواہشات سے دور رکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کا پراپیگنڈہ تھا، وہ خالق کائنات کے نظام کے خلاف لوگوں کا ذہن بنانا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور بار بار ان کو پیغام دیا کہ بھول میں نہ رہنا ایک دن ضرور لوٹو گے۔ کہیں فرمایا:

اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اِنَّا اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اِنَّا اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ

اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اسی کی طرف تم واپس لوٹ کے آؤ گے۔

زندگی تم کتنی ہی گزار لو ایک دن تمہیں ضرور خدا کے پاس حاضر ہونا ہے۔

کفار کا آخرت سے انکار

سرکار ﷺ جب یہ تبلیغ فرما رہے تھے تو ایک بڑا گستاخ آ گیا، اس نے قبرستان سے ایک ہڈی پکڑی، وہ بوسیدہ تھی، سرکار کے سامنے اس نے ہڈی کو توڑا جب اس سے غبار نکلا تو کہنے لگا:

مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ۔ (سورہ یٰسین آیت 78)

ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب یہ بوسیدہ ہو جائیں گی۔

اس سے یہ جو غبار اڑ رہا ہے، فضاؤں میں مل رہا ہے یہ کیسے اکٹھا ہو جائے گا۔

گوشت کیسے لگ جائے گا، ہڈی میں رس کیسے آ جائے گا، زندگی کیسے آ جائے گی، کون اس کو زندہ کرے گا؟

منکرین آخرت کا رد

خالق کائنات نے فرمایا: اس کو شرم نہیں آتی، باتیں کیسی کرتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ○

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ:77)

انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا تھا، آج ہمارے ساتھ جھگڑنے آ گیا ہے۔ کہتا ہے۔

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ ...... کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟

وَهِيَ رَمِيْمٌ ...... جب یہ بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ انہیں زندہ کون کرے گا۔

خالق کائنات نے فرمایا: اے محبوب ان کو سمجھا دو:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ (سورۃ یٰسین رقم الآیۃ: 79)

وہی پیدا کرے گا جس نے پہلے پیدا فرمایا تھا۔

اس وقت تو بوسیدہ ہڈی بھی نہیں تھی، اس وقت کچھ بھی نہیں تھا، وہ جس نے تمہیں اس وقت پیدا کر لیا وہ پھر دوبارہ بھی تمہیں پیدا کر سکتا ہے۔

اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ○ (سورۃ یٰسین رقم الآیۃ: 79)

جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔

ساری مخلوق اس کی ہے، ہوا بھی اس کی ہے، فضا بھی اس کی ہے، صحرا بھی اس کا ہے، سمندر بھی اس کا ہے، تم جہاں بھی چلے جاؤ بھاگ نہیں سکتے۔ تمہارے ذرات جہاں اڑ جائیں گے وہ فضا بھی تو خدا کی ہے، وہ ہوا بھی تو خدا کی ہے، سمندر کی تہہ بھی تو خدا کی

ہے، جہاں جہاں تمہارے ذرات ہوں گے وہ حکم فرمائے گا تو ایک لمحے سے پہلے تمہارے ذرات جمع ہو جائیں گے۔

اِلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا

اسے ہر پیدائش کا علم ہے، جس نے تمہارے لئے ہرے پیڑ میں سے آگ پیدا کی۔ (سورہ یٰسین رقم الآیۃ:80)

وہ خدا جو سبز درخت سے تمہارے لئے آگ نکال سکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ:81)

اور کیا وہ جس نے آسمان اور زمین بنائے ان جیسے اور نہیں بنا سکتا۔

جس نے اتنا وسیع آسمان بنایا ہے کیا وہ چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکتا؟ جس نے اتنی وسیع زمین بنائی کیا وہ چھوٹا سا انسان نہیں بنا سکتا؟ نہیں نہیں، تمہیں بنانا تو کوئی کام نہیں۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ (سورۃ لقمان رقم الآیۃ:28)

تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا۔

ایک کو پیدا کرنا ہو یا ایک کروڑ کو پیدا کرنا ہو، ایک کو پیدا کرنا ہو یا ایک ارب کو پیدا کرنا ہو ہمیں کوئی دشوار نہیں۔

مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ (سورۃ لقمان رقم الآیۃ:28)

سب کو یوں ہی پیدا کر لوں گا جیسے ایک کو پیدا کرتا ہوں۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○

(سورہ یٰسین رقم الآیۃ 82)

اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو

جاتی ہے۔

صرف کن کہوں گا سب کچھ معرض وجود میں آجائے گا۔

یہ پہلے آخرت کا عقیدہ دیا۔ فرمایا:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (سورۃ القیمۃ رقم الآیۃ 3)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کر سکیں گے۔

بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ (سورۃ القیمۃ رقم الآیۃ 4)

کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کے پور ٹھیک بنا دیں۔

﴿حساب محشر کا انداز﴾

اے انسان یہ نہ سوچنا کہ ہم ہڈیاں اکٹھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے پہلے بغیر ہڈیوں کے بھی پیدا کیا تھا اب تو ہڈیاں بھی موجود ہیں لہٰذا ضرور تم کو حساب دینا ہے، ضرور میرے پاس آنا ہے، میں حساب لینے والا ہوں۔ بار بار فرمایا، کہیں فرمایا:

وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ: 202)

وہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ (سورۃ المومن، رقم الآیۃ: 17)

بے شک خدا جلد حساب لینے والا ہے۔

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ قف وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ: 62)

سنتا ہے اسی کا حکم ہے اور وہ سارے حساب لینے والوں میں سے تیز حساب لینے والا ہے۔

انسان یہ نہ سمجھے کہ ہزاروں لوگ ہوں گے، لاکھوں انسان ہوں گے، کروڑوں افراد ہوں گے، لاکھوں اربوں مخلوقات ہوں گی شاید ہماری حساب میں باری ہی نہ آئے۔ فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا میں بہت جلد حساب لینے والا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لوگو یہ نہ سمجھنا کہ حساب میں کوئی دیر ہو جائے گی ہماری باری ہی نہیں آئے گی، تمہاری دنیا کا جو ایک دن ہے اس دن کا آدھا حصہ گزرنے سے پہلے اللہ ساری مخلوق کا حساب لے لے گا"۔

یہ عقیدہ خالق کائنات نے انسان کو دیا۔ فرمایا "اس کے زیر سایہ رہو، یہ نہ سمجھنا کہ کوئی پوچھے گا نہیں"۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی۔ (سورۃ القیمۃ، رقم الآیۃ:36)

کیا انسان اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں شتر بے مہار ہوں، میرا کوئی مقصد نہیں ہے، مجھے کہیں پہنچنا نہیں ہے، کوئی نظام زندگی نہیں۔ فرمایا "نہیں اے انسان! تمہیں حکمتوں کیلئے پیدا کیا ہے، ہم نے تمہیں مخدوم بنایا ہے۔ جب ساری کائنات کو تیرے لئے پیدا کیا ہے تو تجھے رائیگاں کس طرح پیدا کر سکتے تھے، تجھے ہم نے عظیم مقاصد کیلئے پیدا کیا ہے لہٰذا تیرا حساب ہوگا۔

ہر بات لکھنے والا محافظ

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (سورۃ ق، رقم الآیۃ:18)

کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو

جب تو بولتا ہے، تیری زبان کا ہر ہر لفظ لکھا جاتا ہے۔ ہاتھ ہلاتا ہے تو ہر ہر حرکت لکھی جاتی ہے۔ لہٰذا پورا دفتر تیار ہو جائے گا۔ اتنا کڑا حساب تیرے سامنے ہے۔ اب وقت ہے کوئی قدم غلط راہ پہ نہ اٹھا۔

انعامات خداوندی

خالق کائنات نے یہ عقیدہ دے کر پھر اپنی نعمتوں کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔

روٹی کا ایک لقمہ

اے انسان! تو جس کے ہاں ایک ہفتہ کھالیتا ہے اس کا بھی تو احسان سمجھتا ہے، جس کے ہاں تو ایک مہینہ کھانا کھالیتا ہے، اس کا بھی احسان سمجھتا ہے۔ اے انسان! میں نے تجھے پیدا کیا، تجھے کھانے کو دیا، تجھے پروان چڑھایا، تجھے بڑا کیا ہے۔ ایک ایک دانہ گندم کا جو تیرے لقمے میں ہے زندگی بھر تو اس کا شکر ہی ادا نہیں کر سکتا۔

ایک دانہ تب پیدا ہوا تھا جب اس کا بیج کوئی اور دانہ بنا تھا، وہ دانہ تب پیدا ہوا تھا جب اس کا بیج ایک اور دانہ بنا تھا۔ اس طرح ایک دانہ جو ایک وقت کی روٹی کے ایک لقمے میں ہم کھاتے ہیں وہ کروڑوں دانوں پر موقوف ہے۔ وہ کروڑوں دانہ جس زمانے میں تھا، جس وقت تھا، جتنی اس نے ہوا استعمال کی، جتنی اس نے تجلیات استعمال کیں، جتنی اس نے سورج کی روشنی استعمال کی، زمین کی قدرتیں استعمال کیں، سارے کے سارے احسانات اس دانے میں بند ہیں۔ کروڑ سال زندگی ہو پھر بھی ایک دانہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن

﴿زمین میں پوشیدہ نعمتیں﴾

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝ (سورہ البقرۃ، رقم الآیۃ: 29)

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

اے انسان! تیرے لئے میں صرف ایک دانہ ہی پیدا نہیں کر رہا بلکہ میں نے تو زمین کا سب کچھ تیرے لئے ہی پیدا کیا ہے۔

﴿تخلیق انسانیت﴾

کیا عجیب انداز ہے۔ قرآن مجید (سورۃ الواقعۃ رقم الآیۃ: 59,58) میں ہے

اَفَرَئَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ۔ (سورۃ الواقعۃ رقم الآیۃ 58)

مجھے بتاؤ جو تم منی گراتے ہو۔

ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ۝۔ (سورہ الواقعہ رقم الآیۃ:59)

اس سے بندہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

﴿کھیتی کون اُگاتا ہے؟﴾

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۝۔ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ :63)

تو بھلا بتاؤ تو جو بولتے ہو چلو اپنی تخلیق چھوڑو یہ جو تم کاشت کرتے ہو، بیج بوتے ہو۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۝۔ (سورۃ الواقعۃ، رقم الآیۃ:64)

بیج سے کھیتی تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔

تم بیج چھوڑ کے آ گئے۔ اندھیرے میں اس کو چھوڑا، کس نے اس کو نرم کیا، کس نے اس سے کونپل نکالی، کس نے اس کونپل کو موسم سے محفوظ رکھا، کس نے اس کو مضبوط کیا، کس نے اس پہ پھول لگایا، کس نے اس پہ پھل لگایا، کس نے اس میں رس بھرا، کس نے اس کا رنگ بنایا۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۝۔ (پارہ ۲۷، سورہ واقعہ آیت ۶۴)

زراعت تم کرتے ہو یا کہ زراعت ہم کرتے ہیں۔

یہ بتانا چاہتا ہے، مبہوت کرنا چاہتا ہے، ہر ایک بول کے کہے گا کوئی جواب نہیں بندے کو پیدا تو کرتا ہے، بیج سے کھیتی تو بناتا ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہم نے صرف دانہ پھینکا ہے، اسے لہلہاتا گلستان تو نے بنایا ہے، اس کو میٹھا پھل تو نے بنایا ہے۔ اس کے اندر رس تو نے بھرا ہے، اس کو اناج میں تبدیل تو نے کیا ہے۔ خالق کائنات فرماتا ہے کہ جب سب کچھ میں تمہارے لئے کر رہا ہوں تو بتاؤ کہ تم میرے

لئے کیا کر رہے ہو؟

زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ کتنی واضح جھڑکی ہے۔ زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم کرتے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کے پچھم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موتیوں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

وہ خدا کی ذات ہے جو خود احسان کرنے والا ہے اور بار بار بتا رہا ہے کہ پھر یہ نہ کہنا کہ کاش ہمیں دنیا میں پتہ چل جاتا کہ یہ سب کچھ خدا کرنے والا ہے تو ہم اتنے سجدے کرتے کہ دن رات سجدے ہی کرتے رہتے، بھول ہو گئی ہمیں پتہ نہ چلا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن مجید میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ ہم ویسے احسان جتلانے والے نہیں ہیں لیکن تمہارے فائدے کیلئے بتا رہے ہیں۔

ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ○۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ:64)

کھیتی تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ○ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ:65)

فرمایا اگر ہم چاہیں تو اس کو گھاس بنا دیں، خشک بھوسے میں تبدیل کر دیں، پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ گے۔

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ○ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ:66,67)

ہمارا مال ضائع ہو گیا ہم تو محروم رہ گئے ہمارا کچھ بھی باقی نہ بچا۔
کھیت پڑا ہوا تھا سارا ویران ہو گیا۔ آگ لگی ہے وہ جل کے راکھ ہو گیا۔
فرمایا پیدا بھی میں کرتا ہوں اور سنبھال کے بھی میں ہی رکھتا ہوں۔

پانی نعمت الٰہی

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ۝۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 68)

اے بندو! مجھے یہ بتاؤ یہ پانی جو تم پیتے ہو کہاں سے آتا ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ 69)

کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔
کیا بارش تم نے برسائی ہے یا ہم نے برسائی ہے۔

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (سورۃ الواقعہ: رقم الآیۃ: 70)

اگر ہم چاہیں تو کھاری بنا دیں، نمکین بنا دیں۔
اجاج کہتے ہیں اس شعلے کو جو منہ کو پڑے تو جلا کے راکھ کر دے۔
اگر ہم اس پانی کو کھاری بنا دیں تو تم ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ لہٰذا ہم نے ہی پانی تمہارے لئے نازل کیا ہے۔

فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۝

تم میرا شکر کیوں نہیں ادا کرتے چلو پانی بھی چھوڑو۔

آگ کو پیدا کرنے والا کون؟

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ۝ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ: 71)

اس آگ کی بات کرو جو تم جلاتے ہو۔

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ (سورۃ الواقعہ رقم الآیۃ: 72)

کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم ہیں پیدا کرنے والے

یہ آگ جو تم جلاتے ہو، درخت جلاتے ہو، لکڑی جلاتے ہو، اس سے آگ نکلتی ہے۔ فرمایا ''اس کا درخت تم نے اگایا ہے یا ہم نے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کا اظہار فرما رہا ہے۔ اے انسان ہم نے سب تیرے لئے کیا تو بھی سوچ کہ تو میرے لئے کیا کر رہا ہے۔

دودھ کہاں سے آتا ہے؟

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً (پارہ ۱۴، ع ۱۵، سورہ النحل، آیت ۶۶)

اے لوگو! تمہارے لئے ان جانوروں میں ہی بڑی عبرت موجود ہے، ان کو دیکھ لو۔

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ

(سورة النحل رقم الآية :66)

دیکھو تو سہی، ان جانوروں کو دیکھ لو، تمہیں میری قدرت کا پتہ چل جائے گا۔ میرے احسانات کے سامنے تمہاری گردن جھک جائے گی، تمہارے لئے ان میں عبرت موجود ہے۔

نُسْقِيْكُمْ...... ہم تمہیں پلاتے ہیں

پلانے کی نسبت اپنی طرف کی ہے کہ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ کہاں سے؟

مِمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ...... اس سے جو ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے۔

لَبَنًا...... دودھ پلاتے ہیں۔

وہ کہاں سے نکلا ہے۔ فرمایا:

مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ...... گوبر اور خون سے میں نے نکالا ہے۔

گوبر اور خون سے میں نے تمہارے لئے دودھ نکالا ہے۔ دیکھو میرا کمال کہ نہ گوبر کی بدبو دودھ میں آتی ہے، نہ خون کی رنگت دودھ میں آتی ہے۔ میں نے تمہارے لئے "لبناً خالصاً" خالص دودھ نکالا ہے۔

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ...... پیتے ہو

تو حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جاتا ہے۔

جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ میری قدرت بھی دیکھو کہ خالص دودھ کہاں سے نکالتا ہوں اور ملاوٹ بھی نہیں ہونے دیتا۔ جب میں اتنا خالص دودھ تم کو دیتا ہوں تو تم میرے لئے دین کو نا خالص کیوں بناتے ہو، پھر تم میری خالص عبادت کیوں نہیں کرتے، ریا کیوں کرتے ہو یا پھر عبادت سے پیچھے کیوں ہوتے ہو، تم کہاں بھاگ رہے ہو، میں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ میں دودھ میں ملاوٹ نہیں ہونے دیتا جبکہ اتنا احتمال تھا۔

مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

گوبر اور خون کے درمیان سے نکالا ہے اور اس میں ملاوٹ نہیں ہونے دی۔

دودھ میں ملاوٹ کرنے والو! تم اتنی مشکل میں کیوں پڑ گئے، میں نے تمہارے لئے خالص دودھ رکھا ہے۔ جب میں خالص نعمتیں تمہیں دے رہا ہوں تو تم خلوص سے مجھے سجدہ کیا کرو۔ فرمایا دیکھو:

﴿جانوروں میں منافع﴾

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ج لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ (سورة النحل رقم الآية: 5)

ہم نے جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا، ان میں دف ہے اور منافع ہے۔ دف کیا ہے؟ ان کی اون سے تم گرم لباس بناتے ہو، سردی میں پہنتے ہو۔

وَمَنَافِعُ ...... اور ان میں بہت سے منافع رکھے ہیں۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ...... (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5)

بار بار آرہا ہے۔ اے انسان تیرے لئے، اے انسان تیرے لئے، میں نے سب کچھ پیدا کیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ.

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5)

ان کا دودھ بھی پیتے ہو، ان کا گوشت بھی کھاتے ہو اور ان پہ سوار بھی ہوتے ہو۔

سواریاں انسان کی زینت

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً (سورۃ النحل رقم الآیۃ:8)

ہم نے گھوڑے پیدا کئے، ہم نے خچر پیدا کئے، ہم نے گدھے پیدا کئے۔ کیوں؟ اے انسان تو سواری کرے، تو ان پہ سوار ہو سکے، تجھے ان کا مخدوم بنایا ہے، ان سب کو تیری خدمت میں لگایا ہے۔ جب وہ سب تیری خدمت کر رہے ہیں تو تو بتا کہ تو میرے لئے کیا کر رہا ہے۔

جانوروں میں جمال

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 5,6)

تم بڑا اس وقت اپنا جوبن محسوس کرتے ہو جب سو بھینسیں تمہارے سامنے ہوتی ہیں، تم صبح ان کو حویلی سے نکال کے، فارم سے نکال کے باہر لے جاتے ہو، اپنے آپ کو بڑا سمجھتے اور اپنا تجمل محسوس کرتے ہو کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ جن کے گھر کوئی بھینس نہ ہو، میں سو بھینسوں کا مالک ہوں۔

فرمایا جب شام کو گھر واپس لاتے ہو تو اس وقت بھی عصا تم نے کندھے پر رکھا ہوتا ہے اور بڑی موج سے جانوروں کے پیچھے چلتے ہوئے واپس گھر کو آتے ہو اور میں نے انہیں تمہارے جمال کیلئے پیدا کیا ہے اور فرمایا صرف یہ ہی نہیں:

﴿تمام ایجادات کی تخلیق﴾

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورة النحل رقم الآية: 8)

اور وہ پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

اے مکہ شریف کے انسانو! اے عرب کے انسانو! میں تمہارے لئے وہ بھی پیدا کروں گا جو تم آج نہیں جانتے۔ آج تم گھوڑے پہ بیٹھتے ہو، آج تم اونٹ پہ بیٹھتے ہو، آج تم خچر پہ بیٹھتے ہو، تمہیں پتہ نہیں تمہارے لئے ہوائی جہاز بھی میں ہی بناؤں گا، تمہارے لئے کاریں بھی آجائیں گی، تمہارے لئے سب کچھ بناؤں گا۔

يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (سورة النحل رقم الآية: 8)

وہ جو تم نہیں جانتے وہ بھی تمہارے لئے پیدا کر دوں گا

صرف یہ نہیں فرمایا:

﴿پیدائش کے وقت لاعلم﴾

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْم بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

(سورة النحل رقم الآية: 78)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے۔

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں تمہاری اپنی ماؤں کے بطنوں سے باہر نکالا تھا، تمہیں کوئی علم نہیں تھا، تمہیں کوئی خبر نہیں تھی، آج تم میری قدرت پر تنقید کرتے ہو، آخرت کو نہیں مان رہے، آج تم مختلف قسم کی باتیں بناتے ہو، تم میرے دین کے

سامنے اپنی سوچ کو پیش کرتے ہو، وہ وقت تو یاد کرو جب میں نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تھا، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا دودھ کیا ہوتا ہے، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ دودھ کہاں سے ملتا ہے۔

اللہ کی تخلیق کا شہکار

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ٥ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ٥ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ٥

(سورۃ البلد، رقم الآیۃ: 8,9,10)

کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور اسے دو ابھری ہوئی چیزوں کی راہ بتائی۔

یہ ماں کا وہ حصہ ہے جہاں سے تمہیں دودھ مل سکتا، ہم نے نجدین کی، ماں کے دودھ کا جو مقام ہے اس کی تمہیں ہدایت دی ہے، تمہیں کوئی پتہ نہیں تھا، کوئی خبر نہیں تھی، میں نے ہر چیز کا علم تجھ کو دیا ہے۔ یاد تو کر۔ اگر میں تیری آنکھ ایک بنا تا تو پھر کیا ہوتا، ہونٹ ایک بنا دیتا تو پھر کیا ہوتا، دو ہونٹ دیئے، دو کان دیئے، دو آنکھیں دیں، اتنا خوبصورت تجھے بنایا ہے، میرے لئے دین کیوں خوبصورت نہیں بنا رہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 78)

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے۔

تم اس وقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ آج تم اپنے آپ کو کہتے ہو کہ ہم نے فلاں قانون بنائے ہیں، ہم یہ کرنے والے ہیں، ہم وہ کرنے والے ہیں، آج تو اتنا تکبر میں آچکا ہے، تجھے کچھ بھی پتہ نہیں تھا۔

آنکھ، کان اور دل انعامات خداوندی

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 78)

خدا نے تمہیں کان بھی دیئے، تمہیں آنکھیں بھی دیں اور تمہیں دل بھی دیا مگر پھر بھی تو شکر نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ۔ یہ پہلا مرتبہ ہے۔

پھر فرمایا جتنی ضرورتیں ہیں سب کچھ ہم نے دیں یہاں تک کہ:

زندگی کی بہار بیوی واولاد

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 72)

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری نسل سے تمہاری بیویاں پیدا کیں۔

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 72)

اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔

اگر صرف بیویاں ہوتیں، بیٹے نہ ہوتے پھر بھی تمہاری زندگی کی بہاریں خراب ہو جاتیں، میں نے پہلے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کیں، پھر تمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے پیدا کئے، صرف بیٹے ہی نہیں پوتے بھی پیدا کئے، میں نے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

ٹھنڈا سایہ بھی نعمت

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 81)

اور اللہ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے۔

اللہ نے تمہارے لئے چھت بنائے ہیں، سائے بنائے ہیں

جب دھوپ غضب کی ہو پھر پتہ چلتا ہے کہ سائے کا مقام کیا ہے۔

پہاڑ میں غار کا فائدہ

وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 81)

اللہ نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائی ہیں۔

سردی کا موسم ہو، کوئی چھت موجود نہ ہو، پھر پتہ چلتا ہے کہ غار کا مقام کیا ہے۔

گھر تسکین کا باعث

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 80)

وہ خدا وہ ہے کہ جس نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے رہائش گاہ بنایا ہے۔

مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا ...... گھر بنانا یہ اس کی قدرت سے ہے لیکن اگر اللہ سانپوں کو نہ روکتا، بھیڑیوں کو نہ روکتا، شیروں کو نہ روکتا، جونہی تم گھر بناتے وہ آ کے ڈیرہ لگا لیتے۔ اگرچہ وہ کروڑ روپے کی کوٹھی بھی ہوتی، دو چار شیر آ کر ٹھہر جاتے، تم ایک منٹ بھی وہاں نہ ٹھہرتے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا (سورۃ النحل رقم الآیۃ: 80)

جس نے تمہارے گھروں سے تمہیں رہائش دی ہے۔

دوسری مخلوق کو اس نے روک دیا ہے کہ یہ میرے بندوں کے مکان ہیں تم یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔

اے جانورو! تم جنگلوں میں بھاگ جاؤ، یہاں میرے انسان کے رہنے کی جگہ ہے، اس خدا کو تو یاد کرو جس نے تمہیں رہائش گاہ دی ہے۔

جانوروں کے بالوں واُون کے فائدے

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ٥

(سورۃ النحل رقم الآیۃ: 80)

وہ اون ہو، وہ بال ہوں اور وہ وبر ہوں، وہ اشعار ہوں، اس نے تمہیں دیئے تا کہ تم خیمے بنالو، ان خیموں کے اندر اپنے سر کو چھپا سکو۔

خالق کائنات بار بار بندے کو یہ بتا رہا ہے اے بندے یہ نہ سمجھنا کہ میرے تجھ پر کوئی احسانات نہیں ہیں۔ اتنے احسانات ہیں کہ ہر وقت تیرا سر جھکا رہے پھر بھی شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ کیا عجیب انداز ہے۔

﴿رات ہے سکون کیلئے﴾

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاساً......(سورة الفرقان، رقم الآية: 47)

وہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا ہے۔

یوں پردا کرتی ہے جیسے لباس ڈھانپ لیتا ہے۔ اگر رات نہ ہوتی تم تو اپنی سی کوشش کر بیٹھتے لیکن ایک شہر میں بھی اندھیرا نہ کر سکتے تھے۔

﴿نیند ہے آرام کیلئے﴾

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا (پارہ ۱۹، سورہ الفرقان، آیت ۴۷)

رات کو تمہارے لئے پردہ کیا اور نیند کو اس نے آرام بنا دیا۔

انسان کام کر کر کے تھک جاتا ہے۔ اب اس کیلئے مزید پانچ منٹ کام کرنا مشکل ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں سونا چاہتا ہوں۔ اتنا تھک چکا تھا، اعصاب سکڑ چکے تھے، سکت ختم ہو چکی تھی، جب سو کر اٹھا ہے تو طاقت لوٹ آئی ہے، اعصاب بڑے ہلکے ہیں، طبیعت ہشاش بشاش ہے، کس نے نئے سرے سے بیٹری چارج کر دی ہے؟ فرمایا ہم نے ہی نیند کو آرام بنایا ہے کہ سارے غم اس کے ذہن سے نکل جائیں، اندھیرا کر دے، یہ سو جائے، ساری تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

﴿دن ہے کام کے لئے﴾

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ○ (سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ:47)

اوردن بنایا اٹھنے کیلئے

اور ہم نے دن کونشور بنادیا تاکہ تم نکلو، کام کرسکو

روشنی ہوجائے، تم جہاں جانا چاہو کوئی رکاوٹ نہ ہو، سارے راستے روشن ہوجائیں۔

﴿بارش سے پہلے تیز ہوا﴾

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

(سورۃالفرقان:رقم الآیۃ48)

وہ خداوہ ہے جواپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت دے کر بھیجتا ہے۔

حبس کا دورتھا، انسان تڑپ رہا تھا، خالق کائنات نے ہواؤں کو بھیجا کہ میرے بندوں سے کہو، پیچھے بارش آرہی ہے۔

﴿پاکیزہ پانی کانزول﴾

اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا......(سورۃالفرقان:رقم الآیۃ48)

ہم نے آسمان سے طہور پانی نازل کیا۔

وہ طاہر نہیں طہور بھی ہے۔خود پاک ہے اور جس کے ساتھ لگتا ہے اس کو پاک کر دیتا ہے۔ہم نے کیوں نازل کیا؟

لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ○

(سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 49)

تاکہ ہم اس سے زندہ کریں کسی مردہ شہر کو اور اسے پلائیں اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے اور آدمیوں کو ہم نے یہ پانی اس واسطے نازل کیا ہے تاکہ ہم بندوں کو

پلائیں، اپنی زمینوں کو سیراب کریں اور جو جانور میں نے اپنے بندے کی خدمت کیلئے بنائے ہیں پانی سے ان کی پیاس بجھ سکے۔

﴿انساب بنائے﴾

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا

(سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 54)

وہ اللہ وہ ہے کہ جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا پھر اس کیلئے نسب بھی بنادیا اور اس کیلئے سسرال بھی بنادیا۔

﴿دو سمندر اکٹھے مگر پانی نہیں ملتا﴾

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ (سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 53)

اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کئے دو سمندر۔

وہ خدا وہ ہے جس نے دو سمندروں کو بنایا ہے، ملا رکھا ہے، ان کے درمیان پردہ ہے۔ ویسے حسی پردہ نہیں ہے، قدرت یہ ہے:

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ

ایک نہایت میٹھا ہے دوسرا نہایت کھاری ہے، دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، پانی آپس میں نہیں ملتا۔ وہ خدا تمہارے لئے سارے نظام کو چلا رہا ہے۔ اے انسان تجھے سوچنا چاہئے جب ہر شئے تیرے لئے ہے تو کس کیلئے ہے۔

خالق کائنات نے اس کو ہر لحاظ سے دعوت فکر دی ہے جس زمین پہ بیٹھا ہے، جس آسمان کے نیچے ہے، جس ماحول میں ہے، (اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے) دعوت فکر دی ہے۔

اس کو دیکھ لو، اس کو دیکھ لو، نیچے دیکھ، اوپر دیکھ، دائیں دیکھ، بائیں دیکھ، جہاں بھی دیکھو گے تمہاری نظر لوٹ کے میری طرف ہی آئے گی۔

﴿ہر ذرے میں گواہ﴾

وَفِیْ کُلِّ ذَرَّۃٍ لَہٗ شَاھِدٌ وَیَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

ہر ایک ذرے میں ایک گواہ موجود ہے جو بول رہا ہے اور گواہی دے رہا ہے۔

اے بندے! بھولے نہ رہنا خدا ایک ہے، وہی سب کچھ کر رہا ہے۔

اللہ نے یہ احساس دیا، پھر فرمایا وہ وقت یاد کرو جب ضرور حساب ہوگا، وہ وقت یاد کرو جب ہر لمحہ کا حساب ہوگا۔ خالق کائنات نے اس کے سارے مراحل تفصیل سے بیان فرمادیئے۔ فرمایا:

﴿جب صور پھونکا جائیگا﴾

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَ لُوْنَ o

(سورۃ المومنون، رقم الآیۃ: 101)

تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

جب صور پھونکا جائے گا، تو نسب بھول جائیں گے، حسب بھول جائیں گے۔

آج کہتا ہے میں چیمہ ہوں، میں چٹھہ ہوں، میں گوندل ہوں، میں یہ ہوں، میں وہ ہوں۔ حشر کا میدان ہوگا۔ صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ ثانیہ ہوگا، قبروں سے نکلیں گے، نسب بھول گیا ہے۔

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَ لُوْنَ o

تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

کسی سے کچھ پوچھ ہی نہیں رہے، سامنے اس قدر سر جھکائے ہوئے ہیں، اس قدر خوف طاری ہے، پوچھ ہی نہیں رہے۔ حشر کے میدان کے مختلف مراحل ہونگے۔ کہیں سوال بھی کریں گے جیسے:

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ (سورة الصفت، رقم الآية: 27)

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے۔

سوال بھی کریں گے سورۃ مومنون میں ہے کہ سوال نہیں کریں گے، تو جہاں پر افاقہ محسوس کریں گے، وہاں سوال کا ہوش آجائے گا۔ پھر پوچھیں گے لیکن یہ مقام جس وقت خوف طاری ہے، پوچھنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ سر جھکے ہوئے ہیں، کوئی پروٹوکول نہیں، تاجور پسینے میں ڈوبے ہوئے ہیں، حال ایسا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچان رہا، بیٹا باپ کو بھی نہیں پہچان رہا۔

صور پھونکنے کے بعد کا منظر

قرآن مجید کہہ رہا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ٥

(سورة يٰسين، رقم الآية: 51)

جب صور پھونکا جائے گا، قبروں سے نکل آئینگے۔ رب کی طرف دوڑنا شروع کر دینگے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا.

کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔

ہمیں کس نے اٹھا دیا ہے، ہڈیوں کو کس نے جوڑا ہے، ان ہڈیوں میں مخ کس نے بھرا ہے، یہ گوشت کس نے لگایا ہے، ہمارے ہاتھ کس نے صحیح کئے ہیں۔

مَنْۢ بَعَثَنَا ...... ہمیں کس نے اٹھایا ہے۔

مِنْ مَّرْقَدِنَا...... ہماری قبروں سے کون ہمیں اٹھا کے لے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (سورۃ یٰسین، رقم الآیۃ:52)

یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے حق فرمایا۔

اے بیوقوف لوگو! اے سادے لوگو! اے نہ جاننے والے لوگو! اسی کا تو رسول تم سے وعدہ کرتے تھے اور یہی بات تو میں بھی تم سے کہتا تھا:

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ ...... یہ رحمٰن کا وعدہ تھا، تمہیں اٹھایا جائے گا، ضرور تمہیں پیش کیا جائے گا۔ آج پوچھتے ہو کہ کون اٹھانے والا ہے، پہلے بتا دیا تھا کہ میں ہی تم کو اٹھاؤں گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (سورۃ ق، رقم الآیۃ:20)

صور پھونکا جائے گا۔

یہ دوسرا ہے۔ پہلا جو ہے وہ اس آیت میں ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

(سورۃ النمل، رقم الآیۃ:87)

اور جس دن پھونکا جائے گا صور تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں۔

صور جب پھونکا جائے گا ہر چیز پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔

دوسری آیت میں ہے (فَصَعِقَ) غشی کھا کے ہر زندہ چیز مر جائے گی۔ یہ پہلا اور اس کے چالیس سال بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ اپنے بال جھاڑتے ہوئے قبروں سے باہر نکل آئیں گے، پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔

خالق کائنات نے فرمایا:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ......(سورۃ ق، رقم الآیۃ:20)

صور پھونکا گیا۔

جب باہر نکلتے ہیں تو پوچھتے ہیں۔

ذَالِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ۔ (سورۃ ق، رقم الآیۃ:20)

یہ وعید والا دن ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔(سورۃ ق، رقم الآیۃ: 22)

ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

آج ہم نے تیری آنکھوں کے پردے اتار دیئے۔ ہم دنیا میں تجھے کہتے تھے کہ قیامت آئے گی، حشر ہوگا، نشر ہوگا تو یوں دیکھتا تھا جیسے تیری نظر ہی کمزور ہے، ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتا تھا، آج نظر بڑی تیز ہوگئی ہے۔

﴿ہر جان کے ساتھ ایک گواہ﴾

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۝ ......(سورۃ ق، رقم الآیۃ: 21)

ہر نفس آ گیا ہے اس کے ساتھ ایک سائق ہے، شہید ہے۔

سائق پیچھے سے ہانک کے لا رہا ہے۔ شہید گواہ بنا ہوا ہے۔ یا اللہ! اس نے فلاں گناہ بھی کیا ہے، فلاں گناہ بھی کیا ہے وہ ساتھ ساتھ گواہیاں دینے کو تیار ہیں۔

اس طرح جب حاضر ہو گئے ہیں۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ۝

(سورۃ ق، رقم الآیۃ: 27)

اس کے ساتھی (شیطان) نے کہا ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہ کیا ہاں یہ

آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔

تمہارا دوست جس کے پیچھے آج تم جان بھی دیتے ہو، جس کی بات مان کر نہ مسجد میں آتے ہو، نہ نماز پڑھتے ہو، نہ دین حق کی بات سنتے ہو۔ ان کے پاس بیٹھے رہتے ہو۔ وہ کہے گا یا اللہ! میں نے تو اس کو گمراہ نہیں کیا تھا، یہ خود گمراہ ہوا، میں نے اس کو نہیں بلایا تھا خود میرے پاس آ کے بیٹھتا تھا، میں نے کبھی بھی اس کو شرک کی یا فسق کی دعوت نہیں دی، یہ خود آیا تھا، میں نے اس کو نہیں بلایا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ ......(سورة ق، رقم الآية:28)

میرے پاس مت جھگڑو۔

یہاں جھگڑنا شروع کر دیا ہے۔

قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِO (سورة ق، رقم الآية:28)

میں نے وعید تم کو پہلے سنا دی تھی۔

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِO(سورة ق، رقم الآية:29)

میں باتیں بدلتا نہیں ہوں اور نہ ہی بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔

﴿حشر میں مسلمانوں کا انداز﴾

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ......(سورة القلم، رقم الآية:35)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں گے۔

نہیں، ایک حساب نہیں ہوگا۔ جو آج میرے ہیں کل ان کیلئے خصوصی انتظام ہو گا۔ جنت ان کا انتظار کر رہی ہوگی، ان کے دروازوں کو ان کا انتظار ہوگا، حشر کے میدان ان کے قدم چوم رہے ہوں گے۔

ان کا مقام اور ہے۔ کیسا مقام ہے؟ فرمایا:

﴿نیکوکار رب کے مہمان﴾

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا......(سورۃ المریم، رقم الآیۃ:85)

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔

ہم متقی لوگوں کو ڈیلی گیشن (Delegation) میں لے جائیں گے، ان کا وفد ہوگا، وہ مہمان کی شکل میں جائیں گے، ان کو مہمان بنا کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًاo

نیکوں کو جنت کی طرف جلوس کی شکل میں لے جایا جائے گا۔

حَتّٰی اِذَا جَآءُ وْھَا۔ (سورۃ الزمر رقم الآیۃ:73)

جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے۔

پہلے یہ ہے کہ جنت کو قریب کر دیا گیا۔ اب یہ ہے کہ یہ اس کی طرف پہنچے ہیں دونوں باتیں درست ہیں، اس کو قریب بھی کیا گیا۔ جس وقت جلوس سے ان کو داخل کیا جا رہا ہے۔ تھوڑا سا چل کے بھی لے جایا جا رہا ہے۔ جس طرح تم استقبال کرتے ہو، جب وہ گاڑیوں سے اتر جاتے ہیں تو آگے جا کے ان کا استقبال بھی کیا جاتا ہے، جنت کو قریب بھی کیا گیا اور پھر ان کے اعزاز کی خاطر ان کو تھوڑا سا چلایا بھی گیا ہے۔

حَتّٰی اِذَا جَآءُ وْھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ ......(سورۃ الزمر، رقم الآیۃ:73)

یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر۔

اے جنت کی طرف آنے والو! سلام ہو تم پر۔ ہم تمہیں خوش آمدید، مرحبا کہتے ہیں

جنت کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی، دروازہ مشتاق ہے، ہر دہلیز مشتاق ہے، ہر چیز مشتاق ہے، حضرت عمار کا جنت انتظار کر رہی ہے۔

یہ سارے لوگ جب آگے بڑھ رہے ہیں ان کیلئے گارڈ آف آنر (Guard of Honour) ہے۔ فرشتوں کی قطاریں ہیں جو کہہ رہی ہیں.

﴿صالحین سلامتی کے مستحق﴾

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ...... رب کی سلامتی تجھ پہ ہو۔ تم خوش رہو۔

فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ (سورة الزمر، رقم الآية: 73)

ہمیشہ کیلئے اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔

پھر دیکھو:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (سورة الحديد، رقم الآية 12)

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہے۔

وَبِاَيْمَانِهِمْ ...... تم دیکھو گے قیامت کے دن مومنوں کا مقام کیا ہے، ان کی شان کیا ہے، مومنوں کا مرتبہ کیا ہے، نور ان کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہے، آنکھیں روشن، جبینیں روشن ہیں، اعضاء روشن ہیں، اس طرح محشر کے اندر ان کا نظارہ کیا جا رہا ہے۔

نور آنکھوں میں تو چہروں پہ اجالے ہوں گے
اور مصطفےٰ والوں کے انداز نرالے ہوں گے

﴿منافقین کی حالت﴾

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ (سورة الحديد، رقم الآية: 13)

حشر کا دن وہ دن ہے، جس میں منافق بھی بولیں گے اور منافقات بھی بولیں گی۔

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا...... ایمان والوں سے وہ کہیں گے۔

انْظُرُوْنَا...... ذرا نظر کرم تو کرو، ہماری طرف دیکھو تو سہی، ہم اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں، ظلمت میں دبے جا رہے ہیں، ظلمت کے اندھیروں میں ہمارا بسیرا ہو چکا ہے، نور والو انظرونا ہمیں دیکھو تو سہی۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ...... تا کہ تمہارا کچھ نور ہم بھی لے جائیں، ہم بھی حاصل کر لیں

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ ...... (سورۃ الحدید، رقم الآیۃ: 13)

کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو۔

کہا جائے گا؟ دفع ہو جاؤ۔

دنیا میں نور مانتے نہیں تھے، آج نور کی خیرات مانگتے ہو۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

بار بار اس دن کا تذکرہ کر رہا ہے:

قیامت کب آئے گی

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔ (سورۃ انشقاق، رقم الآیۃ:1)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ (سورۃ التکویر، آیت 1)

جب سورج بے نور ہو جائے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ۔ (سورۃ الانفطار، رقم الآیۃ:1)

آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (سورۃ الفجر، رقم الآیۃ :21)

جب زمین ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ (سورة ابراهيم، رقم الآية: 48)

جس دن زمین کو تبدیل کر دیا جائے گا۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ۔ (سورة الانبياء، رقم الآية:104)

جس دن ہم آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ (سورة الزلزال، رقم الآية:1)

جس دن زمین پہ کپکپاہٹ طاری ہو جائے گی۔

فَوَرَبِّكَ۔ محبوب مجھے تمہارے رب کی قسم۔

لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ (سورة الحجر، رقم الآية : 92)

سب کو پوچھو گے، ہر ایک سے سوال ہوگا۔

یہ آج جو تمہیں تکلیف دے رہے ہیں ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے، ہر ایک سے پوچھا جائے گا جو یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔

﴿قیامت کے دن ہر ایک سے سوال﴾

خالق کائنات نے فرمایا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ○(سورة الرحمن، رقم الآية: 39)

تو اس دن گنہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔

بظاہر اس میں تعارض بنتے ہیں کہ انسان سے پوچھا جائے گا، نہ جن سے پوچھا جائے گا، کسی سے پوچھا ہی نہیں جائے گا، پھر حساب کیسے ہوگا۔ جب پوچھ ہی نہیں ہو گی تو ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

خالق کائنات نے دوسرے مقام پر فرمایا:

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O(سورة الحجر، رقم الآية:92)

(اے محبوب) تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (سورة الصفت، رقم الآية: 24)

ہم سب سے سوال کریں گے۔ فرشتو! ان کو روکو، ان سے پوچھا جائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ......(سورة يٰسين، رقم الآية: 49)

اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ۔

دنیا میں سب مل کر بیٹھتے تھے، ان کے ساتھ آ جاتے تھے، تمہیں جدا نہیں کیا جاتا تھا، ان کے صدقے تمہارا بھی گزارا ہوتا رہا، ان کے صدقے تمہارا گزارا تو ہوتا رہا لیکن آج مجرمو! جدا ہو جاؤ، سوال بھی پوچھا جائے۔

جہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ نہ جن سے سوال ہوگا نہ انسان سے سوال ہوگا۔ سوال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سوال وہ ہوتا ہے جو طلب علم کیلئے ہوتا ہے اور ایک سوال وہ ہوتا ہے جو ڈانٹ پلانے کیلئے ہوتا ہے۔ طلب علم کیلئے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن جھڑکی دینے کیلئے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O(سورة الحجر رقم الآية:92)

یہ جھڑکی بھرا سوال ہے۔

تم نے یہ کہا تھا، فلاں شام کو یہ کہا تھا، فلاں صبح کو یہ کہا تھا، لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، تو گپیں لگا رہا تھا، شراب پی رہا تھا، تو سینما گھر میں جا کے بیٹھا تھا۔ یہ سوال جھڑکی کے انداز میں ہے اور جس سوال کی نفی کی جا رہی ہے یہ وہ سوال ہے جو طلب علم کیلئے کیا جاتا ہے۔

ہر ایک سے پوچھا جائے گا، اس کا سوال ہوگا اور پھر اس کا جواب دینا پڑیگا، ہر

ایک کے بارے میں ہر لمحے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ○

(سورۃ انشقاق، رقم الآیۃ: 6)

اے آدمی بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے پھر اس سے ملنا۔ کہاں بھاگ کے جائے گا، ایک دن تو دوڑ کے میرے پاس آئے گا، میرے ساتھ ملاقات کرے گا۔

یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ......(سورۃ انفطار، رقم الآیۃ: 6)

اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔

رب کے بارے میں تجھے کس نے دھوکے میں ڈال دیا، وہ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے، پالنے والا بھی ہے اور عزتیں دینے والا بھی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ......(سورۃ الانفطار، رقم الآیۃ: 7)

تجھے پیدا بھی فرمایا، تجھے ہموار بنایا اور پھر موزوں اعضاء دیئے۔ اگر وہ ایک طرف ٹیڑھے کر دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے۔ اگر وہ تمہارے اعضاء کو الٹا بنا دیتا، کان آگے لگا دیتا، آنکھیں پیچھے لگا دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے جس نے تمہیں اتنا خوبصورت بنایا ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ

آدم علیہ السلام کو اپنی بے کیف صورت پہ بنایا۔

اتنا اس نے تمہیں نوازا ہے پھر بھی تم اس کے بارے میں بھلیکے میں پڑ گئے ہو۔ اے انسان! تجھے خدا سے کس نے بھلا دیا۔ اگر انسان سے خدا کو پیار نہ ہوتا بار بار

انسان، انسان کہہ کے اس کو آواز نہ دیتا۔

یاَاَیُّھَا الْاِنْسَانُ، یاَاَیُّھَا الْاِنْسَانُ

بار بار یہ فرمار رہا ہے کہ تجھے میں نے مخصوص بنایا ہے۔ لہٰذا کسی غلط فہمی نہ رہنا، تیاری کرلو ہر بات کا جواب دینا ہے۔

﴿قیامت کے دن کیا ہوگا؟﴾

خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ٥ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ٥ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ٥ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ٥ كَلَّا لَا وَزَرَ٥ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ......(سورۃ القیمۃ رقم الآیۃ: 7,8,9,10,11,12)

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ٥ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ٥

جس وقت آنکھیں چندھیا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ٥

چاند اور سورج کو جمع کر دیا جائے گا، چاند مغرب سے طلوع ہوتا ہے تو سورج کو بھی مغرب میں پہنچا دیا جائے گا۔

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ

اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ کر جاؤں۔

بتاؤ تو سہی کہ تم کہاں بھاگ کے جاؤ گے۔

اَیْنَ الْمَفَرُّ......

انسان کہے گا آج کہاں بھاگ کے جاؤں، کون مجھے پناہ دے۔

اللہ فرماتا ہے: كَلَّا......

آج کوئی بھی تجھے پناہ نہیں دے سکتا۔ آج کوئی تجھے پناہ میں نہیں لے سکتا۔

اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ......

آج تجھے رب کے ہاں ضرور حاضر ہونا ہے۔

اے انسان! اوراس کیلئے اگر تیاری کررہے ہو۔

﴿خوف الٰہی پر دو جنتیں﴾

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامُ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (سورۃ الرحمن، رقم الآیۃ: 46)

جو دنیا میں ڈرتا ہے کہ میں رب کے سامنے حاضر کیسے ہوں گا، کتنا بڑا حاکم ہے، کتنی قدرتوں والا ہے، اس کے کتنے مجھ پر احسانات ہیں، مجھے شرمندگی ہوگی، میں نے اس کا حکم نہ مانا، اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے میں اس کو دو جنتیں عطا فرمادوں گا، اس کو خلافت بھی دوں گا۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ:14)

یہ اس کیلئے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

جو دنیا میں میری بارگاہ کی حاضری سے ڈرتا تھا کہ میں کیسے اس کے سامنے پیش ہوں گا، اس کے ہر لحہ مجھ پر کروڑوں احسانات ہیں اور میں نے کتنی بار ناشکری کی ہے۔

جو اس سائے میں اپنے آپ کو رکھتا ہے پھر غافل نہیں ہوتا، بھٹکتا نہیں، خالق کائنات اسے جنتوں کا وارث بھی بناتا ہے اور اپنی خلافت بھی دیتا ہے۔

﴿جہنمیوں کیلئے پانی﴾

اللہ تعالیٰ نے مزید اس مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ:16)

اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

یاد کرو جب پیپ پلایا جائے گا۔

یَتَجَرَّعُهٗ......چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے گا۔

وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ......(سورة ابراهیم، رقم الآیة: 17)

مگر حلق سے نیچے نہیں اتار سکے گا۔

جہنمیوں کو پیپ پینے کو دیا جا رہا ہے۔

وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ......(سورة ابراهیم، رقم الآیة: 17)

ہر طرف سے موت آ رہی ہے

حال یہ ہے۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی......(سورة الاعلیٰ، رقم الآیة: 13)

نہ مر سکتا ہے، نہ جی سکتا ہے۔

نہ مر سکتا ہے نہ زندگی کا کوئی مزہ ہے۔ آج تو جب غم آتے ہیں، آج تو جب ہوا تیز ہوتی ہے، آج جب ماحول میں تپش آتی ہے تو کہتا ہے کہ کاش میں مر جاتا۔ ان غموں سے آزاد ہو جاتا وہاں تو مر بھی نہیں سکے گا۔

لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔(سورة الاعلیٰ، رقم الآیة: 13)

نہ مر سکتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے۔

ایسے عذاب میں مبتلا ہو چکا ہے ایسے حال میں اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ فرمایا:

جہنمیوں کا کھانا

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ......(سورة الدخان، رقم الآیة: 43)

بے شک تھور کا درخت

طَعَامُ الْاَثِیْمِ۔......گنہگار کا کھانا ہے۔

یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ......گلے ہوئے تانبے کی طرح ہے۔

يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ۔ ......(سورۃ الدخان، رقم الآیۃ: 45,46)

پیٹوں میں یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا میں پانی جوش مارتا ہے۔

گلا ہوا تانبا ہے، گلی ہوئی دھات ہے، وہ تھور کا درخت ہے، ان کو کھلایا جا رہا ہے، پلایا جا رہا ہے۔ یہ اس انداز کے ساتھ کہ ہر طرف سے موت حملہ کر رہی ہے۔ پھر

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ......(سورۃ محمد، رقم الآیۃ 15)

جب گرم پانی پلایا جائے گا تو وہ آنتوں کو کاٹ دے گا۔

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ ......(سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ: 34)

ان کا ٹھکانا سب سے برا اور وہ سب سے گمراہ۔

اس سے بری کوئی رہائش نہیں ہو سکتی کہ جس میں ہر طرف سے موت کا حملہ ہو، اتنی سختی ہے کہ ہر لمحہ جلد تبدیل ہو رہی ہے، پہلی جلتی ہے نئی دے دی جاتی ہے، آنتیں کاٹی جا رہی ہیں اور حال یہ ہے۔

جہنم میں مجرموں کی حالت

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ...... (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ: 49)

آپ مجرمین کو دیکھیں گے کہ وہ کس حال میں ہیں۔

يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔......(سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ: 49)

ان کو بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا ہے۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ......(سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ: 50)

(ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے)

تارکول سے ان کی قمیض بنائی گئی ہے تا کہ ان کو آگ بھی جلدی لگے، ان کا احاطہ بھی اچھی طرح کرتی رہے، ایسی قمیض آگ کی ان کو پہنا دی گئی ہے۔

﴿جنتیوں کے انعامات﴾

جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں رکھتے ہیں، سرکار کا حکم ماننے والے ہیں، اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًاO حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًاO وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًاO

(سورۃ النباء، رقم الآیۃ: 31,32,33)

(بے شک ڈر والوں کو کامیابی کی جگہ ہے، باغ ہیں اور انگور اور اٹھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام)

فرمایا یہ جو متقی لوگ ہیں ان کیلئے جنتیں سجا کے رکھی ہیں، وہاں پر صوفے لگے ہوئے ہیں وہاں ندیاں رواں ہیں۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا......

باغات ہیں، انگور ہیں

حال یہ ہے جہاں بیٹھا ہے، دل میں خیال آتا ہے تو پھل منہ کے قریب آجاتا ہے۔

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ (سورۃ الواقعہ، رقم الآیۃ: 17)

غلام اردگرد پھر رہے ہیں۔

خدمت کیلئے بچے ہیں، پانی پلانے کیلئے غلام ہیں، اتنا علم خدا نے ان کو دیا ہے، اتنا ہی پانی گلاس میں ڈالتے ہیں جتنی آپ کو پیاس ہوگی، جس وقت انسان پی لے اور پانی بچ جائے تو اس کو یہ بات اتنی پسند نہیں آتی، اور بچ جائے تو یہ بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ خدا نے ان وِلْـدَان کو ایسا علم دے رکھا ہے کہ جتنی پیاس ہوگی اتنا ہی وہ ڈالیں گے۔ پھر یہ بھی اہتمام ہے جس جگہ آپ بیٹھے ہوں وہیں سے چشمہ بھی پھوٹ پڑے گا۔

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًاO وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا......(سورۃ النباء، رقم الآیۃ: 32,33)

تمہارے لئے وہاں پر جوبن والیاں رکھی گئی ہیں۔

وَ کَاسًا دِهَاقًا ...... چھلکتا جام بھی موجود ہے۔

خالق کائنات نے تمہارے لئے سب سے بڑھ کر اپنا دیدار رکھا ہے۔ فرمایا ''لوگ دنیا میں میرے لئے جیتے رہے، میری بات مانتے رہے، آج ان کو مجرموں کی طرح نہیں رکھا جائے گا، ان کیلئے خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔

﴿کانوں کا صحیح استعمال﴾

جس طرح کا عمل ہے ویسے ہی اس کی جزاء ہے، کچھ عمل کانوں کے ہیں، کچھ عمل زبانوں کے ہیں، کچھ عمل آنکھوں کے ہیں۔ آج جو انسان اپنی زبان کو محفوظ رکھتا ہے، اپنے کان کو محفوظ رکھتا ہے، اپنی آنکھ کو محفوظ رکھتا ہے، اللہ ہر ایک عضو کو علیحدہ اجر دے گا۔ دیکھو اگر آج کان گندے ہو گئے، گانا بجانا کانوں میں پڑ رہا ہے، وہ شیطان کا بول ہے، بندے کے کان گندے ہو جاتے ہیں۔

﴿گانا سننے کا وبال﴾

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صَوْتُ اللَّهْوِ وَ الْغِنَاءِ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ...... (مشکوٰۃ: ص:411)

گانے بجانے کی آواز سے دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے۔

لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحاً خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْراً

(مشکوٰۃ المصابیح: ص:409 قدیمی کتب خانہ کراچی)

کوئی گانا کسی کو آتا ہو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ اس کا پیٹ پیپ سے بھر جائے۔

آج یہ لوگ جو اپنے کانوں کو گندہ کر رہے ہیں۔

مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى صَوْتِ غِنَاءٍ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ اَنْ يَّسْمَعَ الرُّحَانِيِّيْنَ

یہ روحانیوں کی آواز نہیں سن سکیں گے۔

مَنِ الرُّوحَانِيُّوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یارسول اللہ! وہ روحانی کون ہیں؟

تو فرمایا!

قُرَّاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ......(تفسیر درالمنثور سورۃ الروم رقم الآیۃ 14)

وہ جنت کے قاری ہیں۔

جنت کے قاری ہوں، قرآن پڑھ رہے ہوں، نغمہ جبریل کی تلاوت ہو رہی ہو، لفظ لفظ قرآن پڑھا جا رہا ہو، ذوق ترتیل کے انداز کیسے ہوں گے!۔ فرمایا ''چونکہ انہوں نے دنیا میں کانوں کو بچا کے رکھا تھا، کانوں کا علیحدہ انعام ہوگا۔

کان محفوظ رکھنے پر انعام

اَيْنَ عِبَادِيَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُنَزِّهُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَسْمَاعَهُمْ عَنِ اللَّهْوِ وَ مَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ

اللہ اعلان فرمائیگا! اے فرشتو!

میرے وہ بندے کہاں ہیں جو کانوں کو سنبھال کر رکھتے تھے، کانوں کو بچا کے رکھتے تھے، اپنے کانوں کو گندہ نہیں ہونے دیتے تھے، ان کو اکٹھا کرو۔

وَاَدْخِلُوْهُمْ فِيْ رِيَاضِ الْمِسْكِ......(الجامع لاحکام القرآن جلد2، ص 51)

ان کو کستوری کے باغوں میں داخل کر دو۔

وَاَسْمِعُوْهُمْ حَمْدِيْ وَشُكْرِيْ وَثَنَائِيْ

اے فرشتو! آج تم ان کو میری تسبیح سناؤ، انہوں نے دنیا میں اپنے کانوں کو فلمی ایکٹروں اور منحوس لوگوں کی آوازوں سے بچا کر رکھا تھا، آج تمہاری ڈیوٹی یہ ہے ان کو

کستوری کے ٹیلہ پہ بٹھا کے میری تسبیح ان کو سناؤ۔

اسی طرح ہر عضو کیلئے انعام ہے۔ جو آنکھ گندی جگہ سے بچتی ہے نامحرم چراگاہ میں نہیں چرتی، آنکھ کا مالک اس کو بچا کے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ایسی پاک آنکھ والو! حشر میں تمہیں اپنا دیدار عطا کر دوں گا۔

قرب خداوندی کا منفرد انداز

خالق کائنات نے ہمیں یہ فکر دی اور ہمارے سامنے اس بات کو واضح کیا کہ حساب ضرور ہوگا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ انسان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ اے انسان! تم سے گناہ ہو جاتا ہے اور جب تو گناہ میں ڈوب جائے اور گندگی میں ملوث ہو جائے تو پھر بھی مجھ سے ناامید نہ ہونا۔ اگرچہ میں نے تمہیں پیدا کیا، کھانے کو دیا، تمہیں اپنا نصاب دیا، تم نے میری بات نہ مانی، نافرمانی کر کے مجھ سے دور ہو گئے لیکن پھر بھی جب واپس ایک قدم اٹھاؤ گے تو میری رحمت دس قدم بڑھ کے آ جائے گی۔

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعاً

جو ایک بالشت میرے قریب آتا ہے میں ایک گز اس کے قریب آ جاتا ہوں۔ حالانکہ وہ قریب ہونے سے پاک ہے، وہ پہلے ہی قریب ہے، اس طرح وہ آنے سے پاک ہے۔

مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعاً

(مشکوٰۃ المصابیح باب ذکر اللہ عزوجل الفصل الاول: ص: 196)

جو ایک گز میرے قریب آتا ہے، میں دو گز اس کے قریب آ جاتا ہوں۔

وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً......

جو پیدل چل کے آتا ہے میں اپنی شان کے مطابق دوڑ کے آتا ہوں۔

وہ دوڑنے سے پاک ہے، اسی طرح دور سے قریب ہونے سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ رحمت کی کثرت بیان کر رہا کہ اے گنہگار! ٹھیک ہے تو میرا نافرمان بنا، دور چلا گیا، شیطان کے اشاروں پہ ناچتا رہا مگر آج بھی جب تو واپس پلٹا ہے تو میں تمہیں دھتکاروں گا نہیں، واپس آ کے تو دیکھ، توبہ کر کے تو دیکھ، واپس پلٹ کے آ جا۔ تو تھوڑا سا آئے گا میں زیادہ قریب ہو جاؤں گا۔

توبہ کی فضیلت

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

توبہ کر کے تو دیکھ، واپس آ کے تو دیکھ، توبہ کا معنی ہوتا ہے لوٹنا، پلٹنا، رجوع کرنا۔ انسان ایک راستہ پہ جاتا ہے، اس کو پتہ نہیں، اس نے جانا لاہور تھا وہ جا کراچی کی طرف رہا تھا، ایک گھنٹہ اس کو کراچی کے راستہ پر سفر کرتے ہو چکا تھا، کسی نے اس کو بتایا یہ راستہ تو کراچی کو جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ ضائع ہونے پر اس کو اتنا افسوس ہے۔ کہتا ہے کاش کہ میں سیدھے راستہ پر چلتا۔ افسوس بھی ہے، شرمندہ بھی ہے کہ لوگ کہیں گے اس کو پتہ نہیں کہ لاہور کا راستہ کون سا ہے؟ کراچی کا راستہ کون سا ہے؟ ایک گھنٹے پر افسوس بھی ہوتا ہے، شرمندگی بھی ہوتی ہے۔ میرے بھائی ایک گھنٹہ تو نہیں چالیس سال زندگی کے گزر گئے، پچاس سال گزر گئے، گناہوں کی راہ کے اندر ستر سال گزر گئے۔ آج تک یہ خیال ہی پیدا نہ ہوا کہ یہ حرم کا راستہ نہیں یہ تو بت کدے کا راستہ ہے، یہ رحمٰن کا راستہ نہیں یہ تو شیطان کا راستہ ہے۔ اتنے سال گزر جانے کے باوجود شرم نہیں آ رہی، کوئی افسوس بھی نہیں ہو رہا، جس کو افسوس ہوتا ہے وہ پلٹنے کی کوشش کرتا ہے، میں نے تو اور جگہ جانا تھا لیکن میں اور راستہ پہ جا رہا ہوں۔ جب ٹھہرتا ہے، واپس

منہ کرتا ہے، ابھی واپس پہنچا نہیں، رجوع کا ارادہ کیا ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ''آ تو صحیح، رحمت تیرے استقبال کو کھڑی ہے'' حالانکہ اس کا قبول کر لینا ہی کافی تھا کہ اس گنہگار نے نافرمانی کی، سرکشی کی ہے، آج واپس لوٹا ہے۔ اس کا کھاتا رہا، اس کا پیتا رہا، اس کی ناشکری کی ہے، اگر وہ صرف قبول ہی کر لے تو یہ بھی بڑا احسان ہے لیکن وہ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ...... (سورة البقره، رقم الآية: 222)

(بے شک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو)

اے لوگو! واپس لوٹو گے تو تمہاری توبہ صرف قبول ہی نہیں کروں گا بلکہ تمہیں محبوب بھی بنا لوں گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورة البقره، رقم الآية: 222)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پیار کرتا ہے۔

یہ گناہوں میں لتھڑا ہوا انسان جب واپس پلٹا ہے، خدا نے یہ نہیں کہا پیچھے ہٹ جاؤ اتنی دیر کہاں رہے ہو، اب تمہیں یاد آیا۔ جونہی شرمندہ ہوا ہے، واپس آیا ہے، اللہ کی رحمت نے گلے سے لگا لیا ہے۔

غیرتِ خداوندی کیا ہے؟

بات بڑی عجیب سی ہے خالقِ کائنات کا اس طرح قبول کر لینا ہی کافی تھا لیکن حال کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ (مشکوٰۃ المصابیح، باب اللعان الفصل الاول ص: 287)

کہ حضرت سعد کی غیرت کی بات کرتے ہو۔

وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ......

میں حضرت سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں۔

وَاللّٰہِ اَغْیَرُ مِنِّیْ......

اور مجھ سے میرا رب زیادہ غیرت والا ہے۔

صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیرت تو ایک انسانی صفت ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے بارے میں بندہ یہ چاہتا ہے کہ کسی اور کے سامنے یہ واضح نہ ہوں، ان پر اس کی غیرت ہوتی ہے جیسے اپنے خاص خاص رشتوں کے بارے میں۔ اللہ کی غیرت کیا ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ اَجْلِ غَیْرَۃِ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب اللعان ،الفصل الاول :ص: 286)

میرے خدا کی غیرت یہ ہے۔ وہ کہتا ہے لوگو! پیدا تمہیں میں نے کیا اور کھڑا تمہیں شیطان کے [illegible] یھا ہوں، یہ میری غیرت پہ حملہ ہے۔ پیدا تم کو میں نے کیا ہے، کھانے کو تمہیں میں دیتا ہوں، باتیں تم شیطان کی مانتے ہو۔ میں نے حکم دیا، میرا حکم نہیں مانتے، اس کے اشاروں پہ چلتے ہو، اس کی باتیں مانتے ہو۔ جس کو تم اپنا خادم بنا لیتے ہو اس کو تم تھوڑا سا کھانے کو دیتے ہو، تھوڑا سا اس کو پینے کو دیتے ہو، تھوڑی سی اس کو تنخواہ دیتے ہو، اسے کہہ دیتے ہو باقی سب کچھ کرتا رہے لیکن فلاں ادارے میں نہیں جا سکتا، وہ ہمارے دشمن کا ادارہ ہے، ان چوہدریوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتا وہ ہمارے دشمن ہیں اور سب کچھ کرتا رہے، ہر جگہ پھرتا رہے مگر اس گلی میں نہیں جا سکتا، ہمارے دشمن ہیں، تو کبھی بھی ان کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا، کبھی بھی ان کے ساتھ ہنس نہیں سکتا، کبھی بھی ان کے ساتھ معاملہ نہیں کر سکتا۔ تم اپنے خادم سے، جس کو تھوڑا سا دیتے ہو، یہ مطالبہ کرتے ہو۔

اللہ فرماتا ہے میں نے تمہیں تھوڑا سا تو نہیں دیا، سب کچھ تمہارے لئے بنایا ہے، تم کیوں میرے دشمن کے ساتھ پینگیں چڑھاتے ہیں، ان کے پاس جا کے بیٹھ جاتے ہو، ان کے ساتھ معانقہ کرتے ہو، شیطان کے ساتھ جا کر خوشیاں مناتے ہو، یہ میری غیرت کا مسئلہ ہے۔ جب بندے میرے ہو تو بات بھی میری ہی مانا کرو۔ اتنا سخت معاملہ تھا اس سے واپس لیکن جب انسان پلٹا، اس نے رجوع کیا تو خالق کائنات کی رحمت نے بڑھ کے اس کا استقبال کیا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا:

اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار الفصل الثالث ص: 206)

جس نے پکی توبہ کر لی اس نے گویا کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا، اس کا کوئی گناہ ہی نہیں تھا۔ میرے بھائیو!

فکر آخرت کا یہ مرحلہ ہمارے لئے بڑا قیمتی ہے۔ آؤ اپنے سارے اعمال اور اپنے سارے گناہوں کو یاد کرتے ہوئے اس وقت توبہ کر لیں، اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگ لیں، توبہ کر لیں، جو جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کو شمار تو کریں۔

﴿مومن اور منافق میں فرق﴾

محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

مومن اور منافق میں یہ فرق ہے کہ گناہ تو دونوں سے ہو جاتا ہے مگر مومن سے جب گناہ ہو جائے تو گناہ کے بعد لمبی تان کے سو نہیں جاتا، پریشان ہوتا ہے، پشیمان ہوتا ہے۔ تھر تھر کانپتا ہے، اشک بہاتا ہے، وہ اس میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ کیسے؟

فرمایا:

كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَّخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ

(الصحيح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة رقم الحديث : 5833)

پہاڑ سے کوئی بھاری پتھر نیچے آ رہا ہو، نیچے ایک بندہ جکڑا ہوا پڑا ہو، وہ دیکھ رہا ہے کہ پتھر بالکل میرے اوپر آ رہا ہے، اگر مجھ پہ گر پڑا تو میری ایک ہڈی بھی باقی نہیں بچے گی، کوئی نشان باقی نہیں بچے گا، اتنا بھاری پتھر ہے، وہ روتا ہے، چلاتا ہے، کوئی مجھے اٹھائے اور اس بھاری پتھر کے نیچے آنے سے دور کر دے۔ فرمایا جب بندہ مومن سے گناہ ہو جائے تو اس کا ہاضمہ تیز نہیں ہوتا کہ گناہ کرتا رہے، کبھی توبہ ہی نہ کرے، کبھی معافی نہ مانگے، وہ دن کے گناہ، رات کے گناہ، ہفتے کے گناہ، مہینے کے گناہ وہ شمار ہی نہیں کرتا۔ بڑے گناہوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ فرمایا مومن کی یہ شان نہیں ہو سکتی اس سے اگر چھوٹا سا گناہ بھی ہو جائے تو توبہ کیلئے تڑپ جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ گناہ اگرچہ چھوٹا سا ہے مگر یہ بھاری پتھر ہے، اگر یہ میرے اوپر گر پڑا تو میری ایک ہڈی بھی باقی نہیں بچے گی۔

اِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلٰى اَنْفِهٖ

(الصحيح البخاری کتاب الدعوات باب التوبة رقم الحديث : 5833)

سرکار ﷺ فرماتے ہیں منافق یوں ہے کہ وہ گناہ کو مکھی سمجھتا ہے، ناک پہ بیٹھی اور اس نے ہاتھ سے اڑا دی، نہ اس کی توبہ کرتا ہے نہ اس کا حساب کرتا ہے۔

ہم نے یہ سوچنا ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہے؟ ہمارا اسلوب کیا ہے؟ ہمارا طریقہ کیا ہے؟ اگر معاذ اللہ ہم سے گناہ ہو جائے تو اس وقت ہماری حالت کیا ہوتی ہے؟ کیا ہم فوراً توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ اللہ کو پکارتے ہیں، اشک بہاتے ہیں یا ہمیں کوئی خبر ہی نہیں ہوتی، گناہ تہہ در تہہ جمع ہو رہے ہیں، اگر ایسا معاملہ ہے تو پھر اس "عملی نفاق" سے پیچھے ہٹنے کیلئے توبہ کر لینی چاہئے۔

خالق کائنات کے محبوب علیہ السلام نے بندہ مومن کا یہ شعار بتایا ہے۔ فرمایا وہ گناہوں کو ہضم نہیں کرتا، معمولی نہیں سمجھتا بلکہ اس کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے توبہ کرتا ہے۔ سرکار فرماتے ہیں کہ جس نے آنکھ سے ایک اشک بہایا اگرچہ مکھی کے سر جتنا تھا، اللہ نے اس رخسار کو جہنم پہ حرام فرمادیا۔

﴿رب کے ہاں رونے کا مقام﴾

چھوٹا سا آنسو، مکھی کے سر جتنا آنسو، وہ بھی اتنا کام کر جائے گا اور اگر کسی جگہ تنہائی میں بیٹھ کر آنسو برسنے لگیں اور آواز پیدا ہو جائے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَاَ نِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ زَجْلِ الْمُسَبِّحِیْنَ

(التفسیر روح المعانی سورۃ القدر رقم الآیۃ:4)

فرمایا تسبیح کرنے والے کی تسبیح کی آواز ملنے سے ایک رمک پیدا ہوتی ہے، ایک آواز کی لہر پیدا ہوتی ہے، اللہ کو اس رونے کی آواز اچھی لگتی ہے جو ریا سے نہیں بلکہ اس کے ڈر سے رونے پر پیدا ہو۔ خالق کائنات اس کو اتنا پسند کرتا ہے کہ تسبیح کی آواز کو بھی اتنا پسند نہیں کرتا۔

﴿پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو﴾

عَنْ عَمْرِ وَ بْنِ مَیْمُوْنِ نِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّ ھُوَ یَعِظُہٗ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ھَرَمِکَ وَ صِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ حَیٰوتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق الفصل الثانی: ص: 441 قدیمی کتاب خانہ کراچی)

آج وقت ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہمارے سامنے ہے۔

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ...... پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو۔

اس بھروسے پہ نہ رہو کہ اب جوان ہیں، بوڑھے ہوں گے تو نمازی بن جائیں گے، بوڑھے ہونگے تو روزے رکھا کریں گے، بوڑھے ہوں گے تو داڑھی رکھ لیں گے، بوڑھے ہوں گے تو اسلامی رنگ لے آئیں گے۔ کس نے تمہیں بتایا ہے کہ تم بوڑھے ہو گے، دوسری سانس کا بھی کوئی پتہ نہیں، کوئی پتہ نہیں کل کے دن کا بھی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ۔

پانچ چیزوں کے آجانے سے پہلے پانچ کو غنیمت سمجھو کیا۔

(1)

جوانی بڑھاپے سے پہلے غنیمت

شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ......

جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو۔

آج جوان ہو، صحت اچھی ہے، جی بھر کے قیام کر سکتے ہو اور سجدے کر سکتے ہو، نفلی روزے بھی رکھ سکتے ہو، جہاد بھی کر سکتے ہو، اپنی اس جوانی کو بے لگام نہ رکھو۔ تقویٰ کے سائے کے نیچے لے آؤ۔ جس وقت تقوے کے سائے کے نیچے لاؤ گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سات خوش نصیب

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ

(الصحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ بالیمین جلد1، ص: 191 رقم الحدیث:1334)

فرمایا ”سات انسان وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے کے

نیچے جگہ عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک

"شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ "

وہ جوان ہے جس نے ابھرتی جوانی تقوے کے سائے میں گزاری ہے۔

جس نے جوانی کو رسوا نہیں ہونے دیا، اپنی جوانی کو بے لگام نہیں ہونے دیا۔ جوان تھا پھر بھی متقی تھا، پرہیز گار تھا، اس کی ادائیں نیکوں والی تھیں، وہ اپنی جوانی کو لگام دے کے زندگی بسر کرتا رہا۔ فرمایا" یہ جوان اتنا عظیم انسان ہے کہ بڑے بڑے تاجور جہنم اور محشر کی گرمی میں جھلس رہے ہوں گے مگر یہ جوان اللہ کے سائے کے مزے لوٹ رہا ہو گا۔

(2)

﴿صحت بیماری سے پہلے غنیمت﴾

صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ......

اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو، کیا پتہ کل تمہاری کمر جھک ہی نہ سکے، ایسا کوئی مرض لگ جائے۔ آج جب جھک سکتی ہے تو اسے اللہ کی بارگاہ میں جھکاؤ۔ کیا خبر ہے کل تمہارا وضو ہی نہ رہ سکے، کیا خبر کل تم بیٹھ ہی نہ سکو، اتنے درد میں مبتلا ہو جاؤ۔ لہٰذا اپنی صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو، اپنی صحت کو جو اللہ نے تم کو دی ہے شیطان کی راہوں میں صرف کرنا اچھا نہیں ہے، رحمان کی وادیوں میں صرف کرلیں تو کتنا اچھا ہے۔

(3)

﴿غنیٰ فقر سے پہلے غنیمت﴾

غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ......

اپنی دولت کو بھوکا ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ وہ وقت آجائے کہ دولت پاس نہ

رہے دولت تو ڈھلتا سایہ ہے کیا پتہ کل یہ تیرے پاس نہ رہے۔ ایسا کیس بن جائے، ایسی بیماریاں آجائیں، ایک درہم بھی تیرے پاس نہ رہے، ایک پیسہ بھی تیرے پاس نہ رہے۔ لہٰذا اس فقر کے آجانے سے پہلے اپنی اس دولت کو غنیمت سمجھو، اس کو خرچ کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کرلو۔

(4)

﴿فراغت مشغول سے پہلے غنیمت﴾

فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ......

اپنے فارغ ہونے کو مشغول ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ کل اس سے ڈبل مصروفیت آجائے، کل رات کو بھی تمہیں آرام کرنے کا وقت نہ ملے۔ آج وقت ہے اپنی فراغت کو مشغول ہونے سے پہلے غنیمت سمجھو۔ کوئی پتہ نہیں عذاب یا مشقت آجائے، کتنے کام آجائیں، کتنی الجھنیں آجائیں، کتنی مصیبتوں کے طوفان تمہیں نیست و نابود کردیں۔ اس سے پہلے یہ وقت جو آج تمہارے پاس ہے اس کو غنیمت سمجھو، اس کو گپوں میں، واہیات باتوں میں نہیں ضائع کرو، رزق حلال حاصل کرنے میں گزار دو اور اللہ کی عبادت میں گزار دو۔

(5)

﴿حیات موت سے پہلے غنیمت﴾

حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ......

فرمایا ''اپنی حیات کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی ایک پرائی چیز ہے، موت سے پہلے اس کو غنیمت سمجھو۔

موت کا تصور

جامع ترمذی میں حدیث شریف ہے:

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَایَ النَّاسَ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کچھ صحابہ کرام کو دیکھا۔

کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ ...... ان کی باچھیں کھلی ہوئی ہیں، وہ ہنس رہے ہیں، شاید کوئی نومسلم اور ابتدائی مراحل والے لوگ ہوں گے۔ جب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّا اَرٰی

(مشکوٰۃ المصابیح باب البکاء و الخوف الفصل الثانی ص: 457)

(السنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ و الرقائق باب ما جاء فی صفۃ الاوانی الحوض رقم الحدیث: 2384)

اے میرے صحابہ کاش اس چیز کو یاد رکھتے جو انسان کے پرخچے اڑا دیتی ہے، جو انسان کی شہوتوں کو ملیامیٹ کرتی ہے۔ کاش تم اس کو یاد رکھتے تو میں تمہیں اس حالت میں نہ دیکھتا جس میں میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ وہ چوری نہیں کر رہے تھے، ڈاکہ نہیں ڈال رہے تھے، کسی برائی میں مصروف نہیں تھے، صرف معمولی سی غفلت میں دیکھا، ہنس رہے تھے۔ فرمایا میرے صحابہ تمہیں خبر نہیں ہے کہ

ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ ...... کیا چیز ہے؟ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَوْتِ ...... وہ موت ہے جو لذتوں کے پرخچے اڑا دیتی ہے، موت کا تصور انسان کو انجمن میں بھی تنہا بنا دیتا ہے، انسان کے سارے مزے کرکرے ہو جاتے ہیں، ساری شہوتوں کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے، انسان موت کو یاد کرتا ہے، پھر ہنسنا بھول جاتا ہے، رونا اس کو یاد آ جاتا ہے۔ اگر تم موت کو یاد کرتے ہوتے تو میں تمہیں یوں نہ دیکھتا۔ موت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان موت موت کرتا رہے۔

نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اجنبی سمجھے، پردیسی سمجھے، اپنے آپ کو چند دنوں کا مہمان سمجھے، ہر سانس آخری سانس سمجھے، ہر دن آخری دن سمجھے، ہر رات آخری رات سمجھے، ہر نماز آخری نماز سمجھے، ہر اجتماع آخری اجتماع سمجھے، ہر کارِ خیر آخری سمجھے اور جب آخری سمجھے گا تو پھر یہ کہے گا، آج تو جی بھر کے جاگ لوں، آج تو جی بھر کے صدقہ کر لوں، آج تو جی بھر کے پڑھ لوں، آج تو جی بھر کے اپنے رب کو راضی کر لوں۔ روزانہ ہر لمحے کو جب یوں یاد رکھتا ہے تو پھر اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔

﴿دل زنگ آلود﴾

محبوب علیہ السلام ارشاد فرما رہے تھے:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَاُ الْحَدِيْدُ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث ص: 189)

لوگو دلوں کو زنگ لگتا ہے جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے۔

لوہے کو زنگ کیسے لگتا ہے۔

اِذَا اَصَابَهُ الْمَآءُ

جب لوہے کو پانی لگتا ہے تو لوہے کو زنگ لگتا ہے۔ لوہا جو پہلے چمکیلا تھا زنگ سے بے نور ہو گیا۔ وہ لوہا جو پہلے لاکھوں ٹن وزن اٹھا سکتا تھا، زنگ سے جل کے راکھ ہو گیا، اب ایک چھٹانک بھی وزن اٹھا نہیں سکتا۔ یہ محبوب علیہ السلام کا اندازِ تمثیل ہے کہ غیر محسوس کو محسوس چیز سے تشبیہ دے کر مسئلہ سمجھا دیتے تھے۔ فرمایا "لوہے کا زنگ جسے آنکھوں سے تم دیکھتے ہو، ایسے ہی دل کو بھی زنگ لگتا ہے جسے تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اے میرے صحابہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ یہ محبوب علیہ السلام کا ہم پہ کتنا احسان ہے، کوئی سائنس قیامت تک ایسا آلہ ایجاد نہیں کر سکتی جس سے دل کے زنگ

کا پتہ چل سکتا ہو، جس سے دل کی سختی معلوم ہو سکتی ہو، یہ آقا علیہ السلام کا احسان ہے۔ آپ نے فرما دیا لوہے کو جب پانی لگتا ہے تو لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، ایسے ہی دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے۔

ہر بچے کی ولادت فطرت اسلام پر

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

۱ (بخاری) کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۳۸۵)

ہر بچہ فطرت پر تھا، ہر ایک کا دل روشن تھا، اللہ نے جب تجھے بھیجا اس وقت دل اتنا صاف تھا کہ اگر آلودگی سے بچا رہتا تو وہ دل

- ☆ ایک ولی کا دل تھا
- ☆ قطب کا دل تھا
- ☆ وہ غوث کا دل تھا
- ☆ وہ دل محدث، مفکر اور فقیہ کا دل تھا
- ☆ وہ دل مصلح اور مجتہد کا دل تھا

لیکن جس وقت بالغ ہونے کے بعد بندے نے پہلا گناہ کیا، دل پہ داغ پیدا ہوا۔ اگر توبہ کر لی تو داغ ختم ہو جائے گا، اگر اس نے توبہ نہیں کی تو وہ گناہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو گیا، یہ وہ نقصان ہے جس کا ہمیں پتہ نہیں چلتا۔ وہ کاشانۂ نور جس سے اللہ کے جلوے بھی دیکھے جا سکتے تھے، وہ بندے کا دل جو اللہ کے عرش کی تحریر کا عکس سمو سکتا تھا اس دل میں گناہوں کی نحوست کی وجہ سے جس وقت اندھیرے بڑھتے گئے وہ دل سیاہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ پورا سیاہ ہو گیا۔ وہاں لوہے کو پانی لگا تھا، یہاں شیطان کا گندہ پانی آیا ہے، کچھ کانوں سے داخل ہوا، کچھ آنکھوں سے داخل ہوا،

کچھ ہاتھوں سے داخل ہوا، کچھ قدموں سے داخل ہوا۔ یہ دل اللہ نے نورانی بنایا تھا گانے سن سن کے اس کو سیاہ کر دیا، نامحرم کو دیکھ دیکھ کے اس کو بے نور کر دیا۔ کم تول کے، کم ناپ کے، لوگوں پہ ظلم کر کے ہم نے اس کو تاریک بنا دیا۔ پاک محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جیسے لوہا جب زنگ سے بچا تھا اس سے تم چہرہ بھی دیکھ سکتے تھے، ایسے ہی دل بھی اتنا ہی نورانی تھا اس سے بھی جلوے نظر آتے تھے۔ وہاں اور پانی پہنچا، یہاں اور پانی پہنچا، وہاں کیا رہ گیا، وہ راکھ بن گیا، ایک چھٹانک وزن بھی نہیں اٹھا سکتے۔ اے مومن تیرا دل تو زمانے کے بوجھ اٹھا سکتا تھا، اب کیوں تو زمانے کیلئے بوجھ بن گیا۔

دل کا زنگ اتارنے کا نسخہ

وہ دل جو پاک وصاف تھا، اللہ نے تحفہ دیا تھا، اس کی حفاظت نہ ہو سکی، وہ بے نور ہو گیا۔ ہائے تڑپ پیدا ہوئی، اب دل کو کیسے صاف کریں، کیا ریگ مال استعمال کریں، کیا دوائی استعمال کریں کہ اندر سے وہ دل صاف ہو جائے، جب انسانیت تڑپی تو میرے محبوب علیہ السلام نے نسخہ بتا دیا۔ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے تاریک دل پھر نور کا کاشانہ بن جاتا ہے کیا کیا؟ فرمایا:

كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ

موت کو کثرت سے یاد رکھو اور تلاوت قرآن مجید کرو، دل نور کا مرکز بن جائے گا۔

انسان کے ظاہر کا اثر باطن پہ ہوتا ہے، باطن کا اثر ظاہر پہ ہوتا ہے۔

ظاہر کا باطن پہ اثر

سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ (والصحیح انہ موقوف)

(تفسیر ابن کثیر سورۃ الفتح رقم الآیۃ :29 ص 219، مکتبہ حقانی)......

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی قیام اللیل رقم الحدیث :1323)......

جو رات کو چھپ چھپ کے نمازیں زیادہ پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔ ہمیں کسی بناؤ سنگھار کی کیا ضرورت ہے جیسے رات کی نمازیں باطن کا نور ظاہر کرتی ہیں ایسے ہی ظاہر کی نیکی باطن میں چلی جاتی ہے۔ تلاوت کرنا زبان کا فعل ہے مگر ضرب دل پہ لگتی ہے، سیاہی دل کی اترتی ہے، نور دل کا بڑھتا ہے۔ میں قربان جاؤں قرآن کے فیض کے کہ دار العلوم جامعہ جلالیہ ایسا مرکز ہے جہاں دن رات اللہ کے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، نغمہ جبریل پڑھا جاتا ہے، ایسے مراکز میں آ جانا ہی رحمتوں کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ رحمتوں کی رم جھم جاری ہوتی ہے اور اس ماحول میں ایک ایک لفظ سے دل کا زنگ اترتا ہے، دل کا میل ختم ہو جاتا ہے۔ یہ عمل ظاہر میں تھا فائدہ باطن پہ ہوتا ہے۔

میری بات یاد رکھنا اس دل سے مراد یہ لوتھڑا نہیں، یہ خون کا ٹکڑا نہیں، یہ تو بکری میں بھی ہے، یہ تو گائے میں بھی ہے، فرق کیا ہے؟ وہ دنیا کی امانتیں جو پہاڑ بھی نہ اٹھا سکا اے انسان تو نے اٹھائی ہیں اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ اس سے مراد یہ دل نہیں ہے، یہ تڑپنے والا مخروطی قسم کا عضو نہیں ہے، وہ کیا ہے؟ وہ ایک صفت ہے جو اس دل کے ساتھ قائم ہے۔

کیسے؟ جیسے عالم کے ساتھ علم قائم ہوتا ہے، قاری کے ساتھ قرأت قائم ہوتی ہے، قاضی کے ساتھ عدالت قائم ہوتی ہے۔ ایسا ایک لطیفہ ربانیہ ہے جو اس تڑپتے دل کے ساتھ قائم ہے۔ حقیقی دل کو دیکھ بھی نہیں سکتے چہ جائیکہ اس کے مرض کی پہچان

کر سکیں۔ ماہ مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے ہم پہ کتنے احسان ہیں، آپ نے ہمیں وہ دکھا دیا ہے جو سینہ چیر کے بھی ہم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ مرض بتا دیا ہے جس کا کبھی پتہ ہی نہیں چل سکتا تھا۔ وہ علاج بتا دیا ہے جس کی کبھی خبر نہیں ہو سکتی تھی۔ کتنی بیوفائی ہو گی، کتنی بے رخی ہو گی، ہمیں علاج بھی مل جائے، دوائی بھی مل جائے، ہم پھر بھی دوائی کو استعمال نہ کریں، پھر بھی دوائی کو ترک کر دیں، ہم شہوتوں میں لگے رہیں۔ پاک محبوب علیہ السلام حشر کے دن ناراض ہوں گے۔ علاج نہ آتا یا اس علاج کا ہمیں پتہ نہ چلتا۔ جب سب کچھ ہمیں پتہ چل گیا ہے تو آخرت کی فکر یہ آواز دے رہی ہے کہ اب دل میں یہ عزم صمیم ہونا چاہیے ہر وقت انسان اپنے سر پر تلوار لٹکتی محسوس کرتا رہے۔ جوں جوں یہ بات اس کے دماغ میں پختہ ہوتی جائے گی اس کے ساتھ ہی دل روشن ہوتا جائے گا۔

یہ انسان گناہوں کو شمار کرے، موت کو یاد رکھے تو اس سے توبہ کا پھول کھلے گا۔ توبہ کا پھول کھلا تو جنت کی بہار ملے گی۔ اگر انسان شہوتوں میں ڈوبا رہا، اس سے جہنم کے کانٹے بنیں گے، جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ دنیا ایک فریب ہے، دھوکہ ہے، دنیا کچھ بھی نہیں۔

موت کے سامنے دنیا کی حقیقت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا تھا:

لَوْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی آخِرِھَا اُوْتِیْھَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ جَاءَہُ الْمَوْتُ

اگر ایک انسان اتنی بڑی نعمتیں لے لے، اتنا اللہ اس کو ملک عطا فرمائے، اول سے لے کر آخر تک پوری کائنات اس کے پاس آ جائے۔ ساری نعمتیں، ساری کوٹھیاں، ساری کاریں، سارے بنگلے، سارے کارخانے، ساری زمینیں اس کی بن

جائیں پھر جب اس کو موت آئے گی تو وہ ان چیزوں کو کیا سمجھے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَكَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ رَأىٰ فِيْ مَنَامِهٖ مَا يَسُرُّهٗ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَإِذَا لَيْسَ فِيْ يَدِهٖ شَيْئٌ

(مدارج السالکین، بیروت جلد3، ص 293)

فرمایا ''یہ اس آدمی کی طرح ہے جو سویا ہوا تھا، خواب دیکھ رہا تھا کہ مجھے کار بھی ملی، مجھے کوٹھی بھی ملی، مجھے پلاٹ بھی ملا، مجھے کارخانہ بھی ملا۔ بڑا خوش تھا لیکن جب بیدار ہوا ہے تو ہاتھ میں نہ کار ہے، نہ کوٹھی ہے، ہاتھ میں نہ پلاٹ ہے، نہ کارخانہ ہے کوئی شئی بھی نہیں اور بالکل ہاتھ خالی ہے اور خواب خار ثابت ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہنے لگے اے دنیا میں رہنے والو! اس دنیا کو پھول نہ سمجھو، محض ایک فریب اور فراڈ ہے، یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ وہ خواب ہے جس سے اس وقت جاگو گے جب موت آئے گی۔ اس وقت بیداری ہوگی پھر کچھ کرنے کیلئے وقت نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے جاگ لو پھر وہ موت زندگی بن جائے گی۔ اگر آج ہم نے تیاری نہ کی تو پھر وہ موت موت ہوگی لیکن آج جس نے شہوتوں کو مار دیا، اپنے آپ کو اس دن موت سے زندہ کرے گا۔ حال یہ ہوگا:

تخم گل کی آنکھ زیر خواب بھی بے خواب ہے
کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے
سردی گرمی سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں
پھول بن کے اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں یہ اپنی کمند
موت تجدید متاع زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

یہ تب حاصل ہوگا جب آج ہم دنیا کو اس طرح سمجھیں گے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ قرآن کی آیت کی تفسیر کر رہے ہیں:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ...... (سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 77)

یہ ساری دنیا کتنی بھی ہو، قلیل ہے۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 77)

آخرت میں جھنڈا متقی لوگوں کا لہرائے گا۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے سایہ رحمت میں بٹھائے، آخرت ان کی ہوگی لہٰذا ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے اور فیصلہ کر لینا چاہیے ہم قلیل لینا چاہتے ہیں یا کثیر لینا چاہتے ہیں۔ روزانہ دکانوں پر اپنے کیلکولیٹروں سے حساب کرنے والو، کبھی بھی قلیل کو تم پسند نہیں کرتے، کثیر ہی مانگتے ہو۔ ایک کثیر اور قلیل قرآن بھی بتا رہا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ......

یہ پوری کائنات کی متاع قلیل ہے، آخرت کثیر ہے۔ یہ آخرت کثیر بھی ہمیں لینا چاہیے، اس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ کاروبار سب کچھ جائز ہے، برحق ہے، اس کا حق ادا کرو، اس کے جو اسلامی حقوق ہیں ان کو پورا کرو، نماز کو قضا نہ ہونے دو۔

خدا کی قسم! کسب حلال میں گزرا ہوا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں شمار ہوگا اور اگر یہ حقوق ادا نہ کئے گئے تو پھر یہ کاروبار انسان کیلئے وبال بن جائے گا۔

آخر میں اپنی گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے گفتگو کو سمیٹ رہا ہوں۔

﴿سچی توبہ کے اثرات﴾

آخرت کی فکر کے لحاظ سے ہمارے پاس سہارا توبہ ہے۔توبہ کے اسباب کیا ہونے چاہئیں۔جس وقت ہم توبہ کریں گے تو کیا ملے گا اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

خالق کائنات کے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ.....

(مشکوٰۃ المصابیع باب استغفار و التوبة الفصل الثالث :ص 206)

جس نے گناہ سے پکی توبہ کر لی اس نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَدَّلْتُ سَیِّاٰءَ تِکُمْ حَسَنَاتٍ......

(مشکوٰۃ المصابیع باب لیلة القدر الفصل الثالث:ص: 183)

جتنے گناہ تھے اتنی نیکیاں بھی دے رہا ہوں، واپس پلٹو تو سہی۔

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ...... (سورۃ الذاریات،رقم الآیة: 50)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف تم دیکھو تو سہی، وہ بندے کی توبہ سے کتنا خوش ہوتا ہے حالانکہ جب کوئی توبہ کرے گا تو اسے کیا ملے گا۔محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ''اگر ساری کائنات کے لوگ سب سے بڑے متقی انسان کے دل پر آ جائیں پھر بھی یہ سارے اللہ کے ملک میں اتنا بھی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر سارے برے ہو جائیں پھر بھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔

لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا زَادَ ذَالِكَ فِیْ مُلْكِیْ شَيْئاً يَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ آخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُّلْكِیْ شَيْئاً

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار الفصل الاول ،ص 203)

اس کے باوجود اے پیارے انسان! تو اس کی طرف جاتا ہے وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اس خوشی کے بیان کرنے کا کوئی معیار ہی نہیں ہے۔

تائب سے رب کے خوش ہونے کا حسین انداز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں بیٹھے ہیں فرمایا ''میرے صحابہ تمہیں پتہ ہے جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ کتنا خوش ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ بیان فرمادیں۔ دیکھیں انداز کتنا حسین ہے، میرے محبوب علیہ السلام نے مثال دے کے مسئلہ حل فرمادیا۔ فرمایا

نَزَلَ رَجُلٌ بِاَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُّهْلِكَةٍ ......

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث :ص:205)

ایک انسان صحرا کے اندر سفر کررہا تھا، وہ لق ودق صحرا تھا کئی دنوں کے بعد آبادی کا کوئی نشان تھا، ریت ہی ریت تھی، ایسے صحرا میں اپنی اونٹنی پہ بیٹھا وہ سفر کررہا تھا۔

مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ......

اونٹنی پہ بیٹھا ہے کھانا بھی ساتھ ہے، پینے کا بندوبست بھی ہے۔ صحرا میں مہینوں کا سفر ہے، اونٹنی چلے گی سفر طے ہوگا۔ جارہا تھا راستے میں اس نے چاہا کہ میں آرام کرلوں، وہ لیٹ گیا۔

نَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ قَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ

وہ آرام کرنے کیلئے ایک درخت کے نیچے سویا ہے جب وہ بیدار ہوا تو اونٹنی بھاگ چکی تھی۔ اس نے اونٹنی کو ڈھونڈنا شروع کر دیا لیکن اونٹنی ملتی نہیں، اس کو موت منہ کھولے نظر آتی ہے، اگر میں دوڑتا ہوں تو پھر بھی رستے میں ہی مر جاؤں گا، کئی مہینوں تک یہ صحرا عبور نہیں ہو سکے گا۔

حَتّٰی اِذَا اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْ مَاشَآءَ اللّٰهُ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث :ص:205)

یہاں تک کہ دوڑ دوڑ کے اس کو بھوک بھی لگ گئی ہے، پیاس بھی لگ گئی ہے، گرمی سے ہانپ رہا ہے، اب اس کو یقین ہو گیا کہ میری موت طے شدہ ہے۔ اونٹنی ملے گی نہیں، مجھے پانی ملے گا، نہ کھانا ملے گا۔ اب میں اس صحرا سے باہر نہیں نکل سکتا، میں نے یہاں سے چل کے زندگی کو تلاش کرنا تھا یہ صحرا میرا قبرستان بن جائے گا، وہ کہتا ہے:

اَرْجِعُ اِلٰی مَکَانِیْ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ......

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث :ص:206)

میں واپس جا کے اسی جگہ سو جاتا ہوں جہاں پہلے سویا ہوا تھا۔ اس کے دل میں یہ ارادہ تھا کہ راستہ تو مہینوں کا ہے، مہینوں کے بعد کوئی گزرا تو میری ہڈیوں کو سپرد خاک کر دے گا۔ مجھے زیر زمین کر دے گا۔ میں راستے پہ سوتا ہوں کوئی میری لاش کو دیکھ کر مجھ پہ مٹی تو ڈال دے گا، اب وہ پلٹا ہے، کیسے قدم اس بندے کے اٹھ رہے ہیں۔

فَاَنَامَ حَتّٰی اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰی سَاعِدِهٖ لِیَمُوْتَ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث :ص:206)

موت کی تیاری میں ہے مرنے کیلئے اپنا سر اپنی کہنی پہ رکھتا ہے، سوتا ہے، اے

رات کو آرام سے سونے والو کون ایسا ہے جو مرنے کیلئے سوتا ہو، یہ سوتا ہے۔

لِيَمُوْتَ...... تاکہ مر جائے۔

مستقبل تاریک ہو گیا، زندگی ویران ہو گئی، گلستان اجڑ گیا، ساری بہاریں خزاں رسیدہ ہو گئیں۔

اب یہ موت کے انتظار میں اپنا سر اپنی کہنی پہ رکھ کر سو رہا ہے، اب موت کے انتظار میں سویا ہے۔

فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَشَرَابُهُ

(مشکوٰۃ المصابیع، باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثالث: ص:206)

تھوڑی دیر کے بعد وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اونٹنی سرہانے کھڑی ہے۔

اب اس نے کجاوے سے پانی بھی پی لیا، خوراک بھی موجود تھی کھانا بھی کھا لیا، سفر شروع کر دیا، زندگی کا مستقبل روشن ہو گیا، خزاں رسیدہ چمن پھر بہار آشنا ہو گیا۔ ساری زندگی کی رونقیں پھر لوٹ آئی ہیں، دل کے سارے منصوبے زندہ ہو گئے ہیں۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "اے میرے صحابہ تمہارے پاس کوئی ایسا پیمانہ ہے، جو یہ بتا دے کہ وہ کتنا خوش ہوا ہوگا جو موت کے منہ سے واپس لوٹا، جس نے ظلمت سے پھر زندگی کی شمع دیکھی، جو خزاؤں سے بچ کے پھر بہار آشنا ہوا، کیا اس کی خوشی کا اندازہ تم کر سکتے ہو؟ صحابہ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے جو منظر بیان کیا اس کی خوشی بیان کرنے کیلئے تو ہمارے پاس کوئی لفظ ہی نہیں، الفاظ نہیں، جملے نہیں، کلام نہیں، تکلم نہیں، استدلال نہیں۔ زور بیاں ختم اور نطق اور تکلم کے پر کتر ے گئے اور طائر فکر کی بلندیاں ختم ہو گئیں، جس خوشی کا آپ تذکرہ فرما رہے ہیں اس خوشی کا ہم سے بیاں نہیں ہو سکتا۔

میرے محبوب علیہ السلام کے گل قدس کی پتیوں، آپ کے ہونٹ مبارک نے حرکت کی ہے اور یہ الفاظ نکلے ہیں:

فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحاً بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ

میرے صحابہ جتنی خوشی اس بندے کو سواری کے ملنے پر ہوئی ہے اس سے کہیں زیادہ میرے رب کو بندے کی توبہ پہ ہوتی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

اب بھی اگر کوئی واپس نہ لوٹے تو پھر وہ کتنا گیا گزرا ہے، کتنی بے وفائی کر رہا ہے۔ وہ خالق ہے، مالک ہے، اس نے سب کچھ دیا تھا، وہ یہ نہیں فرماتا کہ تم گناہ کرنے کے بعد اب کہاں آ گئے، وہ دھتکارتا نہیں، بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے تم آؤ تو سہی۔

مَالَمْ يُغَرْغِرْ......

فرمایا آخری سانس نکلنے تک قبول کر لوں گا لٰہذا واپس پلٹیں، واپس لوٹیں، گناہوں کی وادیوں میں یقیناً انسان سے سہویں ہو جاتی ہیں، لغزشیں ہو جاتی ہیں، آج کے اس دور میں دھند لکے ہیں، اندھیرے ہیں، نظام میں بہت سی نحوستیں شامل ہو گئیں ہیں۔ انگریز کے بنائے ہوئے قانون نے مسلم امہ کی برکتیں چھین لی ہیں۔ آج اس ماحول کے اندر ہمیں نئے سرے سے مصطفوی انقلاب کی فکر کو آگے بڑھانا ہے، فکر آخرت کا پیغام دیتے ہوئے سوئے ہوئے ضمیر پہ دستک دینی ہے۔

میرے صحرا میں کوئی آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

اس وقت ہم نے یہ کام کرنا ہے، اس پیغام کو آگے بڑھانا اور عام کرنا ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری کوشش سے ایک دل بھی بدل گیا تو یہ تمہارے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر بن جائے گا اور اس نیکی کرنے میں آپ کا کوئی زیادہ خرچ نہیں آئے گا۔ تھوڑی سی

زبان ہلا کر دیکھو، اپنا پیغام آگے بڑھا کے دیکھو۔

ٹھیک ہے اندھیرے، بہت ہیں مگر:

شکوہ ظلمت شب سے کہیں بہتر ہے
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاؤ
اور میں مطمئن ہوں اگرچہ خراب ہے ماحول
خزاں کے بعد کا موسم بہار ہوتا ہے

اس لئے ان خزاؤں سے ہمیں ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ جہاد ہے، سینہ تان کے برائی کے خلاف نکل آؤ اور اس قدر تقویٰ سے مسلح ہو جاؤ کہ اپنی آنکھ کو، اپنے کان کو، اپنی زبان کو، اپنے ہاتھ کو، اپنے قدم کو، پورے پیکر کو، سرکار کی محبت کا آئینہ بنالو۔

کوئی تجھے دیکھے تو تمہاری آنکھ سے بھی اسے وہ محبت کا جذبہ ملے، تمہاری زبان سے بھی وہ مدنی پھولوں کی خوشبو ملے۔ تمہارے کانوں سے، تمہارے پیکر سے، تمہارے کردار اور سیرت سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کی بہار کی جھلک نظر آئے۔ اس انداز میں جس وقت ہم آگے بڑھیں گے۔ تو انشاء اللہ ساری کائنات ہمارے قدم بقدم چلنا شروع کر دے گی۔

پیغام فکر آخرت روحوں کی غذا

فکر آخرت کا پیغام ہماری روحوں کی غذا ہے، ہمارے دلوں کا تحفہ ہے یہ اندھیری قبر میں نور بن کے چمکے گا۔ اے اہلسنت! اس پیغام کیلئے آگے بڑھو پوری کائنات تمہارے انتظار میں ہے، پوری کائنات اسی سوز کی منتظر ہے۔ جو عقیدہ برحق خدا نے تیرے سینے کو دیا ہے یہ پوری کائنات میں بکھرا ہوا ہے۔ گلستان کے پھول میں مہک تیرے عقیدے کی ہے، آسمان کے ستاروں میں چمک تیرے عقیدے کی ہے اور

سمندر کی لہروں میں صداقت تیرے عقیدے کی ہے، پہاڑ کی اس پختگی میں ثقاہت تیرے عقیدے کی ہے، میں تو برملا کہتا ہوں:

یہ زمین بھی سنی ہے، وہ آسمان بھی سنی ہے
جلوہ خورشید سنی، کہکشاں بھی سنی ہے
قطرۂ شبنم بھی سنی، باغبان بھی سنی ہے
لفظ کی تاثیر سنی، داستاں بھی سنی ہے
مایۂ ملت بھی سنی، نگہبان بھی سنی ہے
اہلسنت کے جیالو باندھ لو گر تم کمر
نظر آئے گا تمہیں سارا جہاں ہی سنی ہے

☆☆☆☆☆☆

متقی کے لئے قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں ایک حدیث شریف بیان کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَ مَعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مَعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مَعَاذٌ جَشْعاً لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوا حَيْثُ كَانُوْا (مشکوٰۃ المصابیح ص 445,446، قدیمی کتب خانہ)

یہ فکر آخرت ہمارے لئے جہاں دیگر بہت سے انعامات کی ضامن ہے وہاں

بالخصوص دو انعام ایسے ہیں کہ جن سے بڑا اور کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔

ایک جنت میں اللہ کا دیدار اور دوسرا......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو مدینہ شریف کے باہر ان کے ساتھ ساتھ تشریف لے گئے۔

مَعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهٖ

عجیب منظر ہے حضرت معاذ سواری پہ بیٹھے ہیں سرکار پیدل چلتے جا رہے ہیں اور ان کو نصیحتیں کرتے جا رہے ہیں۔ اے معاذ! اس طرح فیصلہ کرنا، اس طرح لوگوں کی باتیں سننا، اس طرح نظام چلانا۔ جب ساری باتیں ہو گئیں تو آخر میں ارشاد فرمایا:

يَا مَعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقٰنِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا......

اے معاذ! اب کے بعد شاید تیری مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے۔

لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ......

شاید تو جب واپس آئے تو میری قبر کے پاس سے گزرے، میری مسجد کے پاس سے گزرے۔ جس وقت یہ سرکار نے فرمایا:

فَبَكٰى مَعَاذٌ جَشْعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاذ نے ڈھائیں مار کے رونا شروع کر دیا۔ یا رسول اللہ! ہم نے تو سب کچھ آپ کا چمکتا چہرہ دیکھنے کیلئے چھوڑا ہے اور ہر وقت اسی خیال میں رہتے ہیں۔ اب میں جا رہا ہوں، اگر میرے بعد ایسا ہو جانا ہے تو محبوب مجھے کیوں بھیج رہے ہو، میں کیسے صبر کر سکوں گا، میں کیسے رہ سکوں گا۔ جب میں واپس آؤں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا میرے سامنے نہیں ہوگا، میں اپنی آنکھوں کو سکون کس چیز سے دوں گا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کس چیز سے ہوگی، میں آنکھوں کے کٹورے کس چیز سے

بھروں گا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا چہرہ دیکھنے سے ہماری عید ہو جاتی ہے۔ میں یمن میں ہوں گا، پیچھے ایسا معاملہ ہو گیا تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں منظر عجیب ہو گیا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم واپس پلٹنا چاہتے تھے۔ آخری بات سن کر حضرت معاذ اب جانے کو تیار ہی نہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، چہرہ مدینہ شریف کی طرف پھیر لیا ہے کہ کہیں معاذ میری آنکھوں سے آنسو نہ دیکھ لے، اگر میرے آنسو معاذ نے دیکھ لئے تو پھر کس طرح یہ مدینہ چھوڑ کے جا سکے گا۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مدینہ شریف کی طرف کیا ہوا ہے اور معاذ کو ایک پیغام دیا۔ ان کیلئے پیغام تھا اور قیامت تک کے غلاموں کا انعام ہے۔

کیا فرمایا "اے معاذ چلے جاؤ۔ وہ اور ہیں جو دور ہو کے بھی دور رہتے ہیں، ہم وہ ہیں کہ اپنوں کو دور نہیں رہنے دیتے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِیْ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا حَيْثُ كَانُوْا

فرمایا "جس شخص کے سر پہ تقویٰ کا سایہ ہے وہ جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، جدھر بھی رہتا ہو، وہ ہمیشہ میرے قریب رہے گا۔

"مَنْ" بھی عموم کیلئے اور "حَيْثُ" بھی عموم کیلئے ہے جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، کوفہ میں ہو، بصرہ میں ہو، مدینہ میں ہو، یمن میں ہو، سندھ میں ہو، ہند میں ہو، جہاں بھی ہے، جو بھی ہے۔ جس کو تقویٰ کی دولت نصیب ہے وہ جہاں ہو ہمیشہ میرے قریب ہے۔ یہ فکر آخرت ہے۔ ایک انسان جہاں بھی رہ رہا ہے اگر آخرت کی فکر اس کو حاصل ہے تو محبوب علیہ السلام کا قرب اسے بھی حاصل رہے گا۔

خالق کائنات اس کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ اگر چہ دنیا میں رہتے ہوئے اللہ

کا دیدار حاصل نہیں کر سکتا۔ مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا اتنا قرب دے دیا ہے کہ یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پہ زندگی گزار رہا ہے۔

مَنْ کَانُوْا حَیْثُ کَانُوْا......

اے معاذ! تمہاری بات نہیں جو بھی ہو، جہاں بھی ہو، میں نے جو فکر دی ہے اس پر جو قائم رہے گا وہ کبھی بھی مجھ سے اپنے آپ کو دور نہیں کر سکتا چلے جاؤ۔ یمن میں رہ کے بھی تم میرے قریب ہو گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت کے زیر سایہ اپنی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید اور حدیث شریف سے ایک سرسری کے انداز میں مضمون پیش کیا ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات میرے لئے اور آپ کیلئے اس کو ذریعہ نجات فرمائے۔ اللہ علماء کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوٰیٰ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

☆☆☆☆☆

باب نمبر
9
مدارس دینیہ
اسلام کے قلعے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیرًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ وأعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت
حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

ربِ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے ربِ ذوالجلال جل جلالہٗ شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

مدارس دینیہ اسلام کے قلعے

مدرسہ ہے علم کی تلاش کے تالابوں کا نام
مدرسہ ہے فیض کے پر کیف سیلابوں کا نام
مدرسہ صفحات دل پر پھیلی تحریر ہے
مدرسہ تعمیر سیرت کے لیے اکسیر ہے
کعبہ افکار کی محراب کیا ہے؟ مدرسہ
قبلہ اذکار کا میزاب کیا ہے؟ مدرسہ
مدرسہ تو خشک سالی کے لیے اک جھیل ہے
مدرسہ تو مقصد انسان کی تکمیل ہے
عہد نبوی ﷺ کی ہوا کا بس یہ روشندان ہے
اس کے موسم کی فضا قرآن ہی قرآن ہے

قدسیوں کے روپ میں انسان ڈھلتے ہیں یہاں
لشکر اسلام کے تو شیر پلتے ہیں یہاں
زندہ ہر دم جذبۂ ایمان ہوتا ہے یہاں
کہکشاں کے نور کا سامان ہوتا ہے یہاں
کون کہتا ہے مُقَفَّل ہو سکے گا مدرسہ
جب تک ہے روح ملت اس وقت تک ہے کھلا مدرسہ
مدرسہ کوئی اینٹ گارے کی ستون کا نام ہے
مدرسہ تو ایک جذبہ و جنوں کا نام ہے
یہ عمارت مدرسہ کی فقط تعیین ہے
غزل کا عنوان ہے یا فقط تضمین ہے
قلم آصف کی سیاہی شبنم تدریس ہے
رہرو منزل کا اب تک مرحلہ تاسیس ہے

﴿افزائش نور﴾

آج وجد و سوز کی ان چلتی ہواؤں میں بریلی شریف کی ایک بہار کا منظر اور سرہند شریف کے ایک چمن کی خوشبو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ کے انوار کی تجلی اور جنید زماں حضرت سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیوض کا ایک مظہر ''جامعہ جلالیہ'' کی شکل میں آپ حضرات کے سامنے دعوت علم اور دعوت معرفت کا اہتمام کر رہا ہے۔

آج ہم جس شخصیت کے زیر سایہ یہ سارا منظر دیکھ رہے ہیں انہوں نے زندگی کا ایک طویل حصہ علم دین سے پیاس بجھانے میں گزارا اور زندگی کا ایک طویل حصہ یہی علم

دین تقسیم کرتے گزار دیا۔

وہ کون سا علمی افق ہے جہاں سے انہوں نے ستارے نہیں توڑے؟

اور وہ کون سا معرفت کا خرمن ہے جس کے انہوں نے کچھے نہیں کھائے؟

اور وہ کون سا نکہت و نور کا گھاٹ ہے جس کی طرف یہ متوجہ نہیں ہوئے؟ اور پھر انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے سے علم کے جام پیئے ہیں اور پھر بھکھی شریف میں اور پھر اس مرکز میں اس فیض کو تقسیم کیا ہے۔ فطرت تو یہ تقاضا کرتی ہے کہ

حق نے کردیں دہری دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں، اوروں کو تڑپانا بھی ہے
خود سراپا نور بن جانے سے کب بنتا ہے کام
تجھ کو اس ظلمت کدے میں نور پھیلانا بھی ہے

یہ آواز فطرت نے پہچانی تو ہے لیکن جن نفوس نے اس آواز کو سن کر اس کے مطابق گزار دی ہے ان میں سے ایک عظیم شخصیت ہمارے شیخ کامل ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اسی مشن میں گزار دی جو نور اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا انہوں نے پوری زندگی وہ نور تقسیم فرمایا ہے۔ بات کرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن جب عمل کرنا پڑ جائے تو پھر بڑے دل گردے والے بھی کانپ جاتے ہیں۔

آپ نے جو کچھ پڑھا اور اپنے شیخ کامل کی رہنمائی میں جو کچھ حاصل کیا، یہ کوئی بائی چانس نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک تحریک تھی ایک محبت کا جہاں تھا، ایک شفقت کا منظر تھا، خون پسینہ، جہدِ مسلسل کے جہاں کو آباد کرنا یہ سارا آسانی سے نہیں ہوا۔

کتنی پلکوں سے نمی مانگ کے لائی ہوگی
پیاس تب پھول کی شبنم نے بجھائی ہوگی

منبعِ نور

یہ سب کچھ ایسے نہیں ملا بلکہ ان کے پس پردہ کتنی محنتیں ہیں، کتنی مشقتیں ہیں، کتنے مجاہدے ہیں، کتنی ریاضتیں ہیں، ان سب چیزوں کو انہوں نے حاصل کیا۔ کتنا بڑا آپ کا احسان ہے ہم ہر سانس میں ان کا شکریہ ادا کریں پھر بھی تھوڑا ہوگا یہ ہمارے لیے علم کا تحفہ بریلی شریف سے لے کر آئے۔ یہ نور کی ندیاں لے کر آئے، معرفت کے چشمے لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قرب کے پھل لے کر آئے۔

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دیں
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

ایسی تحریک لے کر بریلی شریف سے واپس پہنچے کہ ان کے حرف سوز میں ایسی چمک تھی کہ مسند تدریس پر بیٹھ کر سالہا سال تک اپنے لفظ کی بجلی سے دلوں کو روشن کیا ہے۔ اپنے جملوں کی تڑپ سے انہوں نے دل تڑپائے ہیں اور تدریس کے جام درجنوں نہیں سینکڑوں کو پلائے ہیں۔ جو کبھی ذرے تھے آج اپنی اپنی جگہوں پہ آفتاب بن کے چمک رہے ہیں۔ اس انداز میں آپ نے تربیت کی ہے۔ اس انداز سے ان کو پروان چڑھایا ہے۔ اس انداز سے ان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ خود بھوک برداشت کر کے انہیں کھلایا بھی ہے اور انہیں پڑھایا بھی ہے۔ آج زمانہ ان کے خلوص اور صدق پر گواہیاں دے رہا ہے۔ ہر طرف اس بات کا منظر نظر آتا ہے:

ہر کہ کارش از برائے حق بود
کار او پیوستہ بارونق بود

فیضانِ بھکھی شریف

سرہند شریف اور بریلی شریف کی جو تحریک تھی اس کو بھکھی شریف سے کتنا آگے بڑھایا

ہے۔ بھکھی شریف کے فضلاء کی تعداد مقدار کے لحاظ سے اس پاکستان کی سرزمین میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دینے کے بعد آج جامعہ جلالیہ کا یہ منظر ان شاء اللہ رہتی دنیا تک اور آتی نسلوں تک مینارہ نور کا مرکز رہے گا جس سے آنکھوں کو ضیاء ملے گی اور دلوں کو روشنی ملے گی نگاہوں کو نور بھی ملے گا، اور دلوں کو قرار بھی ملے گا، اس سے انقلاب بھی آئے گا، اس سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسی بہاریں دے گا کہ اسلام کا نظام زندگی ہمیشہ درخشاں نظر آئے گا اور اسلام کا نظام بندگی ہمیشہ تاباں نظر آئے گا۔

﴿علم کی نشوونما﴾

اللہ تعالیٰ جل جلالہ علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (سورة البقرة رقم الآية 3)

اور اس سے جو ہم نے رزق دیا خرچ کرتے ہیں۔

امام بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

إن عِلماً لا يُقال به، ككنزٍ لا يُنفق منه۔

(تفسیر البیضاوی شریف سورۃ البقرۃ آیت نمبر 3)

وہ علم جو نہ پھیلایا جائے اس خزانے کی طرح ہے جس سے خرچ نہ کیا جائے۔

متقی اور کامیاب وہ لوگ جنکو میں نے اپنے علم کے لیے چن لیا، جن کو میں نے نور دیا جن کو میں نے اپنی معرفت کے جام پلائے، جن کو میں نے سیر کیا پھر وہ مست ہو گئے سست نہیں ہوئے بلکہ دن رات کمربستہ رہے جو میں نے ان کو علم دیا تھا زندگی بھر اس علم کو آگے بڑھاتے رہے۔

ہم نے ان کو جو علم دیا، جو اُجالا دیا، جو بجلی دی، جو خوشبو دی، جو مہک دی اس کو انہوں نے باسی نہیں ہونے دیا بلکہ اس کو انہوں نے تازہ رکھا اس کو انہوں نے نشو ونما دی اس کو پڑھاتے بھی رہے، بڑھاتے بھی رہے اور پھر یہ انفاق فی سبیل اللہ کرتے کرتے انہوں نے زندگی گزار دی ہے، فلاح کے تاج ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

إن عِلْماً لَا يُقَالُ بِهٖ

وہ علم جو پڑھ کے پھر پڑھایا نہیں جاتا، جو سبق پڑھ کے پھر پکایا اور پڑھایا نہیں جاتا، درس وتدریس کا مرحلہ جس علم کو حاصل نہیں ہوتا، پڑھنے کے بعد وہ وہیں پہ رک جاتا ہے، اس کے چشمے جاری نہیں ہوتے، اب وہ کیسا ہے؟ وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کی کوئی زکوۃ نہیں دیتا وہ منحوس ہو جاتا ہے لیکن وہ علم جو پڑھ کے پھر پڑھایا جاتا ہے وہ خزانہ ہے جس کی زکوۃ دی جاتی ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ۔(سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 276)

اللہ تعالی ربا (سود) کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

یعنی جس کی زکوۃ دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی تربیت میں خود کرتا ہوں اسے خود بڑھاتا ہوں۔ لہذا یہ دین کا مدرس ہے جو روزانہ پڑھاتا ہے، جو ملا ہے اسے آگے پڑھاتا ہے، خود روشن ہے اوروں کو روشن کر رہا ہے، روزانہ اپنے علم کی زکوۃ دیتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے زکوۃ نصاب کے مطابق ہے کوئی ناظرہ پڑھا ہوا ہے تو وہ ناظرہ پڑھاتا ہے اس کے علم کی بھی زکوۃ نکل رہی ہے لیکن جو درس نظامی پڑھا ہوا ہے، جو حدیث پڑھا ہوا ہے جو قرآن کی تفسیر پڑھا ہوا ہے، اس کی زکوۃ یہ ہے کہ روزانہ اس عمل میں مصروف رہے، روزانہ اپنے اس ورثہ کی زکوۃ نکالتا رہے، جوں جوں زکوۃ نکالے گا ویسے ہی علم میں اضافہ ہو جائے گا، اگر نہیں پڑھائے گا تو وہ علم جام ہو جائے گا اگر پڑھائے گا تو وہ

ایک پورا جہاں بن جائے گا۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورة البقرة رقم الآية 3)

انہوں نے جو علم حاصل کیا اس کا حق ادا کرتے ہیں، دن کو بھی، رات کو بھی، صبح کو بھی، شام کو بھی، گرمی میں بھی، سردی میں بھی، امیر کے لیے بھی، فقیر کے لیے بھی، جو بھی پہنچتا ہے اس کو دیتے جاتے ہیں۔ یہ ایک علم جو سرکار علیہ السلام کا ورثہ ہے اس کو بانٹتے جاتے ہیں، جدھر جدھر ایک لفظ پہنچتا ہے وہاں سے نکلنے والا نور انہیں کے لیے دعائیں کرتا ہے۔

﴿علمِ بے فیض﴾

وہ کنواں ہے جس سے پانی نکلتا ہی نہیں وہ باسی ہو جاتا ہے۔ جتنا تھا اتنا ہی ہے بڑھا نہیں ہے لیکن جس کنوے سے پانی نکلتا ہے آگے کھیت سیراب ہوتے ہیں اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوتا نیا شامل ہو جاتا ہے تازہ ہوتا ہے اور اس میں بہتات بھی ہوتی ہے کثرت بھی ہوتی ہے وہ کنواں جو فیض تقسیم کرتا ہے کھیت سیراب ہوتے ہیں کہیں سبزیاں ہیں کہیں ترکاریاں ہیں کہیں اناج ہے کہیں گلستان ہے اس سے نکلنے والا پانی آگے سیراب کر رہا ہے پیچھے بھی پانی کی کمی نہیں ہوتی نیا شامل ہوتا رہتا ہے۔ مدرس کی یہ شان ہے جو روزانہ دین پڑھاتا ہے اس کا علم باسی نہیں ہوتا اس کا علم جام نہیں ہوتا اور اس کا علم زنگ آلود نہیں ہوتا۔

اس کی مثال دیکھنی ہو تو وہ میرے تمام اساتذہ کرام ہیں کہ جنہوں نے زندگی بھر اپنے علم کے کنویں کو روکا نہیں بلکہ دن رات مشقت کے بیل چلائے ہیں اور اس علمی کنویں سے ہزاروں سینے سیراب کر دیے ہیں۔

راہِ علم کی بہاریں

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ یَخْتَلِفُ اِلٰی بَابِ عَالِمٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَبَنٰی لَہٗ بِکُلِّ قَدَمٍ مَدِیْنَۃً فِی الْجَنَّۃِ وَیَمْشِیْ عَلَی الْاَرْضِ وَالْاَرْضُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ وَیُمْسِیْ وَیُصْبِحُ مَغْفُوْرًا لَہٗ وَشَهِدَتِ الْمَلَائِکَۃُ لَهُمْ بِاَنَّهُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ (تفسیر الکبیر لامام الرازی رقم الآیۃ :31)

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہر طالب علم جو کسی عالم کے دروازے پر آتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم پر جنت میں شہر آباد فرما دیتا ہے اور زمین پر یوں چلتا ہے کہ زمین اس کے لئے استغفار کرتی ہے۔ صبح و شام اس کا یہ مقام ہوتا ہے کہ وہ مغفرت یافتہ ہے اور فرشتے ان کے جہنم سے آزاد شدہ ہونے کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔

جس کے پاس آنے جانے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے تو خود استاد کا عالم کیا ہوگا۔

"مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ لا یُرِیدُ اِلا اَنْ یَتَعَلَّمَ خَیْرًا اَوْ یُعَلِّمَہُ، کَانَ لَہُ کَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حِجَّتُہُ."(طبرانی معجم الکبیر رقم الحدیث :7346)

جو صبح مسجد کی طرف جائے اس کا صرف یہی ارادہ ہو کہ پڑھے یا پڑھائے اس کو ایسے حاجی کی طرح ثواب ملے گا جس کا حج مکمل ہو۔

مدرسہ کی عظمت

جہاں پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے وہ جگہ کتنی عظیم ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ تُرْبَةً عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَكْرَمَ مِنْ مَجَالِسِ الْعُلَمَاء

(تفسير الكبير لامام الرازى رقم الآية:31)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر مجلس علماء سے زیادہ عظمت والی کوئی خاک پیدا ہی نہیں کی۔

میرے نزدیک پوری روئے زمین پر اتنی عزت والی جگہ اور کوئی نہیں جتنی عزت والی جگہ دارالعلوم ہے، مدرسہ ہے، مجلس علم ہے، مدرسہ پوری کائنات میں پھیلا ہوا ہے، یہ صحراؤں میں بھی ہے، ہواؤں میں بھی ہے، سناٹوں میں بھی ہے، خراٹوں میں بھی ہے، یہ استاد کی دہلیز بھی ہے، یہ دارالعلوم بھی ہے، یہ مسجد کا حجرہ بھی ہے، اصل مرکزی کردار استاد کا ہے جہاں وہ بیٹھ جاتا ہے اسی کو مدرسہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

صاحب علم کی شان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ لِرَجُلٍ: هَلُمَّ فَلْنَتَعَلَّمْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْأَلُهُمْ، فَإِنَّهُمْ كَثِيرٌ، فَقَالَ: الْعَجَبُ وَاللّٰهِ لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَتَرَى النَّاسَ يَحْتَاجُونَ إِلَيْكَ، وَفِي النَّاسِ مَنْ تَرَى مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَرَكْتُ ذَلِكَ وَأَقْبَلْتُ عَلَى الْمَسْأَلَةِ وَتَتَبُّعِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كُنْتُ لَآتِي الرَّجُلَ فِي الْحَدِيثِ يَبْلُغُنِي أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَأَجِدُهُ قَائِلًا، فَأَتَوَسَّدُ رِدَائِي عَلَى بَابِ دَارِهِ تَسْفِي الرِّيَاحُ عَلَى وَجْهِي، حَتَّى يَخْرُجَ إِلَيَّ، فَإِذَا رَآنِي، قَالَ :يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ مَا لَكَ؟ قُلْتُ: حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْكَ، فَيَقُولُ :هَلَا أَرْسَلْتَ إِلَيَّ فَآتِيَكَ، فَأَقُولُ :أَنَا كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ آتِيَكَ، وَكَانَ ذَلِكَ الرَّجُلُ يَرَانِي قَدْ ذَهَبَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ احْتَاجَ النَّاسُ إِلَيَّ، فَيَقُولُ أَنْتَ كُنْتَ أَحَقَّ مِنِّي۔ (المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث: 10446)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے کہا کہ آؤ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے علم حاصل کریں اس لئے کہ وہ کثیر ہیں۔ تو اس نے کہا کہ تعجب ہے تجھ پر خدا کی قسم اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیا تمام لوگ تمہارے محتاج ہیں۔ لوگوں میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو چھوڑ دیا اور میں دین کے حصول کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اصحاب رسول ﷺ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ میں ہر اس آدمی کے پاس آتا تھا جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوتا کہ اس نے رسول ﷺ کا فرمان سنا ہے۔ اور میں اس کو ڈھونڈتا اور اس کے گھر کے دروازے پر پہنچتا اپنی چادر لے کر لیٹ جاتا تیز ہوا کی وجہ سے میرا چہرا گرد آلود ہو جاتا یہاں تک کہ صحابی رسول ﷺ اپنے گھر سے باہر نکلتے جب وہ مجھے دیکھتے تو فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے تم کیوں آئے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے پتہ چلا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اور میں وہ حدیث آپ سے سننا پسند کرتا ہوں۔ تو وہ صحابی فرماتے کہ تم میری طرف کسی بھیج دیتے تا کہ

میں تمہارے پاس آ جاتا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا کہ میں آپ کی طرف آنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ اور پھر اس آدمی نے مجھے دیکھا کہ اصحاب رسول ﷺ چلے گئے اور لوگ میری طرف محتاج ہیں پھر وہ فرماتے کہ آپ مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

استاذ کا ادب

عَنْ عَمَّارِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَكِبَ يَوْمًا فَأَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِرِكَابِهِ، فَقَالَ لَهُ تَنَحَّ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَائِنَا وَكُبَرَائِنَا فَقَالَ زَيْدٌ أَرِنِي يَدَكَ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ، فَقَبَّلَهَا فَقَالَ هٰكَذَا أُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِأَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا (كنز العمال شريف رقم الحديث :37061)

حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن سواری پہ سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی سواری کی رکاب کو تھام لیا اس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے آپ ایسا نہ کریں سائیڈ پہ ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہمیں شریعت میں اپنے علماء اور بڑے لوگوں کا یوں ہی ادب کرنے کیلئے کہا گیا ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ذرا اپنا ہاتھ آگے کرو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ چوم کے کہا کہ ہمیں شریعت میں اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کا یوں ادب کرنے کا حکم دیا گیا۔

﴿علم کا تکبر اور تواضع کا کلہاڑا﴾

استاد محترم حضرت مولانا محمد نواز صاحب فرمانے لگے عالم دین جس وقت فارغ التحصیل ہوتا ہے تو اس کے دل میں تکبر کا ایک لفظ بھی بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ جس دن پڑھنے گیا تھا اس دن تکبر کے درخت کا بیج بویا گیا تا جب حافظ بن گیا، قاری بن گیا، پھر تین چار سال تک پڑھ گیا تو وہ تکبر کا درخت بڑا ہوتا گیا یہاں تک کہ جب وہ دورہ حدیث شریف پڑھ گیا اور فاضل کہلانے لگا اور لوگ اس کے نعرے لگانے لگے تو اب وہ تکبر کا درخت بہت بڑا ہو گیا۔ مجھے فرمانے لگے کہ فارغ التحصیل ہوتے وقت یہ ضروری ہے کہ پہلے ہی تکبر کے درخت کو تواضع کے کلہاڑے سے پاش پاش کر دیا جائے یا جس وقت فارغ ہو تو اپنی ذمہ داری محسوس کی جائے تو دل کی پاک زمین سے اس تکبر کے درخت کی جڑیں اکھاڑ پھینکی جائیں تا کہ تکبر جو انسان کو رسوا کرتا ہے وہ انسان سے دور ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا وقع الذباب فی شراب احد کم رقم الحدیث :2986)

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو یا اس میں جاندار کی تصویر موجود ہو۔

جس دل میں گندے خیال ہوں، جس دل میں برے خیال ہوں، کجی ہو، ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا درد نہ اور جس دل میں گندے عقیدے ہوں، فحش خیالات ہوں، اس دل میں بھی علم کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ لہذا گھروں کو ان چیزوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تا کہ گھر برکت والے بن جائیں۔ اسی طرح دلوں کو بھی تکبر وغیرہ سے پاک رکھنا ضروری ہے تا کہ دل میں حقیقی طور پر علم آ جائے اور برکت والا بن جائے۔

علم اور اخلاص

مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ

(كنز العمال شريف رقم الحديث :5271)

جو چالیس دن خلوص کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے

حضرت حافظ الحدیث کا فرمان تھا کہ طالب علم کی تعلیم تکرار میں چھپی ہوئی ہے اور طالب علم کی تربیت مستحبات تک کی پابندی میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ فرض، واجب، سنت اور مستحب کا بھی عامل ہو اس انداز میں وہ اپنی ساری زندگی اس تقوے کے سائے تلے گزار دے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان عظیم شیوخ کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ جامعہ جلالیہ کے فضلاء پر جو شریعت کا رنگ غالب ہے اور عشق رسول ﷺ کی مہک جو ایک ایک غنچے سے آتی ہے وہ انہی کی کوششوں کا حصہ ہے انہوں نے کتنے درد کے ساتھ اپنا پیغام بانٹا ہے۔

اہلسنت کے مدارس کا امتیاز

اتنی صدیوں کے بعد ہم وہی بات پڑھاتے ہیں جو کبھی صفہ پر پڑھائی جاتی تھی اس سے خوشبو ضرور آتی ہے اس سے مہک ضرور آتی ہے۔

حضرت قبلہ عبدالقیوم ہزاروی صاحب ایک فرق بیان کر رہے تھے دوسرے لوگوں کی بھی درسگاہیں ہوتی ہیں ہماری بھی درسگاہیں ہیں تو پھر ان میں فرق کیا ہے؟

فرق یہ ہے کہ ایک بچہ جب پہلی کلاس میں پڑھتا ہے اس کو پڑھایا جاتا ہے، الف انار، ب بکری، وہ پڑھ رہا ہے اس کو انار کے ساتھ انار دکھایا نہ جائے، اس کی تصویر نہ دکھائی جائے اور بکری کے ساتھ اس کی تصویر دکھائی نہ جائے تو کل ہو سکتا ہے وہ انار کو

بکری اور بکری کو انار سمجھتا رہے کیونکہ اسے کوئی خبر نہیں ہے بکری اور انار کیا ہوتا ہے اور اگر اس کو یہ چیزیں ساتھ دکھائی جائیں تو پھر جب وہ الف انار بولتا ہے اور دیکھتا بکری کو ہے تو اس کے علم کو صحیح مصداق نہیں ملا اور جب ب بکری پڑھتا ہے اور سمجھتا انار کو ہے تو اس نے کچھ نہیں پڑھا جہالت پائی ہے۔

یہ فرق اہل سنت کے مدارس میں اور ان لوگوں کے مدارس میں ہے اگر چہ وہاں طلبا زیادہ ہوں، انہیں مصداق کی خبر نہیں ہے ہم جو پڑھاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ بتاتے بھی ہیں کہ وہ سچا کس پر آتا ہے؟ اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا پڑھنے والا کل انار کو بکری اور بکری کو انار نہ کہتا رہے۔

یہ جامعہ جلالیہ جیسے دار العلوم ہیں یہ وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دکھاتے بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھاتے ہیں تو ان کی سند پہنچاتے بھی ہیں۔ یہ جو کچھ سکھا اور پڑھا رہے ہیں اس کی لذت بھی دیتے ہیں، اس کا مصداق بھی بتاتے ہیں۔

وہ زندگی بھر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں مگر کوئی نسبت نہیں ہے، کوئی محبت نہیں ہے، دل میں کوئی مد و جزر نہیں ہوتا، احساس پر کوئی بجلی نہیں گرتی، کسی قسم کی خوشبو کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا لیکن ان کے پڑھانے کا انداز کیا ہے؟ میں نے ایک واسطے سے حضرت حافظ الحدیث سے سنا ہے کہ

آپ نے بھری مجلس مین یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارے استاد وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے محبوب علیہ السلام کی زیارت کی ہے انہوں نے یہ بات بتائی اور پھر ان کے وصال کے بعد یہ بات منظر عام میں بتادی۔

جس وقت بریلی شریف پڑھنے گئے تھے تو کہتے ہیں کہ استاد محترم کئی دنوں

تک مایوس رہے اور ہنستے نہیں تھے مسکراتے نہیں تھے۔ میں بھی اس پریشانی میں تھا کہ آپ ایسے پریشان کیوں ہیں؟ قبلہ استاد محترم محمد نواز صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن جب صبح اٹھے تو شاہ صاحب ہشاش بشاش نظر آرہے تھے اور تر و تازہ نظر آرہے تھے آپ کہتے ہیں میں نے جس وقت دیکھا تو مجھے پتہ چل گیا کہ

محسوس ہو رہا ہے کہ ان کا گزر ہوا
کلیاں کھلی ہوئی ہیں فضا میں بہار ہے

میں نے پوچھ لیا کہ شاہ صاحب آج اتنے خوش کیوں ہو تو فرمانے لگے کہ جب سے بریلی شریف آیا تھا مجھے تشویش تھی کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ حدیث پڑھنا محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں قبول بھی ہے کہ نہیں۔ میں ہر چیز اس کی رضا کے مطابق کرتا ہوں ہم نے طویل سفر کیا ہے کیا یہ ہمارا پڑھنا انہیں منظور بھی ہے کہ نہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے ہیں اور فرمانے لگے کہ تمہارا پڑھنا بھی منظور ہے اور تمھارے اساتذہ کا پڑھانا بھی منظور ہے۔ یہ سنی مدارس ہیں یہ بریلی شریف کا وہ مرکز علم ہے جہاں پر سرٹیفکیٹ مدینہ شریف سے ملتا ہے۔ ان کے داخلے کی تصدیق مدینہ شریف سے ہوتی ہے۔

موت سے قبل بھی طلب علم

ان درسگاہوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ سامنے دکھایا بھی جاتا ہے طالب علم کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔

أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُحَدِّثُ إِنْسَانًا فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي تُحَدِّثُهُ إِلَّا سَاعَةٌ ، وَكَانَ هٰذَا وَقْتُ الْعَصْرِ ، فَأَخْبَرَهُ الرَّسُولُ بِذٰلِكَ فَاضْطَرَبَ الرَّجُلُ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

دُلَّنِیْ عَلٰی أَوْفَقِ عَمَلٍ لِیْ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ ، قَالَ اِشْتَغَلَ بِالتَّعَلُّمِ فَاشْتَغَلَ بِالتَّعَلُّمِ ، وَقُبِضَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ ، قَالَ الرَّاوِیْ فَلَوْ كَانَ شَیْءٌ أَفْضَلَ مِنَ الْعِلْمِ لَاَمَرَهٗ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فِیْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ

(تفسیر الکبیر الرازی سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ :31)

آپ ﷺ ایک شخص کو حدیث بیان فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ یہ شخص جسے آپ حدیث پڑھا رہے ہیں اس کی عمر سے صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور وہ وقت عصر کا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو اس بات کی خبر دی تو وہ شخص یہ سن کر پریشان ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے وہ عمل بتائیں جو میرے لیے سب سے زیادہ مفید ہو ان گھڑیوں میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ اس شخص کا مغرب سے پہلے انتقال ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ اگر کوئی چیز اس سے افضل ہوتی تو آپ ﷺ اس وقت میں ضرور اس چیز کا ذکر فرماتے۔

طالب علم سے بڑا اور کوئی منصب نہیں، طالب علم سے بڑا اور کوئی مقام نہیں ہے، دین پڑھنا اتنا اہم ہے کہ اگر ایک گھنٹہ بھی باقی رہ گیا ہو پھر بھی اس ایک گھنٹہ میں دین پڑھنا چاہیے اور کچھ نہیں پڑھنا چاہیے اگر بہت زیادہ زندگی باقی ہو تو پھر بطریق اولیٰ زندگی اس میں لگا دینی چاہیے۔

﴿رسول اللہ ﷺ کی وراثت﴾

ایک وراثت جاگیردار کی ہے لیکن یہ دین پڑھنے والا تو سارے رسولوں کے سردار کا وارث بن رہا ہے۔ ایک کسان اپنے کھیت میں ہل چلاتا ہے اور وہ یہ تصور کرتا ہے کہ یہاں کبھی میرا باپ کل چلاتا تھا اور کبھی میرا دادا ہل چلاتا تھا۔ ایک دوکاندار

دوکان پر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس سیٹ پر کبھی میرا باپ ہوتا تھا لیکن وہ کتنا اچھا تصور ہے اس مدرس اور اس طالب علم کے لیے جو قرآن کھول کے بیٹھا ہے اور وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ قرآن کبھی محبوب علیہ السلام پڑھاتے تھے اور صحابہ کرام پڑھاتے تھے۔ جب یہ تصور کرتا ہے تو اس کی چاشنی بڑھ جاتی ہے، تلخیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

حصول علم کی لذتیں

محمد بن حسن طوسی کے بارے میں آتا ہے کہ جس وقت مسئلہ کی تلاش میں رات گزر جاتی تھی اور آخر شب جب ان کو مسئلہ مل جاتا تھا، شام کو ریسرچ کا کام شروع کیا، مسئلہ کی تلاش ہو رہی ہے غافل لوگ سو رہے ہیں کوئی گپیں لگا رہے ہیں لوگوں کی آنکھیں محو خواب ہیں اور ان کی آنکھیں محو کتاب ہیں، مسلسل پڑھتے جا رہے ہیں جب آخر شب میں مسئلہ مل جاتا ہے تو زبان پر لفظ آتے ہیں۔

اَیْنَ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ مِنْ هٰذِهِ اللَّذَّةِ

جو لذت مجھے آئی ہے وہ بھلا شہزادوں کو کیسے آسکتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں وہ چاشنی ہے، وہ سوز ہے، وہ درد ہے جو آدمی اس طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتا ہے، یہ خود اس میں چاہت موجود ہے یہ درس و تدریس کا عمل اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔

آنکھوں کو نور دل کو سرور ملتا ہے
قرآن پڑھنے سے رب غفور ملتا ہے
حرف حرف ہے اس کا نجات بشر کا ضامن
نظام زیست بندگی کا شعور ملتا ہے
اسی کے ذہن میں جلوہ فگن ہوں فہم قرآن
جس کی ہر سوچ میں عشق حضور ﷺ ملتا ہے

ورق ورق پر یہاں بکھرا ہے ایک لطف جدید
سطر سطر میں اور بین السطور ملتا ہے
ذوق بیدار کو کہتے سنا کہ اے آصف
وقف وقف پہ یہاں جلوہ طور ملتا ہے

﴿مدارس کے خلاف سازش﴾

قوم کو مدارس کے خلاف کیا جا رہا ہے صدیوں سے یہ پرانا نصاب رکھتے ہیں جب کہ قوم کو نئی روشنی کی ضرورت ہے ہر چیز میں جدت بھی ہے اور وہ اچھی بھی ہے لیکن دین ایسی چیز ہے کہ دین جتنا پہلا ہوگا اتنا ہی اچھا ہوگا دین کے لحاظ سے جو نئی چیز آ جائے گی وہ غیر معتبر ہوگی اس میں اصل وہی روح ہے جو صحابہ کرام سے چلی آ رہی ہے اس ملک کا کوئی ادارہ اس ملک کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکا۔ اسے میڈیکل سپیشلسٹ بھی بیرون ملک سے منگوانے پڑتے ہیں ہر شعبہ میں انہیں بیرون ملک کے تعاون کی ضرورت ہے مگر دین وہ شعبہ ہے جنہوں نے زرخیز زمین کا کردار ادا کیا ہے یہ اسلام کے مورچے ہیں اور یہ اسلام کی بقا کا راز ہیں۔

﴿علامہ اقبال کے ہاں مدرسہ کی اہمیت﴾

حکیم احمد شجاع نے اپنی کتاب ''خون بہا'' میں لکھا ہے کہ میں نے پاکپتن میں ایک مدرسہ کو سکول میں تبدیل کر دیا کہ مدارس کی خاص افادیت نہیں ہوتی قوم کو ضرورت سکول کی ہے تو میری یہ سوچ تھی کہ میں برصغیر میں ایسی سوچ کو متعارف کروانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لوگ یورپ کے شانہ بشانہ ہو جائیں تو میں نے سکول کو مادری تعلیم کے لیے آرگنائز کیا اور میں بڑا مسرور تھا کہ میں نے ان کو ایک سکول دیا اور پھر جب

میں پاکپتن سے لاہور پہنچا میرا تبادلہ ہو گیا تو پاکپتن کے لوگوں نے پھر اس کو مدرسہ میں تبدیل کر دیا سکول کو ختم کر دیا اور احمد شجاع کہتے ہیں میں نے علامہ اقبال سے اتنی حسرت بھری داستان پیش کی کہ دیکھو کتنے بے وفا لوگ ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ محسن کون ہے؟ میں نے اتنی محنت کی اور جگر پگھلایا اور ایک سکول بنایا انہوں نے پھر اس کو مدرسہ میں تبدیل کر دیا۔ احمد شجاع کہنے لگا کہ جب میں یہ بات بیان کر رہا تھا تو وہ ہر دم آہیں لے رہے تھے میں سمجھ رہا تھا کی میرے جذبات کی حمایت میں ضرور بولیں گے جب میں نے اتنی داستان مکمل کی۔

علامہ اقبال نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں تو فرمانے لگے احمد شجاع تمھاری طرح جس وقت میں بھی نوجوان تھا تو میری بھی یہی سوچ تھی جو آج تمھاری ہے میں بھی یہ کہتا تھا کہ میں برصغیر پاک و ہند پر انقلاب لانا چاہتا ہوں جب میں یہی سوچ لے کے یورپ میں گیا اور میں نے یورپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ احمد شجاع میں نے اس سوچ سے توبہ کر لی اور میں نے کہا کہ جس کو یورپ ایک تہذیب کے لحاظ سے اپنی ترقی کا نام دیتا ہے یہ ترقی نہیں بلکہ یہ تنزلی ہے جس وقت میں نے یورپ میں حیا اور عفت کے پردے چاک ہوتے دیکھے اور یورپ کی نالیوں میں بچے چیختے چلاتے حرام کے میں نے دیکھے تو میں نے اس وقت توبہ کر لی کہ ہمیں برصغیر پاک و ہند میں پرانا نظام پسند ہے جس میں نالیوں میں یوں بچے تو نہیں پھینکے جاتے جس میں عزتیں محفوظ ہوتی ہیں اور ایمان محفوظ ہوتا ہے۔

علامہ محمد اقبال کہنے لگے احمد شجاع اگر تم میری رائے لینا چاہتے ہو تو مدارس کو مدارس رہنے دو اگر یہ ملاں اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو برصغیر میں کیا ہوگا۔ اگر برصغیر میں مدارس بند ہو گئے اور طلباء نہ رہے تو یاد رکھوں اگر آٹھ سو سال

اندلس میں حکومت کے بعد وہاں الحمراء کے سواء ہمارا کوئی نشان نہیں ہے تو پھر مدارس نہ ہوئے تو پھر آٹھ سو سال کی حکومت کے بعد تجھے برصغیر پاک و ہند میں دہلی کے لعل قلعے اور آگرہ کے تاج محل کے سوا کوئی اسلام کا نشان نہیں ملے گا اگر چاہتے ہو کہ اسلام کا ماحول باقی رہے تو پھر یہ مدارس دینیہ ہی آپ کو باقی رکھ سکتے ہیں وہ علامہ اقبال جنہوں نے مغرب کی یونیورسٹیوں میں غوطے لگائے اور سب کچھ مشاہدہ کیا اور پھر واپس آ کے توبہ کی۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش افرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

اس وقت بھی مدارس دینیہ کا اتنا بھی فائدہ ہے اگر ریشہ ہستی میں نم ہے اور کائنات کی نبض چل رہی ہے تو ان مدارس کی وجہ سے ان اللہ والوں کی وجہ سے چل رہی ہے۔ دین اور دین کے خدوخال کی بقا ان مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے اگر دین کو بچانا ہے تو برصغیر اور پوری دنیا میں مدارس سے پیدا ہونے والے علماء کرام نے بچایا ہے۔ اکبر نے جس وقت دین الٰہی بنا لیا تھا اور جہانگیر نے اس کو پانی دینا شروع کر دیا تھا اس وقت کس نے دین کو بچایا تھا وہ مدرسے کا ایک طالب علم اور مصلے کا ایک صوفی اور ولیوں کا ایک قائد جس کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔ اعصاب مدرسہ کے ماحول میں مضبوط ہوتے ہیں اور صفہ کی دہلیز سے آئی ہوئی خیرات کی وجہ سے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ میں تو اکیلا ہوں اور اکبر تو بڑی فوج رکھتا تھا جہانگیر کے پاس پورا لشکر ہے۔

لیکن اس کے پاس جرأت ایمانی تھی اپنے قلم سے فوج کو خطوط لکھے پھر کیا ہوا؟

جہاں ان کی یورشیں ہیں وہیں آشیاں بنے گا
کوئی بجلیوں کو جا کے یہ فیصلہ سنا دے

آپ کے سر کو جھکانے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن آپ نے اپنا سر بلند کر کے ہمیشہ کے لیے ہمارے سروں کو صرف رب کے آگے جھکا دیا اور فرمایا۔

ایک ہے کعبہ میرا اور ایک ہی مسجود ہے
ہر جگہ موزوں نہیں سر جھکانے کے لیے

استعمار جس وقت آ گیا تو جنگ آزادی کے ہیرو فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو ہمارے سلسلہ تدریس کے پیشوا ہیں سلسلہ تدریس کے چار سلاسل میں ایک سلسلہ امام خیر آبادی سے ملتا ہے ان سے کہا گیا تھا کہ آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ وہ شخص جس نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا وہ میں نہیں وہ کوئی اور فضل حق ہے تو مجدد کے بعد امام فضل خیر آبادی نے انڈمان کے شور اور کالے پانی کو دیکھتے ہوئے کہا کہ میں نے جو فتویٰ انگریز کے خلاف جہاد کا دیا ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ میں ہی ہوں جس نے کہا تھا کہ انگریز کے پلید قدم کو برصغیر سے نکال کے دم لوں گا۔ انہوں نے قربانیاں دی ہیں اور پھر بریلی کے تاجدار جنہوں نے ایک ہونے کے باوجود ہر محاذ پر جنگ لڑی ہے حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے سارے لوگ صفوں پر بیٹھ کے پڑھنے والے اور علم میں مہارت حاصل کرنے والے کہ آج جن کے چند ورقوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں جاری کی جا رہی ہیں۔ براعظم میں ان پر تحقیق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں یہ ساری وہ لائن ہے جو مدارس دینیہ نے دی ہے۔

مدرسہ کے خلاف سازشیں

سیموئیل ہنٹنگٹن (SAMUEL HUNTINGTON) کی کتاب چھپی ہے اس میں جو مسلمانوں پر کنٹرول پانے کی تجاویز لکھی ہیں اس میں لکھا کہ اس وقت تک ہم مسلمانوں کو نہیں دبا سکتے ہیں جب تک ان کے مدارس کھلے رہیں گے اگر

مسلمانوں کو دبانا ہے تو مدارس کو بند کرنا یا پھر جدت کے نام پر ان کے نصاب بدل دو اور اسنے کہا کہ اسلام کا پاور ہاؤس مدارس دینیہ ہیں لہذا جب تک یہ پاور ہاؤس رہے گا ہم جتنے بھی ایٹم بم گرالیں یہ مسلمان شکست نہیں کھا سکتے جب وہ نام نہاد کمینے ہمارے پاور ہاؤس بند کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اتنا ہی مسلح ہو کر سامنے آنا چاہئے کہ تم ایک بند کرو گے ہم گلی گلی میں کھولیں گے ہر جگہ مدرسہ ہو گا ہر شہر میں مدارس کا جال بچھانا ہماری ذمہ داری ہے دشمن اسلام جانتے ہیں کہ پاور کہاں سے آتی ہے اور کہاں محققین جنم لیتے ہیں اسلامی حقائق کے پھول کھلتے ہیں۔

مدرسہ اور سکول و کالج میں فرق

کالجز ایک شہر میں کتنے ہیں اسکے مقابلے میں مدارس دینیہ کتنے ہیں؟ ان کی تعداد بالکل تھوڑی سی ہے اس کے باوجود بھی شیطان کے دل میں مروڑ اٹھتا ہے۔ کہ یہ اتنے کیوں ہیں جس دین کو نبی کریم ﷺ نے لہو دیا تھا ہم نے اس دین کو وقت دینا ہے ہم نے اس دین کو اپنے بیٹے دینے ہیں اس قرآن کا وارث روئے زمین پر اب کون ہے صحابہ کرام اپنا حق ادا کر کے چلے گئے ہیں اب اس کے وارث ہم ہیں ہم نے سمجھنا اور سمجھانا ہے اور عملا لوگوں کے سامنے لانا ہے یہ قرآن نہ اس لیے اترا تھا کہ اس کو سروں پر رکھ کے قسمیں اٹھائی جائیں یہ قرآن نظام کی کتاب ہے یہ تھانے کچہری ،دوکانوں، بازار کھیت کھلیان کا نظام ہے۔

مدرسہ کے لئے چار انتظامات

ان سارے مقاصد کے لیے مدارس دینیہ کا اجراء کرنا ہے ان کے لیے اپنی دلچسپی کا اظہار کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف خوشی سے وصول کرنا چاہئے۔

وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن رقم الحدیث:4867)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگوں کی ایک جماعت اللہ تعالی کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے حصار میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالی ان کا ذکر فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے جب کہیں بھی کلاس لگتی ہے خواہ ترجمہ، ناظرہ، حفظ، گرائمر، اصول کی ہو اس کے لیے چار بندوبست فرماتا ہے۔

لوگ سکون کے حصول کے لیے گولیاں کھاتے ہیں میرے آقا علیہ السلام فرماتے ہیں گولیوں کی نہیں قرآن کی بولیوں کی ضرورت ہے۔ وہ بچہ جو آکسفورڈ میں بیٹھا ہے کتنی وہ پلید ہوگی اس کے لیے رحمت کی چھتری نہیں رحمت کی چھتری اس کے لیے ہے جو سرکار کے مدرسہ میں بیٹھا ہے۔

جدت اور ٹیکنالوجی کے شعبے ضروری ہیں مگر ترتیب ہوتی ہے ایک فرض ہوتا ہے واجب ، سنت ہے کوئی فرائض چھوڑ کے نوافل شروع کر دے تو اس کو روکنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نوافل کے خلاف ہیں ہم کہتے ہیں کہ ترتیب صحیح کر لو فرائض والے موجود نہ ہوں نوافل شروع کر دیئے جائیں حلال حرام بیان کرنے والے معاشرے میں نہیں ہوں گے تو ساری قوم حرام کھائے گی اور کمائے گی تو اس ٹیکنالوجی کا کیا فائدہ ہے۔

پہلے اصل شے ہو پھر معاون ہیں پھر ٹیکنالوجی کی جس فیلڈ میں بھی جائیں

وہاں بھی اگر دین کے لیے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر سانس میں بندگی کا ثواب دے گا ۔کتنا بڑا مقام اس کا جس کا فرشتے طواف کرتے ہیں ۔تو یہ خاکی لیکن نوری طواف کرتے ہیں اس لیے کہ اس نے نوری سلسلہ شروع کر رکھا ہے قرآن پڑھتا ہے عمل کرتا ہے اللہ کا ذکر کرتا ہے کتنا بڑا اجتماع ہے یہ اجتماع تو زمین پر ہے لیکن حاضری عرش بریں پر لگائی جارہی ہے اگر کسی کی یہ سوچ ہے کہ دین پڑھنا غریبوں کا کام ہے تو یہ اس کی سوچ غلط ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ دین پڑھنا زمانے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کا کام ہے تو اس کی سوچ جاہلانہ ہے اگر کوئی سمجھے کہ مسجد میں امام بن جانا ہے یا تدریس کرنا تو یہ لوگ وہیں ہیں جو ٹھکرائے ہوئے ہیں تو دین کا مذاق اڑا رہا ہے۔

عالم دین کے لئے اعزاز

مسجد کے مصلے پر تو سرکار مدینہ ﷺ نے جماعت کرائی ہے قرآن کا درس تو ہمارے آقا ﷺ نے بھی دیا ہے آپ ﷺ نے خود پڑھا ہے اور خود پڑھایا ہے جبرئیل علیہ السلام سے وصول کیا ہے اللہ تعالیٰ سے لیا ہے اور پھر پڑھایا ہے مزدور مزدوری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں میرے ابا جی کو ملازمت ملی تھی دکاندار یہ باپ کی تصویر لگا کے کہتا ہے کہ میرے باپ کی دکان تھی اب میں بیٹھا ہوں ۔زمیندار کا بیٹا کھیت میں ہل چلاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں میرے ابا جی نے ہل چلائے تھے تو جو قرآن پڑھ رہا ہے اس کی شان کتنی بڑی ہے کہ میں وہ کام کر رہا ہوں جو نبیوں کے امام کیا کرتے تھے۔

ایک شخص کہتا ہے میرے فلاں بیٹے کا اتنا بزنس ہوگا لیکن حافظ جو عالم دین بن جائے گا اس کا پھر کیا ہوگا تو کیا جب تم پیدا ہوئے تھے تو اپنی روزی ساتھ لے کر آئے تھے ۔یا اللہ تعالیٰ نے بعد میں تمہیں دی ہے تو جو رب تمہارے لیے روزی

کے ذرائع پیدا کرسکتا ہے وہ تمہارے بیٹے کو بھوکا نہیں مرنے دے گا وہ تمہارا بیٹا تمہاری عزت بن جائے گا یہ دین کے لیے کام کرے گا دنیا خود بخود اس کے پیچھے چلنا شروع ہو جائے گی۔ نیت درست ہے لیکن اس کا اثر نہ ہو رہا ہو تو پھر بھی فائدہ ہے اذان دینا ضروری ہے۔

﴿طالب علم کے لئے ضروری چیزیں﴾

حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ طالب علم کے لئے دو چیزیں بڑی ضروری ہیں۔

پہلی چیز: ایک اسباق کا تکرار

یعنی جو پڑھا ہے اس کا تکرار کرنا اور اپنی زبان سے دہرانا

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ "اَلتَّکْرَارُ یُفَکِّرُ الْحِمَارَ" تکرار ایسی چیز ہے جو گدھے کو بھی مفکر بھی بنا دیتی ہے۔

یہ علم ایسا ہے کہ اگر پڑھ کے کسی کو پڑھانا نہیں اور سمجھ کے کسی کو سمجھانا نہیں تو پھر اس علم کو زنگ لگ جائے گا۔ جو جتنا پڑھاتا ہے اور سمجھاتا ہے اس میں اتنا نکھار آتا ہے۔ ہمارے طریقہ تدریس میں ہمارے اساتذہ کا یہ لازمی حصہ ہے۔ خود پڑھانے کے بعد یہ سنتے کہ ہم نے پڑھایا کیا ہے؟ اور پھر کلاس میں طلباء باری باری سبق دہرائیں اور بعض طلباء اعتراض کریں تاکہ جواب مل سکے اس طریقے سے ذہن کھلتا ہیا اور پھر اس کی وجہ سے ذہن میں نئے اجالے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری چیز: مستحبات تک کی پابندی کرنا

یعنی طالب علم فرائض کے ساتھ مستحبات تک کی پابندی کرنے والا ہو۔ اس سے علم میں برکت آئے گی مزید فیضان نصیب ہوگا۔

ایک گھڑی کا مذاکرہ

آثار میں یہ بات آئی ہے کہ

إِنَّ مُذَاكَرَةَ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ اَحْيَاءِ اللَّيْلَةِ

علم دین کا ایک گھڑی تکرار کرنا ساری رات کو زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب میں نے دین پڑھنا شروع کیا تو میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے جن سے میں کاغذ خرید سکوں۔ ایسے میں ہڈیوں پہ سبق لکھ کر یاد کرتا تھا جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے مجھے امامت کا درجہ عطا فرما دیا۔

علم دین ایک عزت

اور فرماتے تھے کہ

طَلَبُ الْعِلْمِ كَطَلَبِ الْمَرْأَةِ الْمُضِلَّةِ وَلَدَهَا لَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ

علم حاصل کرنا اس عورت کے اپنے گمشدہ بچے کو ڈھونڈنے کی طرح ہے جو اپنے والدین کا اکلوتا ہو۔

علم ایک عزت ہے مگر محنت کے بغیر ملتا نہیں اس کے لئے ضرور خاک چھاننا پڑتی ہے اور اس کے لئے جگر پگھلانا پڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے واضح کیا کہ جس سینے میں علم نہ ہو وہ سینہ سینہ نہیں بلکہ وہ کھنڈر جگہ اور ویران بستی ہے اور جہاں علم آ جاتا ہے وہاں سینے کا مدینہ بنا دیا جاتا ہے۔

یہ ساری قرآن وسنت کی سوغات ہے، ہم پہ ان آئمہ کا احسان ہے کہ جنہوں نے جگر پگھلایا، جنہوں نے تحقیق کی اور قرآن وسنت میں زندگیاں بسر کی ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باب نمبر
10
سیرت طیبہ کی بہاریں
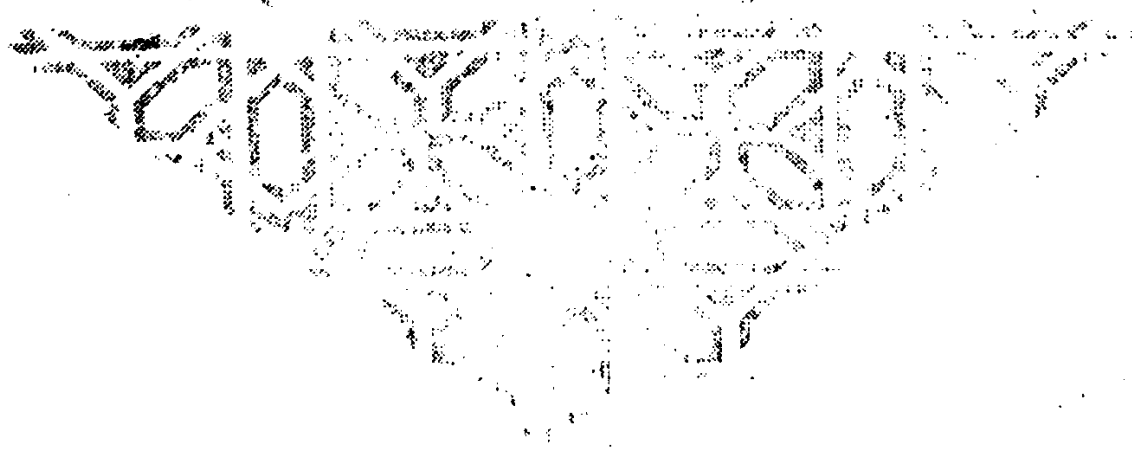
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برھانہ کی حمد وثنا اور حضور اکرم، نور مجسم، شفیع محشر، مالک کوثر، محبوب دلبر، احمد مجتبیٰ، جنابِ محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلہ وَ سَلَّمَ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد!

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومودّت حاملین عقیدہ اہلسنّت، نہایت ہی محتشم ومعزز حضرات وخواتین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے جامع مسجد رضائے مجتبیٰ گوجرانوالہ میں خطبہ جمعۃ المبارک میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے میری دعا ہے رب ذوالجلال جل جلالہ شرکاء کی شرکت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

سیرت طیبہ کی بہاریں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ایک جامع موضوع ہے اس کے آگے سینکڑوں نہیں ہزاروں موضوعات ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخشاں سیرت انسانیت کا وہ فخر ہے کہ جس پہ تاریخ انسانیت کو ناز ہے۔ جہاں انسانیت کا عروج اور آدمیت کی رفعتیں جا کے فخر کرتی ہیں۔ جس کردار پہ پوری تاریخ آدمیت کو فخر ہے وہ کردار اور سیرت اور وہ اسوہ اور وہ طریقہ میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

مکہ شریف کا ماحول

یہی وجہ تھی کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے کفر وشرک کے ماحول کے اندر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور اپنی رسالت کا اعلان کیا تو اسے ایک عجیب دعوت اور عجیب پیغام سمجھا جا رہا تھا۔ اس کی مخالفت تو ایک طرف، اس وقت ضدی اور

ہٹ دھرم طبیعت کے حامل افراد کی عقلیں ہی انکار کر رہی تھیں کہ جس ماحول میں تین سو ساٹھ بتوں کو سجدہ کیا جاتا ہو ہر گھر میں ہر گلی محلے میں علیحدہ خدا بنا کے رکھے گئے ہوں، اس میں ایک خدا کی توحید کا سبق دینا اور جس میں اپنے قبیلے کے فرد کی بات کو حتمی حیثیت قرار دی جائے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک نائب کی بات کا پیغام اور اسے حتمی فیصلہ سمجھنا یہ بظاہر ان لوگوں کے لیے ایک عجیب بات تھی اور ان کے لیے اس کو سمجھنا مشکل تھا۔

پیغام توحید ورسالت

جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ اعلان کیا کہ خدا ایک ہے الہ صرف ایک ہے اور میں اس کا نائب ہوں اور میں اس کا رسول ہوں اور اس کی طرف سے دنیا میں بھیجا گیا ہوں میں اس کے پیغام اور اس کے احکام تم تک پہنچانا چاہتا ہوں اور اسی کی تبلیغ کرنا چاہتا ہوں اگر تم میری بتائی باتوں پر عمل کرو گے تو میرا خدا تم پر راضی ہو جائے گا اور تمہیں اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے گا۔

جس وقت یہ پیغام سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے سامنے رکھا تو انہوں نے دلیل اور برہان کا مطالبہ کیا۔ ایک دلیل اور برہان تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی صورت میں تھی۔ دوسری اہم دلیل خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے رکھی اور قرآن مجید نے اس کی حکایت کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدس تھی۔

توحید ورسالت کی منفرد دلیل

جب ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر اس کی

دلیل کیا ہے اور خدا ایک ہے تو اس کی دلیل کیا ہے آپ دین اسلام کی بات کرتے ہیں اس اسلام کے حق ہونے کی دلیل کیا ہے آپ بعثت بعد الموت کا عقیدہ ہمیں دے رہے ہیں تو اس عقیدہ پر آپ کی دلیل کیا ہے۔ آپ ہمارے سامنے فرشتوں، رسولوں اور پہلی کتابوں پر ایمان لانے کی بات کرتے ہیں۔ اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے جس وقت ان کا ذہن دلیل کی تلاش میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کے لیے وہ ایک دلیل کا تقاضا کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۃ الیونس رقم الایت 16)

اے مکہ شریف کے لوگو! میں کہیں آج باہر سے آ کر تمہارے سامنے رسول ہونے کا اعلان نہیں کر رہا میں نے زندگی کے چالیس سال تم میں بسر کئے ہیں میں باہر سے آنے والا نہیں ہوں میرا میلاد اور میلاد کے بعد ایامِ طفولیت میرا ابھرتا شباب اور میری چالیس سالہ کتابِ زندگی تمہارے سامنے ہے تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرے رسول ہونے کی دلیل کیا ہے؟

آپ نے فرمایا میری چالیس سالہ زندگی میرے رسول ہونے کی دلیل ہے اور میری چالیس سالہ زندگی میرے خدا کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ میرے الہ کے ایک ہونے کی دلیل ہے میرے رب کی توحید کی دلیل ہے۔ میری چالیس سالہ زندگی تم دیکھ لو اس زندگی کا ہر سال دیکھو۔ اس زندگی کے ہر سال کا ہر مہینہ دیکھو، ہر مہینے کا ہر ہفتہ دیکھو، ہر ہفتے کا ہر دن دیکھ لو، ہر دن کا ہر گھنٹہ دیکھ لو، ہر گھنٹے کا ہر منٹ دیکھ لو۔ میری چالیس سالہ زندگی کے بارے تمہارا اپنا یہ فیصلہ ہے کہ میں نے اس چالیس سالہ زندگی کے ایک منٹ میں بھی آج تک جھوٹ نہیں بولا اگر چالیس سالہ زندگی میری صداقتوں

سے بھری ہوئی ہے اور خود تم اس کو تسلیم کرتے ہو تو پھر یہی زندگی میری اس بات کی دلیل ہے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔

اگر چالیس سال کے گرم و سرد ماحول کے اندر مختلف واقعات کے اندر اس زندگی کے نشیب و فراز کے اندر مختلف قسم کے زمانوں کے اندر مختلف حالات کے اندر، مختلف محافل کے اندر، مختلف مواسم اور مختلف مواقع پر تم نے مجھے دیکھا ہے تم میرے ساتھ رہے ہو کبھی بھی تمھارے عقیدہ کے مطابق، تمھاری اپنی گواہی کے مطابق بھی میری زبان سے جھوٹ نہیں نکلا اگر آج تک میری زبان سے جھوٹ نہیں نکلا تو آج بھی جھوٹ نہیں نکل رہا میں جو کہتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا سچا رسول ہوں اس زبان سے کہہ رہا ہوں جس زبان کی چالیس سالہ صداقت پر تم خود گواہی دیتے ہو۔

سیرت طیبہ توحید کی دلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر سیرت اور منور سیرت، یہ سب سے بڑی برھان تھی جو لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید میں شک کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شک کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ جس کردار کو تم نے دیکھا ہے میری زندگی کے چالیس سال جو میں نے اعلان نبوت سے پہلے گزارے ہیں یہ وہ چالیس ہیں جن میں تم مجھے امین کہتے تھے، تم مجھ کو صادق کہتے ہو اور تم میرے بارے میں یہ تصور اور عقیدہ رکھتے ہو کہ کبھی بھی مجھ سے ایک ایسی حرکت صادر نہیں ہوئی کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا کہ جو انسانیت کے اعلیٰ اقدار کے منافی ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی نیابت کے شایان شان نہ ہو مجھے تم نے اس انداز میں پایا ہے آج میں اپنا چالیس سالہ کردار

سامنے رکھ کے تم کو دعوت دے رہا ہوں کہ میرے خدا کو مان لو اور میری رسالت کو بھی مان لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان اتنا زبان کی مٹھاس کے ساتھ تھا اور اس قدر اطمینان اور دولی توجہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے فرمایا!

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(سورۃ الیونس رقم الایت 16)

میں نے تم میں زندگی گذاردی ہے اس سے پہلے کی

أَفَلَا تَعْقِلُونَ

پھر بھی تم مجھ سے پوچھو تو پھر تم میں عقل نہیں ہے اگر تم میں عقل ہے اور اگر تم میں شعور ہے اور اگر تم میں سوچنے اور سمجھنے کی طاقت ہے تو پھر تمہیں پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا تمہیں تو میرے بارے میں سوال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا تم تو خود بھی اپنی محفلوں کے اندر بھی جہاں بیٹھتے ہو میری ان باتوں کی تم گواہی دیتے ہو لہذا اگر تم میں عقل ہے تو پھر مجھے بھی مان جاؤ میرے رب کو بھی مان جاؤ یہ ساری چیزیں میری سیرت کی واضح دلیل ہیں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع ذات ہے کہ آپ کی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل بنی اور آپ کی سیرت بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل بن گئی۔ صورت کا علیحدہ اور مستقل باب ہے، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی تھے آپ نے کس وجہ سے اسلام قبول کیا؟ آپ فرماتے ہیں

فَلَمَّا رَآوَجْهَهُ

جب میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا

عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

(سنن الترمذی رقم الحدیث 2409)

چہرے کو دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اتنا نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا، میں نے چہرے کی آب و تاب کو دیکھ کر آپ کو بھی مان لیا اور آپ کے لائے ہوئے دین کو بھی مان لیا۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جو قریش کے زرخرید غلام تھے انہوں نے بھی یہ کہا

فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث :2377)

جس وقت میں نے سرکار کا چہرہ دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا۔ وہ صورت بھی بے مثال صورت ہے اور وہ سیرت بھی بے مثال سیرت ہے کہ جس سیرت کو واضح طور پر عالم کفر و شرک کے سامنے پیش کر دیا کہ میری کتابِ زندگی پڑھ لو اس کتابِ زندگی کا ہر باب پڑھو اور اس کا ہر صفحہ پڑھو اور اس کی ہر سطر پڑھو اس کے کسی باب میں کسی ورق پر کسی صفحے پر اور کسی سطر پر اور سطر کے کسی حرف پر بھی تم کو اعتراض ہے تو مجھ کو بتاؤ تم تو خود جانتے ہو کہ یہ چالیس سالہ کتابِ زندگی کا ہر ورق اور ہر حرف اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں صادق بھی ہوں، امین بھی ہوں لہذا میری کتابِ زندگی کو سامنے رکھو اور میرے لائے ہوئے پیغام کو مان لو۔

سیرت طیبہ جامع مضمون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جامع مضمون ہے اس کو کچھ لوگ آج محدود کرتے

ہیں سیرت طیبہ رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے لیکر سرکار ﷺ کے وصال مبارک تک میلاد شریف کے سارے کے سارے ابواب سیرت کا ایک حصہ ہیں ان کے بغیر سیرت کا سرورق ہی مکمل نہیں ہوتا جب تک میلاد شریف کا ذکر نہ کیا جائے سیرت کا عنوان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ اس واسطے جس مرکز سے سیرت کا آغاز ہوتا ہے اور جس مرکز اور نکتہ سے اور جس منبع سے اس درخشاں سیرت کے پودے پھوٹتے ہیں وہ چشمہ سید عالم ﷺ کے میلاد کا چشمہ ہے اور سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت ہے جس کے ساتھ سیرت ظاہری کے دروازے لوگوں پر کھلنے شروع ہوئے اگر چہ سیرت کی تاریخ تو اس سے بھی پرانی ہے کہ جن کا نام لے کر یہود اپنے مخالف پر فتح چاہتے تھے تو سرکار کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کے صدقے ہم کو فتح عطا فرما۔

﴿سیرت طیبہ میلاد کا باب اول﴾

تو سیرت کا ایک مستقل حصہ سرکار ﷺ کے میلاد سے پہلے کا بھی ہے اس کا تعلق سرکار ﷺ کے نور کی تخلیق تک جاتا ہے اور سیرت کے ظاہری مراحل ان کا تعلق رسول اکرم ﷺ کی مقدس ولادت کے ساتھ ہے لہذا میلاد شریف سیرت طیبہ کا پہلا باب ہے۔

ایک ہے کسی چیز کو منانا اور ایک ہے کسی چیز کو اپنانا، میلاد شریف کا تعلق منانے سے ہے اور سیرت کا تعلق اپنانے سے ہے، میلاد کو منایا جاتا ہے اور سیرت کو اپنایا جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ جب تک ذکر میلاد نہیں ہوگا جس وقت رسول اکرم ﷺ کی آمد اور آپ کی جلوہ گری کا ذکر نہیں ہوگا اس وقت تک سیرت کی بلندیوں کا نوری تصور ذہن میں نہیں آئے گا۔ جس وقت درخشاں ولادت کہ جس کے

بعد ہمیشہ نبوت کی ولادت کا دروازہ بند ہو گیا اس کا تذکرہ کیا جائے گا تو ساتھ ہی ایسی سیرت کا تصور ابھرے گا کہ یہ وہ سیرت ہے کہ جس کے بعد کوئی سیرت بھی دنیا میں نہیں آئی۔

اس تصور سے جس وقت سیرت کو لیا جائے گا تو پھر وہ سیرت کائنات میں رسالت ونبوت کی آخری سیرت ہے اتنی جامع ہے کہ جس کے بعد کسی نئی سیرت کی ضرورت نہ رہی، اتنی جامع اور اکمل سیرت ہے کہ جس میں زندگی کے ہر باب کے لیے روشنی موجود ہے، اتنی جامع سیرت ہے کہ جس کے اندر فرشیوں کے لیے بھی مواد موجود ہے عرشیوں کے لیے خوشبو موجود ہے۔ یہ جامع سیرت کا جس وقت تصور دے کے اس سیرت کو پیش کیا جائے گا پھر واقعی وہ سیرت کہ جس کا تعلق اپنانے کے ساتھ ہے اس کا رنگ ذہنوں پر غالب آجائے گا اور اس کی حکومت انسان کے بدن پر ہو جائے گی۔

﴿لوگوں کے سیرت بیان کرنے کا انداز﴾

آج سیرت کے بیان کرنے کا ایک انوکھا انداز ہے سیرت کا بیان اس بات کے مترادف بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ اوصاف جو کہ شمار میں نہیں آسکتے ہیں اور سرکار کے وہ منصب کہ جہاں تک ہمارا طائر فکر پرواز بھی نہیں کر سکتا ان کو بیان کرنے کی بجائے آنکھ محدود کر کے عام انسان کی سطح پر پیش کرنے کا نام آج سیرت رکھ دیا گیا ہے۔ آج سارا زور بیان اس پر صرف کیا جانے لگا کہ ان کے بھی دو ہاتھ تھے، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں، وہ بھی چلتے تھے ہم بھی چلتے ہیں، انہوں نے بھی شادی کی، ہم بھی شادی کرتے ہیں، ان کی بھی اولاد تھی، ہماری بھی اولاد ہوتی ہے۔ یہ ہے کچھ لوگوں کا

سیرت کو بیان کرنے کا ایک طریقہ یہ اس انداز میں لوگوں نے سرکار کی سیرت کو بیان کرنے کو شروع کیا جس سے وہ سرکار ﷺ کی شخصیت کو ایک عام انسان کی شخصیت کی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

﴿سیرت طیبہ کا تقاضا﴾

سرکار علیہ السلام کی سیرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ سب سے پہلے اس بات کو پیش کیا جائے کہ ہم اس محبوب کی سیرت کو پیش کر رہے ہیں کہ کائنات میں جن کی صورت کی بھی کوئی مثال نہیں اور جن کی سیرت کی بھی کوئی مثال نہیں۔

رسول اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھ ہیں ان ہاتھوں کی حرکت کھانے کے وقت اور ان ہاتھوں کی حرکت کسی کے ساتھ تعاون کے وقت ان ہاتھوں کی حرکت بدر وحنین کے معرکوں کے اندر ان ہاتھوں کی حرکت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے ہاتھ اٹھاتے وقت، دعا مانگتے وقت سیرت کے تمام پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے اس انداز میں اس کو بیان کیا جائے کہ سننے والے کے ذہن میں سب سے پہلے یہ بات آجائے کہ میں اس درخشاں سیرت کے بارے میں سن رہا ہوں جو اتنی نورانی ہے اتنی اس کے اندر روشنی موجود ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا جامع بنا دیا ہے کہ اس سیرت کے بعد کسی اخلاق اور کسی قسم کے نئے شعائر اور نئی کرن زمینی یا آسمانی پیش کرنے کی کسی کو ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس سیرت کو اس حد تک جامع اور تام بنا دیا۔

﴿سیرت بیان کرنے کا انداز﴾

یہ سیرت کا اہم موضوع ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی

نے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں۔

كَانَ يَخِيطُ ثَوْبَهُ وَيَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَعْمَلُ مَا يَعْمَلُ الرِّجَالُ فِي بُيُوتِهِمْ

(مسند احمد رقم الاحدیث 23756)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام کرتے تھے آپ اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے اور آپ اپنا کپڑا بھی خود سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں یوں کام فرماتے تھے کہ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ زاویہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو پیش کیا تو اس کا کمال کیا ہے؟ بظاہر جو شخص بھی اپنے جوتے مرمت کر رہا ہو کیا اس سیرت کو جامع سیرت کے طور پر اور کائنات کی آنے والی نسلوں کے سامنے اس کو ایک درس کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جب ہر آدمی ہی یہ کام کر رہا ہے تو اس کی خبر دینے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت کی خبر اس لیے دے رہی تھیں اور اس انداز میں دے رہی تھیں کہ لوگوں وہ محبوب کہ جن کی انگلی اٹھ جائے تو چاند شق ہو جائے اور جو اشارہ کریں تو درخت حرکت میں آ جائیں ان کی انگلی ایک طرف چاند کو حرکت دیتی ہے اتنی عظیم ہونے کے باوجود وہ جوتا بھی مرمت کرتی ہے۔

سیرت طیبہ کا اور سیرت مقدسہ کا یہ پہلو بھی ہے کمال کا کہ اتنے عظیم ہونے کے باوجود جس کے ید کو اللہ تعالیٰ ید اللہ فرمادے اپنا دست قدرت قرار دے دے اور اپنی قدرت کی نیابت عطا فرما دے وہ ید اللہ والا ہاتھ اس قدرت اعلیٰ کی سیرت ہے کہ ایک طرف وہ ید اللہ ہے اور دوسری طرف وہ اپنا جوتا خود مرمت کرتا ہے۔

یہ پہلو جس وقت اس انداز میں پیش کیا جائے گا تو پھر سیرت کا تصور نقشوں میں اور انداز سے ابھرے گا اور اگر اس انداز میں پیش کیا جائے گا کہ معاذ اللہ وہ بھی

جوتا مرمت کرتے تھے اور ہم بھی جوتا مرمت کرتے ہیں پھر اس عظیم کردار کو جس سبق
کے طور پر پیش کیا جارہا ہو گا وہ سبق پھر کہاں جائے گا۔

اس انداز میں سیرت کو پیش کیا جائے یہ وہ محبوب ہیں کہ ایک طرف تو ان کی
انگلی چلتی ہے اور وہ اپنا جوتا مرمت فرماتے ہیں اور دوسری طرف یہی انگلی چلتی ہے تو
اس سے چشمے جاری ہوتے ہیں اسی ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے پانچ نہریں جاری ہوتی
ہیں دو چار نہیں پانچ دس نہیں ایک سو یا دو سو نہیں پندرہ سو صحابی انہیں ہاتھوں کی انگلیوں
سے پانی پیتے ہیں اپنے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں پھر بھی وہ پانی ختم نہیں ہوتا یہ ان
مقدس ہاتھوں کا کمال ہے ایک طرف انہیں سے چشمے جاری ہوتے ہیں اتنے عظیم
ہونے کے باوجود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے اپنے جوتے کی مرمت بھی کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کو اس انداز میں بیان کیا جائے آپ ظاہر
الجلد ہیں آپ لباس بشر میں ہیں مگر لوگوں یاد رکھو ان کا پیکر اور اس پیکر کے انداز اور
اس پیکر کے کردار ہمارے لیے نوری ذریعے بن گئے ہیں اس پیکر کی حقیقت ہماری
عقلوں سے ماوراء ہے

انسان کے بدن سے خون نکلتا ہے اس سے جو کچھ برآمد ہوتا ہے وہ طاہر نہیں
ہوتا مطہر نہیں ہوتا ہم اس پیکر کی سیرت کا حوالہ دیتے ہیں جس پیکر سے جو پانی نکلے وہ
پانی طاہر بھی ہوتا ہے اور مطہر بھی ہوتا ہے پاک بھی ہوتا ہے اور پاک کرنے والا بھی
ہوتا ہے۔

پھر انسانی بدن سے کتنا پانی باہر آ سکتا ہے وہ چار کلو ہوتا ہے یا پانچ کلو ہو یا
دس کلو ہو جائے یا بیس کلو ہو جائے اس سے زیادہ کہاں سے آئے گا یہ کونسا پیکر ہے؟ یہ
پانی کہاں سے آ رہا ہے؟ چشمے پھوٹتے ہیں تو پندرہ سو صحابی پانی پی گئے اور جانوروں

نے بھی پانی سیر ہو کر پی لیا انسانی پیکر کے اندر اتنا پانی کہاں سے آ سکتا ہے۔ جس وقت انسانی پیکر کے اس اعجاز کو انسان سامنے رکھے گا یقیناً اس کو محبت بھی پیدا ہو جائے گی اور ذہن کے اندر سیرت غالب بھی ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا مرمت کرتے تھے اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اس طرح گھر میں کام کرتے تھے جس طرح تم میں سے کوئی ایک کام کرتا ہے ہاں یہ بڑی بات ہے کہ قائد المرسلین ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ہوں اور اپنا جوتا خود مرمت کر رہے ہو۔

بے مثل خوشبودار پسینہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جوتا مرمت کرتے ہوئے بھی ان کی سیرت کے انوکھے انداز ظاہر ہوتے تھے سرکار جوتا مرمت فرما رہے تھے۔

فَجَعَلَ جَبِيْنُهٗ يَعْرُقُ

تو سرکار کی پیشانی پر پسینہ آ گیا

جَعَلَ عَرْقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا (سنن الکبریٰ)

وہ پسینہ بھی نور کا پسینہ تھا

آپ کا پسینہ نور بنتا جا رہا تھا آپ کا پسینہ بھی نور تھا آپ کا پسینہ وہ خوشبو ہے کائنات میں جس خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں ہے تم اسی طرح اپنے آپ کو ان سے مساوی نہ کرو، کہ وہ بھی کام کرتے تھے ہم بھی یہ کام کرتے ہیں لہٰذا ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہ ہوا وہ ایسا ہاتھ رکھتے تھے کہ جو کائنات میں دو نسبتیں اور نعمتیں تقسیم کرتا ہے دوسری طرف اسی ہاتھ کو استعمال فرماتے ہیں اور پیکر سے جو پسینہ نکلتا ہے وہ

پسینہ معاذ اللہ کوئی بدبودار نہیں ہوتا بلکہ خوشبو دار ہوتا ہے اور اس کی حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

یَتَوَلَّدُ نُوْرًا

وہ سرکار علیہ السلام کا پسینہ بھی نور کا پسینہ تھا

رسول اللہ ﷺ کی سیرت ایسی ہے کہ جوتا مرمت فرمائیں اور موسم سخت ہو اور پسینہ آ جائے اور وہ نور کا پسینہ ہو

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ فرمانے لگے

آب زر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نور کا

رسول اکرم ﷺ کے مقدس چہرہ کو قرآن مجید سمجھ لیجیے یہ مصحف اعجاز ہے یہ قرآن مجید ہے اور جو چہرہ پر پسینہ آ گیا ہے یہ قرآن مجید پر نور کے سونے کی ملمع کاری کر دی گئی ہے مطلقا سونے کی کیا حیثیت کہ سرکار ﷺ کے چہرے کے نور کو اس سے تشبیہ دی جائے اس لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا نور کا جو سونا ہے اس کی گویا چہرے پر ملمع کاری کر دی گئی ہے مقدس ہاتھ کا حوالہ بار بار دیا جائے کہ ان کے بھی ہاتھ تھے ہمارے بھی ہاتھ ہیں سیرت یہ نہیں بلکہ سیرت یہ ہے کہ یہ تصور رکھا جائے کہ سرکار علیہ السلام کے بھی ہاتھ تھے اور کیسے ہاتھ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی وسعتیں

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ سرکار اپنی جگہ سے آگے بڑھے اور ہاتھ اوپر اٹھایا اور پھر نیچے کر لیا اور قدم پیچھے ہٹا لیے تو صحابہ

کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ یوں لگ رہا تھا کہ آپ کوئی چیز پکڑ رہے ہیں اور پھر اپنے ہاتھوں کو پیچھے ہٹا لیا یہ کیا واقعہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ

إِنِّی رَأَیْتُ الْجَنَّۃَ

میں جنت کو دیکھا

فرش زمین پر کھڑے ہو کر میں نے جنت بریں کو دیکھا تو کیا ہوا

فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا

میرا ہاتھ جنت کے ایک گچھے پہ تھا

جنت کا ایک گچھہ میرے ہاتھ کے اندر آ چکا تھا میرا ہاتھ اس پر مشتمل تھا جب میں ہاتھ آگے بڑھا رہا تھا تو میرا ہاتھ اس پھل پر تھا۔

وَلَوْ أَصَبْتُہُ لَأَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا

(صحیح بخاری رقم الحدیث 993)

اگر میں وہ پھل توڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم وہ پھل کھاتے رہتے تو وہ پھل ختم نہ ہوتا۔

کیا یہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی سیرت نہیں؟ کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو زمین سے آسمان تک اور جنت بریں تک پہنچتا ہے اس قدر اس ہاتھ کی حکومت ہے اس قدر اس ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے برتری عطا فرمائی ہے اس قدر یہ ہاتھ لمبا ہے اس قدر اس ہاتھ کے تصرفات ہیں اس کے لیے کوئی چیز بھی دور نہیں ہے وہ جنت جو ہم سے 3500 سال کی مسافت سے بھی زیادہ دور ہے سرکار کی بارگاہ میں کوئی دور نہیں جن کے سامنے آسمان تک کی بلندیاں ان کے فرش زمین پر ہونے کے باوجود ان کے ہاتھ کے ساتھ ہوتی ہیں بھلا گنبد خضراء میں موجود ہوتے ہوئے یہ کائنات

کہاں ان سے دور ہوسکتی ہے۔اس ہاتھ کی سیرت بیان کی جائے کہ سرکار علیہ السلام نے اس ہاتھ سے جوتا بھی مرمت فرمایا جس ہاتھ سے سرکار زمین پہ کھڑے ہوکر جنت کے پھل بھی توڑ سکتے تھے۔

صحیح بخاری کی صحیح حدیث شریف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ہاتھ اس پھل پر تھا مگر توڑا نہیں کیوں؟ اس لیے کہ جنت نام ہی مخفی چیز کا ہے ج اور ن عربی زبان میں جہاں بھی آجائے اس کے معنیٰ میں پردہ، اخفا، سرّ اور چھپنے کا معنی پایا جاتا ہے۔تو جنت ایک چھپی ہوئی چیز ہے اگر اس کو یا اس کی کسی چیز کو ظاہر کر دیا جائے تو پھر آزمائش نہیں ہوسکے گی پھر امتحان نہیں ہوسکے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر جنت کو ظاہر کر دیا جائے تو پھر کوئی شخص بھی برا کام نہ کرتا کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جا سکتا جنت کو بھی چھپا دیا گیا اور جہنم کو بھی چھپا دیا گیا اور ان کو ایمان بالغیب کا عقیدہ عطا فرما دیا گیا کہ یوں سمجھو جیسے ہم نے آنکھ سے دیکھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی سیرت

رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ کی مقدس سیرت کو بیان کرتے ہوئے اور سرکار کی مقدس انگلیوں کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اگر یہ انگلی جس کے چاٹنے کے بارے میں سرکار حکم فرما رہے ہیں تو صحابہ کرام کے سامنے اپنی انگلی چاٹ رہے ہیں یہ وہ انگلی ہے جس کے بارے میں جامع ترمذی میں آیا کہ سرکار مدینہ ﷺ نے کھڑے ہوکر انگلی اٹھائی۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْفَلَقَ الْقَمَرُ، فَصَارَتْ فِلْقَةٌ مِنْ

وَرَاءِ الْجَبَلِ (المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث 9866)

اس انگلی کے اٹھنے کے ساتھ ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا پہاڑ کی دوسری طرف گیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ پہلو ہے ایک طرف انگلی جب کہ سرکار چاٹ رہے ہیں جبکہ سرکار اس کے چاٹنے کا سبق دے رہے ہیں اور آپ ان کی سیرت لوگوں کے سامنے رکھ رہے ہیں یہ وہ مقدس انگلی ہے جس کا اعجاز یہ ہے اور اس کی یہ فضیلت ہے کہ سرکار اسی انگلی کو جب بلند فرماتے ہیں تو یہ انگلی چاند کے بھی دو ٹکڑے کر دیتی ہے

دوسری طرف آج سارا زور بیاں اس پہ سیرت بیان کرتے ہوئے صرف کیا جاتا ہے کہ وہ ایک اللہ کے بندے تھے اس میں کوئی شق نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے عبد خاص ہیں مگر امت کے سامنے ان کی شخصیت اس انداز میں پیش کرنی چاہیے کہ جس انداز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا اس انداز کے مطابق جب سیرت کا ذکر ہوگا پھر اس سیرت سے کسی کا اختلاف نہیں ہوگا وہی سیرت حقیقی سیرت ہے۔

اور اگر انداز یہ اپنایا جائے اور لوگوں کو یہ کہا جائے کہ ہر چیز سے بری بات شرک ہے باقی سب کچھ معاف ہو جائے گا لیکن شرک معاف نہیں ہوگا یہ بات صحیح ہے اس سے لوگوں کے ذہن کو کھلا کر دیا جائے اور ان میں آزادی پیدا کر دی جائے جو تم کرو کوئی بات نہیں معاف ہو جائے مگر شرک نہ کرنا اور شرک کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا ہے یہ کتنی بڑی سازش ہے کہ پورے اذہان کو آزاد کیا شرک سے بچنے کی خاطر اور باقی سب کچھ چھوڑ کر یہ رہ گیا کہ معاذ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک ہے۔ الصلوۃ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک ہے نسل نو کو گمراہ کرنے کے لیے انہیں

بے راہ روی کا دروازہ دیکھانے کے لیے نوجوان نسل جو پہلے ہی بے حیاء ہے اور جن کا کوئی کردار نہیں ان کو یہ سند دی جارہی ہے کہ تم صرف یارسول اللہ ﷺ نہ کہو باقی سب کچھ (معاذ اللہ) معاف ہو جائے گا بس ایک شرک نہ کرو۔ شرک کیا ہے؟ کہ سرکار ﷺ کا میلاد نہ کرو سرکار ﷺ کا نعرہ نہ لگاؤ یہ کام نہ کرو باقی جو کچھ کام تم کرو گے وہ معاف ہو جائے گے۔

تو یہ ایک نوجوان نسل کے اندر تصور دے کے جو بدکار قسم کے لوگ تھے انہوں نے اپنی مسجدوں کے اندر بیٹھ کر اس کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ صرف تم یہ کلمے نہ کہو باقی جو کچھ تم کرتے رہو اے جوانو! تم کو کھلی چھٹی ہے تم سینما دیکھو تم شراب پیو تم بدکاریاں کرو مگر یہ کام نہ کرو اگر یہ کام کرو گے تو نجات نہیں ہوگی باقی ہر شے سے نجات ہو جائے گی جو نوجوان نسل پہلے بے راہ روی کا شکار ہے وہ یقیناً اس بات کو قبول کر لے گی کہ ٹھیک ہے باقی چیزوں سے ہمیں آزاد کر دیا گیا ہے ایک ہی بڑا گناہ تھا معاذ اللہ یارسول اللہ ﷺ کہنا اس پہ تو پابندی رکھیں گے باقی جو مرضی کرتے جائیں۔

یہ سوچ اور نظریہ اس دور کا سب سے خطرناک نظریہ ہے اور سب سے بڑی سازش ہے امت مسلمہ کے خلاف کہ ان کی نسل نو کو معاذ اللہ بے راہ روی کا مرتکب کرنے کے لیے ان کو یہ سوچ دی جارہی ہے ہم کہتے ہیں کہ یقیناً شرک سب سے بڑا جرم ہے مگر شرک سرکار ﷺ کا نام لینا نہیں، شرک سرکار ﷺ کی تعظیم کرنا نہیں ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی سیرت

اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ ﷺ کو عزتیں عطا فرمائی ہیں عظمتیں عطا فرمائی ہیں، عروج اور رفعتیں عطا فرمائیں ہیں اس قدر ذکر کو بلند فرما دیا ہے لہذا یہ سب کچھ سرکار ﷺ کا ذکر اور آپ کی سیرت کا بیان اور سرکار کی محبت اور سرکار کے عشق کے درس یہ تو سرکار ﷺ کی عظمت و عزت کا حصہ ہیں کہ جس میں شامل ہونے سے ایمان کی دنیا جگمگا اٹھتی ہے لہذا یہ تو ایمان کی ترقی کا ایک حصہ ہے اور ترقی کا ایک ذریعہ ہے نہ کہ معاذ اللہ اس کو کائنات میں سب سے بڑا جرم قرار دیا جائے سیرت النبی ﷺ بیان کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی چلتے تھے ہم بھی چلتے ہیں مگر کس انداز میں اس کو بیان کرنا چاہیے اس انداز میں بیان کرنا چاہیے کہ لوگو! ہم بھی چلتے ہیں سرکار ﷺ بھی چلتے تھے مگر کس طرح وہ اس زمین پر چلتے تھے اور زمین پر ان کا چلنا ہمارے لیے بہت بڑا احسان بنا اور سرکار ﷺ کا چلنا اس واسطے سیرت کا درخشاں باب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ

اے بلال مجھے اس عمل کی خبر دو جو تم کرتے ہو جس پر تمھیں امید ہے۔

فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1081)

میں جنت میں تھا اور جنت میں چل رہا تھا تو میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے قدموں کی آہٹ سنی سرکار ﷺ کا چلنا ذکر کیا جائے اور سرکار کا قدم اٹھانا ذکر کیا جائے تو اس قدم اٹھانے میں جو سرکار ﷺ کی بلندی ہے اس کو ذکر کیا جائے ہم بھی

چلتے ہیں ہمارا قدم اٹھتا ہے تو زمین پر رہتا ہے سرکار ﷺ بھی چلتے ہیں مگر وہ قدم اٹھتا ہے تو تیرے لیے دو چار قدم عرش بریں ہے وہ قدم اس انداز میں اٹھتا ہے کہ چاہے تو جنت کی سیر کرے جنت کے مناظر دیکھ لے یہ سرکار ﷺ کا چلنا ہے اور یہ وہ پیارا چلنا ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی مقام عطا فرمایا تھا اس کے باوجود آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ چلنے کو پسند فرماتے تھے یہ اعجاز ہے

ادھر مخلوق میں شاغل ادھر اللہ سے واصل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

آپ کا تو یہ احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وصل ہونے کے باوجود آپ نے مخلوق کو ٹائم دے دیا سچ فرمایا تھا کسی عارف نے کہا کہ سرکار علیہ السلام کا معراج پہ جانا اتنا کمال نہیں جتنا وہاں سے واپس آنا کمال ہے اللہ تعالیٰ کے جلووں میں بیٹھ کر پھر مخلوق کو پسند کر لینا اور مخلوق کے پاس آ جانا یہ کمال ہے کہ سرکار علیہ السلام کا ان غلاموں کے ساتھ قدم قدم چلنا سرکار علیہ السلام کا ان کے ساتھ بدر و حنین میں جانا یہ سیرت کا درخشاں پہلو ہے اللہ تعالیٰ نے جن کو اعلیٰ حدود میں چلنے کا اختیار عطا فرمایا تھا اس کے باوجود انہوں نے غلاموں کے ساتھ چلنے کو پسند فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے کان مبارک کی سیرت

سیرت طیبہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے بھی کان ہیں ہمارے بھی کان ہیں مگر اس کو کس انداز میں بیان کیا جائے اس طرح اس کو کہا جائے کہ ہمارے بھی کان ہیں مگر ہمارے محبوب ﷺ کے تو وہ کان ہیں جب فرمایا کہ میں جنت میں تھا

سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ

(صحیح بخاری رقم الحدیث:1081)

میں نے جنت میں تمھارے قدموں کی آہٹ سنی ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ زمین پر ہیں اور سرکار ﷺ جنت پر ہیں پانچ سو سال سے زائد کی مسافت ہے بڑی آواز تو بڑی آواز رہ گئی فرمایا میں تو زمین پہ تمھارے چلنے کی آواز بھی سن رہا تھا۔

سرکار مدینہ ﷺ کے کان ہیں لیکن ایسے کان ہیں کہ ان کانوں کی سیرت ہم بیان کر رہے ہیں جن کانوں کے اندر کبھی غلط آواز داخل نہیں ہوئی جن کانوں کو اللہ تعالیٰ نے مقدس پیدا فرمایا تو وہ مقدس رہے وہ کان جو ظاہر میں بھی تھے باطن میں بھی تھے وہ کان جو پیکر کے اوپر بھی تھے اور دل کے اندر بھی موجود تھے دل میں بھی کان تھے ظاہر میں بھی کان تھے جو زمین سے بھی سنتے تھے آسمان سے بھی سنتے تھے دور سے بھی سنتے تھے اور نزدیک سے بھی سنتے تھے حضرت بلال رضی اللہ زمین پر تھے سرکار ﷺ جنت میں تھے اس کے باوجود ان کے قدموں کے چلنے کی آواز کو بھی سن لیا لہذا یہ سیرت کا درخشاں پہلو ہے کہ سرکار ﷺ کا سننا وہ سننا ہے وہ سماعت جو دور دور سے سن لیتی ہے اس کا کمال یہ ہے کہ جب کوئی غلام گھبرا کے آتا ہے تو سرکار ﷺ اس کو بھی نہیں ٹھکراتے بلکہ اس کی بھی سن لیتے ہیں۔ جو کان اللہ تعالیٰ کا پیغام سننے والے تھے اور دور دراز سے سننے والے تھے آپ نے ان کانوں کو اپنے غلاموں کے لیے وقف فرما دیا یہ سرکار ﷺ کی سیرت کا اعجاز ہے یہاں تک کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ جہان سے تم درود پڑھتے ہو میں سنتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(سنن ابی داؤد رقم الحدیث:1745)

میں سلام کا جواب خود دیتا ہوں جب تم مجھ کو سلام کہتے ہو میں جواب خود دیتا ہوں۔
میں نے کسی کی ڈیوٹی نہیں لگائی کہ وہ جواب دے دے میں جواب خود دیتا ہوں مجھ کو اس عقیدہ سے سلام کہو کہ میں تمھیں اس کا جواب دے رہا ہوں اور جب تم سلام کہو تو یوں سمجھو کہ تمھارا ماحول میری بارگاہ میں حاضر ہے اور میرا جواب تم کو مل رہا ہے اس عقیدے سے مجھ پر سلام پڑھو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں سنتا ہو کب تک؟

وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا

(سنن ابن ماجه رقم الحديث :1627)

میں سنتا رہتا ہوں تم پڑھتے رہو تم یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ ہم نے سرکار ﷺ کو تھکا دیا اور ہم ایک گھنٹہ پڑھتے رہے اور وہ ایک گھنٹہ سنتے رہے تو کیا ایک گھنٹے کے بعد آرام (Rest) کرنا شروع کر دیں گے اور ہماری طرف سے کان پھیر لیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے کان تھکتے نہیں۔

حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا

فرمایا پڑھنے والا پڑھتا رہتا میں سنتا رہتا ہوں جب وہ سنانا بند کرتا ہے تو میں کان پیچھے ہٹاتا ہوں خواہ وہ ایک دن سنائے یا خواہ وہ ایک ہفتہ سنائے خواہ وہ ایک سال سناتا رہے وہ جب تک مجھے سناتا رہے گا اس وقت تک میں اس کی بات سنتا رہوں گا۔

تو زندہ ہے واللہ

لہذا یہ سرکار ﷺ کی سماعت اور یہ سرکار ﷺ کے کان جو سطح زمین کے اوپر بھی سنتے تھے اور گنبد خضریٰ کے اندر بھی سنتے ہیں جب صحابہ کرام نے کہا تھا کہ جس

وقت موت آجائے گی وصال ہو جائے گا۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ

(سنن ابن ماجه رقم الحديث 1075)

پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا کیا صرف روح پر پیش کیا جائے گا یا جسم بھی سلامت ہوگا تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابہ!

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ

(سنن ابن ماجه رقم الحديث:1627)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ کسی نبی کے جسم کو نہیں کھا سکتی اللہ تعالیٰ کا نبی قبر میں زندہ بھی ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کے کان مبارک وہ ہیں جو قبر کے اندر بھی موجود ہیں اور آج بھی سن رہے ہیں یہ سماعت نبوی ہے یہ سیرت کا وہ درخشاں پہلو ہے جس کو اس انداز میں بیان کیا جائے کہ سرکار ﷺ اپنے مقدس کانوں سے اپنے غلاموں پہ اس قدر رحم فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت جس کا کوئی پرسان حال نہ تھا تو اس نے آکر کہا کہ میری علیحدگی میں آکر بات سنو تو سرکار ﷺ نے سب کچھ چھوڑ کر اس کی بات کو سن کے تشفی عطا فرمائی اور یہ ثابت کر دیا کہ میرے وہ کان ہیں کہ جس کے اندر اللہ تعالیٰ کے پیغام موصول ہوتے ہیں اس حد تک میری سیرت اعلی ہے کہ ادنیٰ سا بھی کوئی آجائے تو ان کو بھی یہ کان ٹائم دے دیتے ہیں۔

﴿سیرت طیبہ کا درخشاں پہلو﴾

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا درخشاں پہلو یہ بھی ہے سرکار ﷺ پاخانہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص ملا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس نے

آ کر سلام کہا تو سید عالم ﷺ نے اس کو جواب نہ دیا اب وہ شخص گلی میں جا رہا ہے رسول اکرم ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا وعلیکم سلام نہیں کہا اب گلی میں موڑ آنے والا ہے وہ شخص علیحدہ گلی میں چلا جائے گا وہ کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ میں ان سے ناراض ہوں اس کو غم ہوگا اس کو تکلیف ہوگی اور میں غلاموں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا جو لکڑی کے عاشقوں کا رونا برداشت نہیں کر سکتے وہ خیر الامت کے درد کو کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی چند قدم باقی رہ گئے تھے کہ وہ شخص نگاہوں سے غائب ہو جاتا سرکار ﷺ نے فوراً دیوار پر اپنے ہاتھ مارے پھر ان کو اپنے چہرے پر مل لیا پھر اپنی دونوں کلائیوں پر مل لیا تیمم فرمالیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے صحابی رک جاؤ تم نے مجھے سلام کہا تھا

لَمْ اَرُدَّ عَلَيْكَ

اور میں نے تم کو جواب نہیں دیا یہ نہ سمجھنا کہ میں ناراض تھا بلکہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ طہارت کے بغیر میری زبان سے رب کا نام نکل جائے چونکہ سلام تو اللہ کا نام ہے میں تمھیں جواب دوں گا وعلیکم السلام تو سلام تو اللہ کا نام ہے میں نے ابھی وضو نہیں کیا تھا ابھی میں قضائے حاجت کر کے آ رہا تھا میں چاہتا تھا کہ پہلے وضو کرتا پھر تم کو سلام کا جواب دیتا لیکن چونکہ تم اوجھل ہو رہے تھے اور تم دور جا رہے تھے اور تمھارے ذہن میں یہ سوچ مسلسل آ رہی تھی کہ سرکار ﷺ ناراض ہیں اس واسطے مجھے جواب نہیں دے رہے میں نے اتنا انتظار نہیں کیا کہ پہلے جا کر وضو کروں پھر تم کو جواب دوں فوراً تیمم کیا ہے اور تم کو جواب دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو ایک طرف ہے کہ فرش زمین پر چلتے

ہوئے اپنے غلاموں کا اس قدر احساس ہے کہ ان کو اتنا رنج نہیں دینا چاہتے کہ اگر وہ غائب ہو جائے گا تو اس کے دل میں یہ یقیناً بات آئے گی لہٰذا چند گھڑیاں گزرنے سے پہلے سرکار ﷺ نے سارے تقاضے بھی پورے کر دیے ادھر طہارت بھی تیمم کے ساتھ حاصل کر لی ادھر امتی کو سلام کا جواب بھی دے دیا ایک طرف سیرت کا یہ پہلو ہے۔

﴿سیرت طیبہ اور میدان حشر﴾

دوسری طرف وہ وعدہ ہے کہ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حشر کا دن ہوگا تم مجھے ڈھونڈو گے میرے غلاموں میں تمھیں کہاں ملوں گا جیسے میرے پیکر سے ''مارا چند لمحوں کا درد برداشت نہیں ہوسکتا کہ میرا غلام کسی سوچ میں رہ جائے کہ میں نے اس کو جواب نہیں دیا میں یہ برداشت نہ کر سکا مسجد نبوی تک جانے کا سفر بھی برداشت نہ کر سکا فوراً تیمم کر کے اس کو جواب دیا تا کہ اس کے دل میں چین آجائے کہ سرکار ﷺ نے مجھ سے ناراضگی نہیں اختیار کی بلکہ سرکار ﷺ نے اس مصلحت کے پیش نظر تاخیر فرمائی ہے جیسے اس زمین پر چلتے ہوئے ''ماری چند گھڑیوں کی گھبراہٹ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتی ایسے ہی جب حشر بپا ہوگا اور کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا میرے غلاموں اس دن بھی ''ماری گھبراہٹ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتی میں اس دن کے لیے پہلے تمھیں اپنا ایڈریس دے رہا ہوں کہ لوگ تو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے انہیں میری دہلیز کا پتہ نہ ہوگا میں تم کو بتاتا ہوں کہ کہاں تم مجھ کو ملنا چاہو گے تو پا سکو گے

یہ سیرت کا زمین پر پہلو اور یہ سیرت کا آسمان پر پہلو، اور زمین پر کھڑے ہو کر اس کا

بیان فرما دیا یہاں تک کہ بخاری میں آ گیا۔

اِنْ مَوْعِدَكُمْ حَوْضٌ ؟

میرے صحابہ تم مجھے حشر کے دن پانا چاہو گے تو میں حوض کوثر کے پاس ہوں گا میرا تم سے وعدہ ہے وہاں تم آ جانا آگے پیچھے نہ پھرنا یہ وہ جگہ ہے جو میرے اور تمھارے ملنے کی جگہ ہے اگر چہ کئی صدیاں گزر گئیں تو پھر وہ وقت آئے گا، کہ حشر بپا ہوگا اور پھر اس جگہ یہ میری اور تمھاری ملاقات کی جگہ ہوگی

وَاِنِّی لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِ هٰذَا

میں اپنے منبر پہ بیٹھے ہوئے اور ابھی اس جگہ کو دیکھتا جا رہا ہوں وہ حوض کی جگہ جس کی میں نے تمھارے ملنے سے پہلے نشاندہی کر دی ہے وہ تمھارا زمین پر بھی گھبراہٹ میں چلنا مجھ کو برداشت نہیں اور حشر کے دن بھی ایسا چلنا مجھ سے برداشت نہیں ہوگا اس کے ساتھ سیرت طیبہ کا عقیدہ امت مسلمہ کو مل رہا ہے کہ سرکار ﷺ کی جس طرح مدینہ کی گلیوں میں دروں دیوار پر نگاہ تھی اور وہ سرکار ﷺ کی حکومت کے اندر شامل تھی اور سرکار ﷺ کی نظر میں تھی جیسے مدینہ شریف کا کوچہ و بازار سرکار ﷺ کی نظر میں تھا ایسے ہی جنت الفردوس اور جنت کا حوض سرکار ﷺ کی نظر میں تھا فرمایا کہ میرے اور آپ کے ملنے کی جگہ حوض کے پاس ہے میں اس کو دیکھ رہا ہوں حالانکہ میں اس جگہ تمھارے پاس بیٹھا ہوں اے میرے غلاموں یہ عقیدہ رکھنا کہ جس طرح میں دنیا کے اندر تمھیں دیکھتا ہوں اور تمھیں اپنی انکھوں سے اوجھل ہونے سے پہلے پیغام دیتا ہوں کہ تمھارے سارے دکھ دور ہو جائیں۔ مجھے میرے خدا نے وہ آنکھ دی ہے کہ میں یہاں بیٹھا ہوں وہ جگہ جس کے لیے صدیاں گزریں گئیں تو پھر وہ مقام آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے حائل کی صورت میں سرکار ﷺ کی نگاہ کے سامنے رکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کی سیرت

سیرت طیبہ کا یہ پہلو ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو ایک طرف زمین پر موجود اپنے غلاموں کی نگرانی فرما رہی تھیں اور دوسری طرف وہ مقامات جو صدیوں بعد لوگوں کے پاس آنے والے تھے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھ اسی وقت دیکھ رہی تھی لہٰذا جو اتنے عظیم محبوب ہیں جن کے پیکر کے ہر حصہ کے اتنے اعجاز ہیں اس کے اتنے فضائل ہیں اس کے اتنے مناقب ہیں اور اس کی سیرت طیبہ کے اتنے پہلو ہیں۔

ایسے میں ہمیں اس مقدس ہاتھ کی اتباع کرنی چاہیے اس مقدس زبان کی اتباع کرنی چاہیے جو ہاتھ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تقسیم کرنے والا ہے اور جو کان ہمارے ہی نغموں کو سننے والا ہے اور جو آنکھ ہماری طرف ہی نظر رحمت کرنے والی ہو جب یہ تصور آجائے گا تو اتباع میں چاشنی پیدا ہو جائے گی ہم کسی ایرے غیرے ہاتھ کے متبع نہیں ہیں ہم سی عام کام کی اتباع نہیں کر رہے ہم کسی عام زبان کے اسوہ کی طرف نہیں چل رہے ہم جو دعوت سیرت طیبہ کی اتباع کی دے رہے ہیں اس مقدس پیکر کی سیرت کی اتباع کی دعوت ہے جو پیکر اور اس کا ہر حصہ وہ کان وہ آنکھ اور وہ زبان جس کی اتباع کی دعوت دے رہی ہے جو ہر وقت ان اتباع کرنے والوں کا بھلا سوچ رہے تھے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة آل عمران رقم الآیت:31)

اس اتباع کا تصور کرتے ہوئے کہ میں نے اپنی آنکھ کو ایک نصاب دیا میں نے کان کو ایک نصاب دیا اس تصور کے ساتھ کہ یہ وہ نصاب ہے جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کان سے

ہمارے لیے واضح فرمایا ہے اور یہ وہ کانِ اور آنکھ ہے جو ہر وقت ہماری خیر اور بھلائی کے لیے متوجہ ہوتی رہی۔

جب اس بھلائی کا تصور اور سرکار ﷺ کی سیرت کے اس پہلو کا تصور سامنے ہوگا تو یقیناً سیرت کو سمجھنے میں بھی آسانی مل جائے گی اور سیرت پر عمل پیرا ہونے میں بھی آسانی مل جائے گی جب یہ تصور ذہن میں سما چکا ہوگا کہ میں اس زبان کی بات کر رہا ہوں جو سرکار ﷺ کے پیکر کے اندر تھیں اور جو گل قدس کے پتوں سے جس کے موتی جھڑتے تھے جب اس عشق کا تصور ہوگا یہ محبت کا تصور ہوگا تو پھر ذہن اس بات پر خود مجبور ہو جائے گا کہ اس مقدس زبان سے جو لفظ نکلا ہے اس کو تو اپنی پوری زندگی کے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سیرت طیبہ کے حقیقی پہلوں کو اجاگر کرنے اور سیرت کے مقدس اسباق پڑھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆